Dar-ul-Andlus

جادو ٹونے، مرگی اور



نظر بد

کا علاج

تالیف

ڈاکٹر عبداللہ بن محمد بن احمد الطیار حفظہ اللہ
الشیخ سامی بن سلمان المبارک حفظہ اللہ

ترجمہ: ابو سعد عبدالحنان حفظہ اللہ

بسم الله الرحمن الرحيم

جادو ٹونے، مرگی اور



نظر بد

تالیف

ڈاکٹر عبداللہ بن محمد بن احمد الطیار حفظہ اللہ

الشیخ سامی بن سلمان المبارک حفظہ اللہ

ترجمہ:

ابو سعد عبد الحنان حفظہ اللہ

نام کتاب

جادو ٹونے مرگی اور نظرِ بد کا علاج

تالیف

ڈاکٹر عبد اللہ بن محمد بن احمد الطیار حفظہ اللہ

الشیخ سامی بن سلمان المبارک حفظہ اللہ

ترجمہ:

ابو سعد عبد الحنان حفظہ اللہ

تہذیب وتسہیل

ابو عمر اشتیاق اصغر

ناشر .... دار الاندلس

ملنے کا پتہ

مرکز القادسیہ 4۔ لیک روڈ چوبرجی، لاہور

Ph: 042-7230549-7240940
Fax: 7242639
www.dar-ul-andlus.com

جادو ٹونے مرگی اور نظر بد کا علاج

باب اول

جنات کی حقیقت

باب دوم

جنات کا انسان کو چمٹنا

باب سوم

مرگی کا بیان

باب چہارم

جادو کا بیان

باب پنجم

نظر بد کا بیان

باب ششم

حسد کا بیان

باب ہفتم

عرب علماء کے فتاویٰ

عرض ناشر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ . اَمَّا بَعْدُ !

زیر نظر کتاب ''جادو ٹونے، مرگی اور نظر بد کا علاج کتاب وسنت کی روشنی میں'' نہایت جامع کتاب ہے، جس میں موضوع سے متعلق تمام امور کا شریعت کی روشنی میں احاطہ کیا گیا ہے۔ حقیقت میں یہ "فتح الحق المبین فی علاج الصرع و السحر والعین" کا اردو ترجمہ اور اختصار ہے، جسے عالم عرب کے ممتاز علماء الدکتور عبداللہ بن احمد الطیار ﷾ اور الشیخ سامی بن سلمان المبارک ﷾ نے ترتیب دیا۔ اس کتاب کا یہ اعزاز ہے کہ یہ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز رحمہ اللہ کے ایما اور ان کی نگرانی میں لکھی گئی۔ ہمارے دوست اور رفیق ابوسعد حافظ عبدالحنان نے آج سے چار سال پہلے اس کتاب کا ترجمہ کیا۔ کچھ عرصہ قبل جب ان سے میری ملاقات ہوئی تو انھوں نے اس کا تذکرہ کیا۔ ان دنوں کتاب کا ترجمہ الشیخ احسان الحق شہباز کے پاس تھا، انھوں نے بغور مطالعہ کیا اور تقریظ بھی لکھی۔

جادو اور جنات سے متعلق موضوع نہایت حساس ہے۔ آج اس بنیاد پر بے شمار لوگوں نے اپنی مسندیں سجا رکھی ہیں۔ جادو کا توڑ کرنے اور جن نکالنے کے نام پر وہ سادہ عوام کا دین، عزت، مال سب کچھ لوٹ رہے ہیں۔ بڑے بڑے نیکوکار لوگ بھی اس دھندے میں پڑ چکے ہیں۔

اس احساس کے پیش نظر پرنٹنگ سے قبل کتاب کو محترم حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾ کی

خدمت میں بھیجا۔ انھوں نے مختلف مقامات پر اختصار و ترمیم کے حوالے سے راہنمائی کی، جس سے کتاب کی ثقاہت میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ وللہ الحمد!

دارالاندلس کے رفیق ابوعمر اشتیاق اصغر کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے کہ انھوں نے کتاب کی تہذیب و تسہیل اور ترتیب پر انتہائی جانفشانی سے کام کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور دنیا و آخرت کی حسنات حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

محمد سیف اللہ خالد

مدیر ''دارالاندلس''

١٦ جمادی الثانیة ١٤٢٦ھ

مقدمہ

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو شفا بخشنے والا اور عافیت دینے والا ہے، نفع و نقصان کا مالک ہے، واحد اور بزرگی والا ہے، یکتا و تنہا ہے، وہی ذات ہر چیز کو نئے سرے سے پیدا کرنے والی اور اس کی انتہا کرنے والی ہے۔ اس نے اپنی قدرت سے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ اپنی مرضی کے مطابق معاملات کی تدبیر کرتا ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، جو احوال عالم میں تصرف کرتا ہے اور تقدیر کو مقرر کرتا ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ جناب محمد (ﷺ) اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جنھوں نے حق رسالت اور حق امانت ادا کر دیا۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا اور اس کا حق ادا کیا۔ ہزار ہا درود و سلام ہوں آپ کی ذات بابرکات پر، آپ کی آل، آپ کے اصحاب اور ہر اس شخص پر جو ان کے نقش قدم پر چلتا رہا۔ آمین!

اس محسوس و معلوم عالم سے نفوس انسانی متعارف ہیں، اس کی نئی اور عجیب و غریب چیز کے علاوہ کوئی چیز ان پر گراں نہیں گزرتی، لیکن اس کے باوجود جو چیزیں اس جہاں میں پوشیدہ اور مخفی ہیں، انسان ان کی تحقیق و تلاش میں رہتا ہے، وہ نظر سے غائب چیزوں کا کھوج لگانے اور پوشیدہ اسرار و رموز پر مطلع ہونے کا ذوق و شوق رکھتا ہے۔ جنات کا جہان بھی انہی چیزوں میں سے ہے جن کے جاننے کے متعلق دلوں میں شوق رہتا ہے۔ انسان جنات کے احوال جاننے کے لیے اہل علم کی ان تصنیفات کا متلاشی رہتا ہے جن میں اس موضوع پر کچھ نہ کچھ خامہ فرسائی کی گئی ہو۔ لوگوں کے اسی ذوق و شوق کو دیکھتے ہوئے بعض اہل علم نے اس موضوع پر مستقل کتابیں بھی لکھی ہیں جن میں جنات کے

احوال وغیرہ پر مفصل بحث کی گئی ہے اور حسب استطاعت جو معلومات مل سکی ہیں ان کو اس میں جمع کیا گیا ہے۔ خاص طور پر جنات کا انسان پر مسلط ہونا اور انھیں تکلیف سے دوچار کرنا، جو بعض اوقات ان کی اپنی مرضی سے ہوتا ہے اور بعض اوقات انھیں مجبور کر دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے:

﴿ وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴾ (الجن: ٦)

''انسانوں میں سے کچھ لوگ جنوں سے پناہ طلب کیا کرتے تھے اور اس چیز نے انھیں سرکشی میں بڑھا دیا۔''

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان امراض وخطرات میں مبتلا رہتا ہے، بہت کم لوگ ہوتے ہیں جن کی زندگیاں پریشانیوں کے بغیر صحیح طریقے سے گزرتی ہیں۔ کسی شاعر نے سچ کہا ہے ؎

وَمَنْ عَاشَ فِي الدُّنْيَا فَلَا بُدَّ اَنْ يَّرٰى
مِنَ الْعَيْشِ مَا يَصْفُوْ وَمَا يَتَكَدَّرُ

''اس دنیا میں جو کوئی بھی رہ رہا ہے اسے یقیناً ایسے معاملات سے واسطہ پڑے گا جو اسے کبھی خوش کریں گے اور کبھی پریشان۔''

اس چیز کو ایک اور شاعر ان الفاظ میں بیان کرتا ہے ؎

ثَمَانِيَةٌ تَجْرِيْ عَلَى الْمَرْءِ دَائِمًا
وَلَا بُدَّ اَنَّ الْمَرْءَ يَلْقَى الثَّمَانِيَةَ
سُرُوْرٌ وَّ حُزْنٌ وَ اجْتِمَاعٌ وَّ فُرْقَةٌ
وَ يُسْرٌ وَّ عُسْرٌ ثُمَّ سُقْمٌ وَّ عَافِيَةٌ

''آدمی ہمیشہ آٹھ قسم کے حالات سے دوچار رہتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ کسی کا ان سے واسطہ نہ پڑے: خوشی اور غم، ملاپ اور جدائی، آسانی اور تنگی، بیماری اور عافیت۔''

لیکن یہ سب اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر اور اس کی حکمت کے تحت ہوتا ہے، جسے بعض اوقات انسان سمجھ لیتا ہے اور بعض اوقات نہیں سمجھ سکتا۔ تاہم اگر انسان صبر کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے تو پریشانی اور مصیبت بھی اس کے لیے اجر وثواب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ، اِنَّ اَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ)) ①

''مومن کا معاملہ (اپنے رب سے) بڑا ہی عجیب ہے، ہر معاملہ میں اس کے لیے خیر و بھلائی ہی ہے، (کیونکہ) اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہو تو وہ رب کا شکر ادا کرتا ہے اور یہ اس کے حق میں بہتر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہے۔''

تاہم اس ابتلا و آزمائش اور بیماری سے کلی طور پر نجات یا اس میں تخفیف بھی ممکن ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ مسلمان ان شرعی اسباب پر عمل کرے جن پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ تکلیف دور ہو جاتی ہے۔ ان اسباب میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:۔

① بندہ اپنے رب کے احکامات کی حفاظت کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

① مسلم، كتاب الزهد، باب المؤمن أمره كله خير: ٢٩٩٩۔

((اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ)) ①

”تو اللہ تعالیٰ (کے احکامات) کا خیال رکھ، اللہ تعالیٰ تیرا خیال رکھے گا۔“

② آسانی میں اللہ کے احکامات کی پیروی اور نواہی سے اجتناب کر کے اللہ تعالیٰ کی پہچان وخیال رکھنا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَعَرَّفْ اِلَى اللّٰهِ فِي الرَّخَاءِ يَعْرِفْكَ فِي الشِّدَّةِ)) ②

”تو آسانی کے ایام میں اللہ تعالیٰ کی پہچان رکھ تو وہ سختی اور تنگی میں تیرا خیال رکھے گا۔“

③ صدقہ وخیرات کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا، کیونکہ صدقہ مصیبت کو ختم یا کم کر دیتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((صَنَائِعُ الْمَعْرُوْفِ تَقِيْ مَصَارِعَ السُّوْءِ)) ③

”صدقہ ونیکی کے کام برائی کی کھائیوں میں گرنے سے بچاتے ہیں۔“

④ اللہ تعالیٰ سے التجا وعاجزی اور اس ذات پر مکمل توکل اور یہ عقیدہ رکھنا کہ نفع ونقصان صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور یہ عقیدہ رکھنا کہ اگر تمام انسان مل کر مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہیں تو وہ اس کے سوا کوئی تکلیف مجھے نہیں پہنچا سکتے جو اللہ نے میرے مقدر میں لکھی ہوئی ہے اور اسی طرح تمام بنی آدم مل کر اگر مجھے کوئی فائدہ دینا چاہیں تو مجھے اس کے سوا کوئی فائدہ نہیں دے سکتے جو اللہ تعالیٰ نے میرے مقدر میں لکھا ہوا ہے۔

جب انسان دیکھے کہ وہ کسی بیماری سے دوچار ہے، وہ کسی ابتلا وآزمائش میں مبتلا ہے تو

---

❶ مسند احمد : ۲۹۳/۱۔ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب : ۲۵۱٦۔

❷ مسند احمد : ۲۹۳/۱۔

❸ طبرانی کبیر: ۳۱۲/۸۔ مجمع الزوائد : ۱۱۵/۳۔ سلسلة الصحيحة : ۱۹۰۸۔ صحيح الجامع الصغير : ۳۷۹۵، ۳۷۹۷۔

اسے علاج کے لیے ان تمام وسائل و اسباب کو بروئے کار لانا چاہیے جو شرعاً جائز ہیں۔ کیونکہ شرعی طور پر علاج کرنا کبھی واجب ہے، کبھی مستحب اور کبھی مباح ہوتا ہے۔ واجب، مستحب اور مباح کا فیصلہ مرض اور مریض کی حالت کو دیکھ کر کیا جائے گا، تاہم یہ بات ضروری ہے کہ علاج شریعت کے مطابق ہو، حرام چیز سے یا حرام تک پہنچا دینے والے ذرائع سے نہ ہو اور نہ اس میں مریض یا کسی اور کا نقصان ہو۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

« تَدَاوَوْا عِبَادَ اللّٰهِ وَلَا تَدَاوَوْا بِحَرَامٍ » ①

''اے اللہ کے بندو! علاج معالجہ کرو، لیکن حرام سے علاج نہ کرو۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

« مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ دَاءٍ إِلَّا وَ لَهُ دَوَاءٌ عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَهُ وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ » ②

''اللہ تعالیٰ نے جو بیماری بھی اتاری ہے، ساتھ اس کا علاج بھی نازل کیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ کسی نے اس کا علم حاصل کر لیا اور کوئی جاہل رہا۔''

اس موضوع پر لکھنے کے اسباب:

اس موضوع پر قلم اٹھانے اور دلائل اکھٹے کرنے کے درج ذیل اسباب ہیں:۔

① اس موضوع پر لکھنے کا خیال اس وقت پیدا ہوا جب ایک دفعہ میری ملاقات فضیلۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز (رحمہ اللہ) سے ان کے گھر میں ہوئی، اس وقت وہاں دیگر علمائے کرام بھی موجود تھے۔ اس مجلس میں جادو ٹونے، نظر بد اور مرگی کے موضوع پر بحث

❶ ابو داوٗد، کتاب الطب، باب الرجل یتداوی: ۳۸۵۵۔ ابن ماجہ: ۳۴۳۶۔ ترمذی: ۲۰۳۸۔ مسند احمد: ۲۷۸/۴۔

❷ مسند احمد: ۳۷۷/۱۔ مستدرک حاکم: ۱۹۶/۴، ۱۹۷۔ بخاری، کتاب الطب: ۵۶۷۸۔

ہوئی، تو شیخ نے مجھے حکم دیا کہ میں اس موضوع پر لکھوں۔ تو میں نے شیخ کے حکم پر اس موضوع پر لکھنے کا ارادہ کیا۔

پھر میری ملاقات برادرم شیخ سامی بن سلمان المبارک سے ہوئی، ان سے بھی اس موضوع پر بات ہوئی تو میں نے ان سے شیخ ابن باز (رحمہ اللہ) کی خواہش کا ذکر کیا تو وہ خوش ہوئے اور انھوں نے خیال ظاہر کیا کہ ہم دونوں اس موضوع پر مل کر کام کرتے ہیں۔ مجھے ان کی یہ تجویز بڑی پسند آئی کیونکہ بھائی سامی صاحب کا اس موضوع پر وسیع تجربہ ہے۔ تو ہم نے مل کر اس موضوع پر محنت شروع کی، اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہماری یہ محنت لوگوں کے لیے نفع بخش ثابت ہوگی۔

② اس موضوع پر لکھنے کا دوسرا اہم سبب یہ ہے کہ جنات بھی ہمارے ساتھ ہی آباد ہیں۔ وہ بھی ہماری طرح صاحب عقل ہیں۔ اس زمین پر ہمارے آس پاس ان کی بھی رہائش ہے، بعض اوقات وہ ہمارے ساتھ کھانے پینے میں بھی شریک ہو جاتے ہیں اور بعض اوقات ہمارے لیے اذیت و تکلیف کا باعث بھی بنتے ہیں۔ ان کے بارے میں قرآن و حدیث میں کئی ایک دلائل موجود ہیں بلکہ قرآن پاک میں ایک سورت انھی کے نام سے نازل ہوئی ہے، جو خصوصی طور پر ان کے واقعات پر مشتمل ہے۔ اس لیے اس موضوع پر لکھنا ایک اہم کام ہے اور یہ کتاب اس موضوع پر پہلی اینٹ ثابت ہوگی۔ اس کتاب میں کوشش کی گئی ہے کہ کوئی بات دلیل کے بغیر نہ ہو اور وہی چیز نقل کی جائے جس پر ہم نے خود معلومات حاصل کی ہوں اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے جو باتیں دیگر اہل قلم نقل کرتے چلے آرہے ہیں ان سے اجتناب کیا جائے کیونکہ وہ تحقیق و تدقیق کے معیار پر پوری نہیں اترتیں۔

③ اس موضوع پر لکھنے کا ایک سبب یہ ہے کہ ہمیں شیطان اور اس کے معاون سرکش جنات کی چالوں اور سازشوں کی پہچان ہو جائے۔ کیونکہ ان کی چالوں اور سازشوں کی پہچان

کے بعد ان سے بچاؤ آسان ہو جاتا ہے۔ پھر ان کی اذیت اور تکلیف سے بچنے کے لیے ایک مضبوط قلعے کی ضرورت ہے جو تقویٰ، اللہ کی پناہ طلب کرنے، اوامر و نواہی کی پابند اور شرعی اذکار پر ہمیشگی ہی میں مضمر ہے اور یہ کتاب اس اہم کام میں مددگار ثابت ہوگی۔

④ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آج تک جتنی کتابیں اس موضوع پر لکھی جا چکی ہیں ان میں تطبیقی پہلو پر توجہ نہیں دی گی یعنی بیماری کی تشخیص کر کے اس کا علاج واضح نہیں کیا گیا، اسی پہلو کو مدنظر رکھ کر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔ ہم نے اس میں اپنے تجربات و مشاہدات کا خلاصہ قلم بند کیا ہے، جھوٹے قصے کہانیوں پر اعتماد نہیں کیا۔

⑤ جادو، نظر بد، مرگی اور روحانی شکایات کی کثرت اور ان کے نتیجے میں پیش آنے والی بیماریاں جنھوں نے لوگوں کو حیرت میں ڈال رکھا ہے، یہ بھی اس کتاب کے لکھنے کا ایک سبب ہے، لہٰذا ان کا تفصیلی تذکرہ اس کتاب میں موجود ہے۔

⑥ اس موضوع پر لکھنے کا ایک سبب لوگوں کے دلوں میں ایمان کو راسخ کرنا، اللہ سے تعلق مضبوط کرنا اور یہ عقیدہ بنانا کہ پناہ صرف اللہ ہی کی طرف سے ممکن ہے، وہی شفا دینے والا ہے، اس لیے صرف اسی سے شفا طلب کی جائے، وہی عافیت دینے والا ہے۔ جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴾ (الشعراء: ۸۰)

''اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔''

اور اگر شفا مقدر میں نہ ہو تو وہم پرستی اور شیطانوں کے پیچھے لگنے کے بجائے صبر کرنا اور اللہ تعالیٰ سے اجر کا امیدوار رہنا، اس حوالے سے لوگوں کی اصلاح کرنا۔

⑦ ساتواں سبب یہ ہے کہ بدکردار عامل، کاہن اور نجومیوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے، ان کا کاروبار پھیل رہا ہے اور لوگ ان کے مکر و فریب کا شکار ہو رہے ہیں، اس لیے ضروری تھا کہ عوام الناس کو ان دجالوں سے آگاہ کیا جائے اور ان کے مکروہ دھندے کو فاش

کیا جائے اور لوگوں پر یہ واضح کیا جائے کہ ان کے پاس جانے میں شر ہی شر ہے، خیر کی امید رکھنا عبث ہے۔

⑧ اس کتاب کو لکھنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ قارئین کی خیر خواہی کرتے ہوئے شرعی دم اور اس کا طریقہ بیان کر دیا جائے۔

آخر میں ہم اہل علم کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہوئے سماحۃ الشیخ علامہ ابن باز (رحمہ اللہ) کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اس موضوع پر لکھنے کی رغبت دلائی۔ اس کے بعد ہم ہر اس شخص کا شکریہ ادا کرتے ہیں جس نے اس کار خیر میں ہمارا تعاون کیا، وہ تعاون خواہ مشورہ کی صورت میں ہے یا اس موضوع پر لکھی کسی کتاب پر راہ نمائی کرنے یا اہم معلومات فراہم کرنے کی صورت میں ہے۔

اس کے ساتھ ہم قارئین کی خدمت میں بھی گزارش کرتے ہیں کہ اگر اس کتاب میں کوئی کمی کوتاہی ہو تو ہم معذرت خواہ ہیں۔ کیونکہ غلطی اور کمی کوتاہی سے پاک ہونا صرف اللہ کا خاصہ ہے یا پھر انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے میں کمی کوتاہی سے پاک ہیں۔ حقیقت میں کمی کوتاہی سے پاک اگر کوئی کتاب ہو سکتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾

(النساء : ۸۲)

''اور اگر یہ قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو تم اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

ہم اپنی محنت و کاوش کے باوجود معذرت خواہ ہیں، ہر کام کی توفیق اول و آخر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی طرف سے میسر ہوتی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ وہ اس کو مؤلفین، قارئین اور سامعین کے لیے نفع بخش بنا دے، یقیناً یہ کام اس ذات کے علاوہ کوئی

نہیں کر سکتا۔

« وَ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ »

دكتور عبد الله بن محمد بن احمد الطيار
الشيخ سامی بن سلمان المبارك
مكة المكرمة بجوار الكعبة المشرفة
مساء الاثنين : ١٤١٦/٢/٢٣ هـ

تمہید

تمہید تین نکات پر مشتمل ہے: غیب پر ایمان لانا، اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر کو تسلیم کرنا اور تقدیر الٰہی پر صبر کرنا۔ اگر کوئی سوال کرے کہ اس بحث سے ایمان بالغیب، قضاوقدر اور صبر کا کیا تعلق ہے؟ تو عرض ہے کہ یہ تین نکات ایک مسلمان کی زندگی کی بنیاد ہیں جو اس کے تمام معاملات کو حل کرتے ہیں۔

غیب پر ایمان لانا ایمان کے ارکان میں سے ایک بنیادی رکن ہے، اسی کی وجہ سے مسلمان شرعی احکام کی پیروی کرتا ہے، اگرچہ وہ ان امور سے جن کی اسے خبر دی گئی ہے، نا واقف ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ جنوں اور فرشتوں پر ایمان لانا، اسی طرح قضاوقدر پر ایمان لانا، یہ بھی ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ ایک مسلمان جب قضاوقدر پر دل و جان سے ایمان لے آتا ہے اور یہ بات جان لیتا ہے کہ مجھے جو بھی دکھ یا تکلیف پہنچی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے تو پھر وہ کسی تکلیف و نقصان پر پریشان نہیں ہوگا۔ اسی طرح وہ کسی نعمت کے ملنے پر آپے سے باہر نہیں ہوگا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق ملتی ہے۔

اسی طرح تقدیر الٰہی پر صبر کرنا بھی مسلمان کے دل کے لیے باعث اطمینان ہے۔ انسان کسی بھی وقت جادو یا نظر بد کا شکار ہوسکتا ہے، جن اسے اذیت سے دوچار کر سکتے ہیں، یا پھر وہ نفسیاتی و جسمانی امراض میں مبتلا ہوسکتا ہے۔ جس کے علاج کے لیے ایک مسلمان جائز اسباب بروئے کار لاتا ہے، جس سے بعض اوقات وہ ٹھیک ہوجاتا ہے اور بعض اوقات نہیں۔ تو شفا نہ ملنے کی صورت میں صبر کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔

① غیب کے ساتھ ایمان لانا:

ایمان بالغیب یعنی عالم غیب پر ایمان لانا اسلامی عقیدہ کی بنیاد ہے، یہ متقین کی صفات میں سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ الٓمٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴾ (البقرة : ١-٣)

''یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں، یہ ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لیے، وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور خرچ کرتے ہیں اس میں سے جو ہم نے انھیں رزق دیا ہے۔''

لہٰذا ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ عالم غیب کے متعلق جو کچھ قرآن پاک نے بیان کیا اور حدیث رسول نے جس کی وضاحت کی ہے، اس پر ایمان لائے، خواہ وہ چیز اس کی عقل میں آتی ہو یا نہ آتی ہو، اس نے اس چیز کا مشاہدہ کیا ہو یا نہ کیا ہو، اسے ہر حال میں اس پر ایمان لانا ہوگا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

(النساء : ٦٥)

''سو قسم ہے تیرے رب کی یہ ایماندار نہیں ہو سکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلافات میں آپ کو حاکم نہ مان لیں، پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔''

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خاصہ یہ تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی ہر بات کو من وعن قبول کر لیتے تھے، جیسے فرشتوں پر ایمان لانا، جو ایمان کے چھ ارکان میں

سے ایک ہے اور فرشتوں کا جہاں مکمل طور پر غیبی جہاں ہے۔ تو کیا ایک مسلمان کے لیے ممکن ہے کہ وہ فرشتوں کے جہاں کا اس وجہ سے انکار کر دے کہ اس نے اسے دیکھا نہیں یا وہ اس کی عقل وفہم سے بالا ہے؟ منکرین کی طرف سے کئی ایک کتاب وسنت سے ثابت شدہ امور وحقائق کے انکار کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ ان کی نظروں سے اوجھل ہیں۔

بہت سے لوگوں نے محض عقلیت پسندی کی راہ پر چلتے ہوئے فرشتوں اور جنوں کا انکار کیا ہے۔ ان کے پاس انکار کی وجہ اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ ان کا جہاں ان کی نظروں سے اوجھل ہے، انھوں نے ان مخلوقات کو دیکھا نہیں، یا یوں کہیے کہ انھوں نے ان مخلوقات کا اپنی رصدگاہوں میں خوردبین سے مشاہدہ نہیں کیا۔ ان سے پوچھا جا سکتا ہے کہ جس وقت یہ لوگ جذب وکشش یا مقناطیسیت وغیرہ جیسی غیر مرئی چیزوں کے متعلق بیان کر رہے ہوتے ہیں تو کیا وہ انھیں نظر آرہی ہوتی ہیں؟ ایسا تو یقیناً نہیں ہوتا، تو پھر ان کا انکار کیوں نہیں کیا جاتا؟

② اچھی اور بری قضا وقدر پر ایمان لانا:

اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لانا ایمان کے چھ ارکان میں سے ایک رکن ہے جس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ لہٰذا ایک مسلمان پر لازمی ہے کہ تقدیر الٰہی پر ایمان لائے اگرچہ وہ اچھی ہو یا بری اور اس کا اس بات پر پختہ یقین ہو کہ جو تکلیف اسے پہنچی ہے وہ اسے پہنچ کر ہی رہنی تھی اور جس تکلیف سے وہ محفوظ ہے وہ اسے کبھی پہنچ نہیں سکتی اور اس کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ اس دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر کے عین مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ○ لِّکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاکُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ کُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾

(الحدید : ۲۲،۲۳)

''نہ کوئی مصیبت دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمھاری جانوں میں مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کو پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ یہ کام اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے، تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو جایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترا جاؤ۔ اللہ تعالیٰ اترانے والے شیخی خوروں کو پسند نہیں فرماتا۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا:

((وَ اعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ اِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْكَ بِشَیْءٍ لَمْ یَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَیْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَیْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَ جَفَّتِ الصُّحُفُ)) [1]

''تو جان لے کہ اگر تمام دنیا کے لوگ مل کر تجھے کوئی فائدہ پہنچانا چاہیں تو کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو تیری قسمت میں لکھ دیا گیا ہے، اسی طرح اگر تمام دنیا کے لوگ مل کر تجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو تیری قسمت میں لکھ دیا گیا ہے، قلمیں اٹھا لی گئی ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔''

③ تقدیرِ الٰہی پر صبر کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ بَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَیْهِ

---

❶ مسند احمد : ۱/۲۹۳،۳۰۷۔ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب : ۲۵۱۶۔

رَاجِعُوْنَ ﴾ (البقرة : ١٥٥، ١٥٦)

''آپ صبر کرنے والوں کو خوش خبری دے دیجیے، وہ لوگ کہ جب انھیں کوئی مصیبت آتی ہے کہ ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔''

اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا:

((مَا مِنْ مُسْلِمٍ تَصِيبُهُ مُصِيبَةٌ فَيَقُوْلُ مَا اَمَرَهُ اللّٰهُ : اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ، اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيبَتِيْ وَاخْلُفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا اَجَرَهُ اللّٰهُ فِيْ مُصِيبَةِ وَ اَخْلَفَ اللّٰهُ لَهُ خَيْرًا مِنْهَا))[1]

''جو بھی مسلمان کسی مصیبت سے دوچار ہو اور یہ کلمات کہے جو اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: ''بے شک ہم اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے میرے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر عطا فرما اور مجھے اس کا اچھا بدلا عطا فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ اسے اس مصیبت کے عوض اجر و ثواب بھی دے گا اور اسے اس کا اچھا بدلا بھی عطا فرمائے گا۔''

اس دنیا میں انسان کو قدم قدم پر کسی نہ کسی دکھ، پریشانی اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ایک دن اگر اسے کوئی خوشی نصیب ہوئی ہے اور وہ ہنس رہا ہے تو دوسرے دن وہی شخص رو رہا ہے۔ لہٰذا انسان اس حالت میں کسی ایسے سہارے کا محتاج ہے جو اس کا غم خوار اور ہمدرد ہو اور یہ تقدیر الٰہی پر صبر ہی ہے جو اس کے زخموں پر مرہم پٹی رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴾ (النحل : ١٢٦)

''اور اگر تم صبر کرو گے تو یہ صبر کرنے والوں کے لیے بہتر ہے۔''

---

[1] مسلم، كتاب الجنائز، باب ما يقول عند المصيبة : ٩١٨۔

صبر کو ایمان میں وہی حیثیت حاصل ہے جو سر کو جسم میں۔ سیدنا ابو یحییٰ صہیب بن سنان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((عَجَبًا لِاَمْرِ الْمُؤْمِنِ اِنَّ اَمْرَهُ كُلَّهُ لَهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذٰلِكَ لِاَحَدٍ اِلَّا لِلْمُؤْمِنِ اِنْ اَصَابَتْهُ سَرَّاءُ شَكَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ وَاِنْ اَصَابَتْهُ ضَرَّاءُ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ)) [1]

''مومن شخص کا معاملہ بھی کتنا عجیب ہے، اس کا سارے کا سارا معاملہ اس کے لیے خیر و بھلائی ہی ہے اور یہ صرف مومن ہی کے لیے ہے، کسی اور کے لیے نہیں کہ اگر اسے کوئی خوشی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہے جو اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور یہ بھی اس کے لیے بہتر ہے۔''

ہر مسلمان کے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ دین کے نقصان سے بڑا کوئی نقصان نہیں، یہ دنیا و آخرت کی سب مصیبتوں سے بڑی مصیبت ہے، یہ ایسا خسارہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی نفع کی امید نہیں کی جا سکتی اور یہ ایسا نقصان ہے کہ اس کے ساتھ کسی طمع کی امید عبث ہے۔

[1] مسلم، کتاب الزھد، باب المؤمن أمره كله خير: ۲۹۹۹۔

تقریظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ . اَمَّا بَعْدُ!

انسان جسم اور روح دو چیزوں سے مرکب ہے اور ان دونوں چیزوں کے اثرات سے یہ متاثر ہوتا ہے۔ جس طرح جسم کو بیماریوں اور کمزوری سے محفوظ رکھنے کے لیے اچھی غذا اور مفید چیزوں کا استعمال اور نقصان دہ چیزوں سے اجتناب ضروری ہے تاکہ جسم کی نشو و نما اور صحت برقرار رہے، اسی طرح روح کو بیماریوں اور کمزوری سے محفوظ رکھنے کے لیے اچھی غذا اور مفید چیزوں کے حصول اور مضر اشیاء سے اجتناب کی ضرورت ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جسم کا روح پر اثر ہوتا ہے اور روح کا جسم پر، اسی طرح جیسے جسم کسی مرض میں مبتلا ہو جائے تو اس کے علاج کی ضرورت پیش آتی ہے، بعینہٖ روحانی طور پر متاثر اور بیمار شخص کے لیے بھی شریعت نے کچھ علاج معالجے مقرر کیے ہیں جن کی مدد سے روحانی بیماریوں کو ختم کر کے صحت یاب ہوا جا سکتا ہے۔

تاہم جسم ایک حسی و ظاہری چیز ہے اس کے امراض و ادویات اور علاج معالجہ بھی ظاہری چیزیں ہیں اور روح ایک غیر محسوس چیز ہونے کی وجہ سے اکثر لوگ اس کی طرف توجہ نہیں دیتے، نتیجتاً شیطان کے زیر اثر روحانی تکالیف میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس کی سادہ سی مثال یہ ہے کہ بعض دفعہ بچہ بہت روتا ہے، ماں کا دودھ نہیں پیتا لیکن سورۂ فاتحہ یا معوذتین کے دم سے بالکل ٹھیک ہو جاتا ہے۔ شریعت نے کئی ایک بیماریوں اور موذی جانوروں کے

شر سے بچنے کے لیے مختلف اذکار اور وظائف بتائے ہیں۔ یہ ایک مستقل باب ہے جو حدیث کی ہر بڑی کتاب میں موجود ہے، مگر آج لوگوں کی اکثریت اس سے لاعلم ہے۔ آج کل حسد، نظر بد، بے سکونی، بے برکتی، لڑائی، حتیٰ کہ پاگل پن اور صرع (مرگی) جیسی بیماریاں عام ہیں، ان سے بچاؤ کے بہت سارے اعمال و وظائف حدیث کی کتابوں میں وارد ہوئے ہیں، نبی کریم ﷺ انھیں پڑھتے رہے اور صحابہ و اہل بیت کو پڑھاتے رہے اور دم کر کے علاج بھی کرتے رہے۔ لیکن آج عام مسلمان ان سے بالکل غافل اور جاہل ہیں، چنانچہ سارا زور جسمانی امراض اور ان کے علاج پر لگا دیا جاتا ہے۔

ہمارے معاشرے کے عوام اور بعض پڑھے لکھے خواص بھی ''معاذ اللہ'' ان اعمال و وظائف کو عقیدے اور دین ہی کے خلاف سمجھنے لگے ہیں اور ان کی حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکاری ہیں جبکہ کتب حدیث ان سے بھری پڑی ہیں، زبانی پختہ عقیدے اور نظریے کا اظہار کرنے والے عمل سے بالکل عاری ہیں، صرف دعویٰ کیے پھرتے ہیں، روحانی حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے تو ایسے افراد دلوں کے سخت ہونے، نماز سے نفرت، رشتہ داروں سے بلاوجہ اختلاف و لڑائی، قرآن پڑھنے سے غفلت، لہو و لعب سے محبت، بے حیائی اور آوارگی کی طرف میلان کو روحانی بیماریوں کے علاوہ کیا نام دیں گے؟ کیا ایک صحیح عقیدے کا حامل مسلمان مسجد، قرآن اور نماز سے نفرت کر سکتا ہے؟ نہیں اور قطعاً نہیں! تو پھر اگر اس کا دل بے زار ہے تو اس کا سبب کیا ہے؟ جسے یہ برا سمجھتا ہے، برا کہتا ہے اسی برائی میں منہمک کیوں ہے؟ اور جسے اچھا سمجھتا ہے اس کے شوق سے عاری کیوں ہے؟ دراصل یہی وہ امراض ہیں جو روح کو متاثر کر کے انسان کے اندر سے ایمان اور اللہ و رسول کی محبت و اطاعت کے جذبے پر زنگ و جراثیم کی شکل میں چڑھ جاتے ہیں۔ اب میڈیکل اور طب یونانی میں تو ان کا علاج نہیں، ان کا علاج صرف وہ اذکار و وظائف ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بتائے ہیں۔ یہی شیطانی اثرات کبھی بڑھ کر اس حد تک چلے جاتے ہیں

کہ شیطان غالب آ کر آدمی کو پاگل بنا دیتا ہے، چنانچہ اس کے چنگل سے نجات کے لیے اسلام نے جو علاج معالجہ بتایا ہے اس کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہیے۔

شیاطین کا وجود، جادو، آسیب، پریشانیاں، دلوں کا متاثر ہونا، نیکی کے شوق کا مٹ جانا اور برائی میں منہمک رہنا سب روح کے روگ ہیں، جن کے علاج کے جھانسے میں اہل شرک و بدعت اور خواہش پرست لوگ جھوٹے اور باطل طریقوں سے انسانیت کے عقائد و اعمال کو تباہ کر رہے ہیں، سو ضرورت تھی کہ اس مسئلہ پر قلم اٹھا کر عام لوگوں کو شریعت کے اس واضح مسئلہ سے متعارف کروایا جائے اور قرآن و حدیث میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے تشخیص کردہ روحانی امراض، شیطانی چالیں اور تدبیریں نمایاں کی جائیں اور پھر ان کا علاج ذکر کر کے راہنمائی کی جائے۔

اس مسئلہ پر سعودی عرب کے جید علمائے کرام الدکتور عبداللہ بن محمد بن احمد الطیار حفظہ اللہ اور فضیلۃ الشیخ سامی بن سلمان المبارک حفظہ اللہ نے قلم اٹھایا اور اس باب میں مفید عام کتاب لکھی، جس کا ترجمہ اور تخریج ہمارے فاضل بھائی حافظ عبدالحنان نے عام فہم اور سادہ انداز میں کر کے عوام الناس کے سامنے پیش کیا ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو لوگوں کے لیے راہنما بنائے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو شیطان کے اثرات، روحانی امراض اور تمام پریشانیوں سے محفوظ رکھے، مصنفین اور مترجم کو اللہ تعالیٰ دونوں جہانوں میں اس کا بہترین اجر و ثواب عطا فرمائے۔ (آمین!)

والسلام

ابو سعد احسان الحق شہباز

قلعہ دیدار سنگھ ضلع گوجرانوالہ

باب اول

جنات کی حقیقت

جن انسانوں اور فرشتوں کے علاوہ ایک الگ مخلوق ہیں۔ عقل مند ہونا، خیر و شر کے راستوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار رکھنا، ارادہ کرنا اور عبادت الٰہی کا مکلّف و پابند ہونا جن و انس کے درمیان قدر مشترک ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاريات:٥٦)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔''

جنات اپنی پیدائش اور تخلیق کے لحاظ سے انسانوں سے یکسر مختلف ہیں۔ ممتاز عالم دین شیخ عبدالکریم نوفان فواز عبیدات فرماتے ہیں:

''جنات انسانوں کی طرح ذی روح مخلوق ہیں جو عقلمند، صاحب ارادہ اور مکلّف ہوتے ہیں، انسانی حواس سے پوشیدہ اور مادیت سے آزاد ہوتے ہیں، اپنی اصلی شکل وصورت میں دکھائی نہیں دیتے۔ مختلف شکلیں اختیار کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔ کھاتے پیتے اور شادی بیاہ کرتے ہیں، ان کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوتی ہے اور یہ روز آخرت اپنے اعمال کے جواب دہ بھی ہوں گے۔''[1]

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] عالم الجن فی ضوء الکتاب والسنة: ص ٨، ٩۔

''جنات وہ مجسم اور پوشیدہ مخلوق ہے جو عقل و شعور رکھتی ہے اور ان پر ہوائی آگ کا غلبہ ہوتا ہے۔''[1]

واضح ہو کہ جنات کو ان کی اصلی شکل و صورت میں دیکھنا ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے:

﴿ يَا بَنِىٓ آدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُم مِّنَ الْجَنَّةِ يَنزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَآ اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾

(الاعراف: ۲۷)

''اے اولاد آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا کہ اس نے تمھارے ماں باپ کو جنت سے باہر کرا دیا، ایسی حالت میں کہ ان کا لباس بھی اتروا دیا تا کہ وہ ان کو ان کی شرم گاہیں دکھائے، وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے رہتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے، ہم نے شیطانوں کو انہی لوگوں کا دوست بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔''

جنوں کا انسانوں سے کم تر ہونا:

جن قدر و منزلت اور عز و شرف کے اعتبار سے انسانوں سے کم تر ہیں۔ جناب شیخ ابوبکر جابر الجزائری فرماتے ہیں:

''بلاشبہ جن خواہ کتنے ہی صالح و نیک کیوں نہ ہوں وہ انسانوں سے قدر و منزلت میں کم تر ہوتے ہیں کیونکہ خالق کائنات اللہ جل جلالہٗ نے انسان کی عظمت و فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

[1] فتح القدیر: ۵ / ۳۰۳۔

﴿ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَ رَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً ﴾

(بنی اسرائیل: ۷۰)

''یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انھیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں اور انھیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دیں اور اپنی بہت سی مخلوق پر انھیں فضیلت عطا فرمائی۔''

جبکہ جنات کی ایسی فضیلت کسی بھی آسمانی کتاب میں ثابت ہے نہ کسی رسول اور نبی نے بیان کی ہے، جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسان جنوں سے قدر و منزلت کے لحاظ سے افضل و برتر ہیں اور اسی طرح انسانوں کے مقابلے میں جنات کا احساس کمتری کا شکار ہونا بھی مذکورہ حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔ سورۂ جن میں اللہ تعالیٰ نے جنات کے احساس کمتری کو آشکار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ جب بعض نادان انسان جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے تو وہ انسانوں کی جانب سے اپنی بڑائی کے اظہار کو دیکھ کر پھولے نہ سماتے اور ان کی طغیانی اور سرکشی اور کفر و انکار میں مزید اضافہ ہو جاتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴾ (الجن :٦)

''بات یہ ہے کہ چند انسان بعض جنات سے پناہ طلب کیا کرتے تھے جس سے جنات اپنی سرکشی میں اور بڑھ گئے۔''

مسئلہ زیر بحث کی مزید وضاحت اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ جب کوئی انسان جنات اور ان کے بڑوں کے ناموں کا وسیلہ پکڑتا یا ان کے بزرگوں کی قسم کھاتا

تو وہ اس کی درخواست پر لبیک کہتے اور اس کی حاجت کو پورا کرتے تھے۔ جنات کے مذکورہ طریق کار سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انھیں انسانوں کے مقابلے میں اپنے حقیر اور کم تر ہونے کا شعور اور احساس ہے۔لیکن یہ اس وقت ہے جب انسان اللہ تعالیٰ پر پختہ ایمان لائے، صرف اسی کی عبادت کرے، توحید ربوبیت کے تقاضے بجا لائے اور اللہ کریم کے اسمائے حسنیٰ اور اعلیٰ صفات میں اس کو یکتا مانے۔ کیونکہ جو انسان کافر اور مشرک ہیں ان سے موحد اور صالح جن بلاشک وشبہ افضل واعلیٰ ہیں۔''[1]

بلکہ جو انسان کافر اور مشرک ہیں وہ تو چوپایوں سے بھی گھٹیا اور بدتر ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴾ (الفرقان: ٤٤)

''وہ تو محض جانور ہیں بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔''

جنات کی وجہ تسمیہ:

جن کو جن اس لیے کہتے ہیں کہ یہ انسانوں کی نگاہوں سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ (عربی میں ''ج ن ن'' مادہ کے معنی میں پوشیدہ ہونا متحقق ہے) جنات انسانوں کو دیکھتے ہیں مگر انسان جنات کو ان کی اصلی صورت میں نہیں دیکھ سکتے البتہ دوسری شکلوں میں بعض اوقات ان کو دیکھا جاسکتا ہے، مثلاً حیوانات وغیرہ کی شکل میں۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ﴾ (الاعراف: ٢٧)

''وہ اور اس کا لشکر تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔''

---

1. عقيدة المؤمن : ٢٢٨۔

جنات کی تخلیق کب ہوئی؟:

قرآن کریم کی نص کے مطابق جنات انسانوں سے قبل پیدا کیے گئے۔ ارشاد رب العالمین ہے:

﴿ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُونٍ ۝ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ﴾ (الحجر: ۲۶، ۲۷)

"یقیناً ہم نے انسان کو کالی اور سڑی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا فرمایا ہے اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لُو والی آگ سے پیدا کیا۔"

جنات کی تخلیق کس سے ہوئی؟

اللہ تعالیٰ نے جنات کو آگ سے پیدا فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالْجَانَّ خَلَقْنَاهُ مِن قَبْلُ مِن نَّارِ السَّمُومِ ﴾ (الحجر: ۲۷)

"اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لُو والی آگ سے پیدا کیا۔"

اور مزید فرمایا:

﴿ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِن مَّارِجٍ مِّن نَّارٍ ﴾ (الرحمٰن: ۱۵)

"اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔"

رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُّورٍ وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ)) [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الزهد والرقاق، باب فی أحادیث متفرقة: ۲۹۹۶۔ سلسلة الأحادیث الصحیحة: ٤٥٨۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ۳۲۳۸۔

''فرشتے نور سے اور جنات آگ سے پیدا کیے گئے اور آدم علیہ السلام اس چیز سے پیدا کیے گئے جو تمھارے لیے وصف (خاکی) بیان کیا گیا (یعنی مٹی سے)۔''

جنات کی اقسام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْجِنُّ ثَلَاثَۃُ اَصْنَافٍ فَصِنْفٌ یَطِیْرُ فِی الْھَوَاءِ وَصِنْفٌ حَیَّاتٌ وَ کِلَابٌ وَصِنْفٌ یَحِلُّوْنَ وَ یَظْعَنُوْنَ))①

''جنات کی تین اقسام ہیں، ایک قسم جو ہوا میں اڑتے ہیں، ایک قسم جو سانپ اور کتوں کی شکل میں ہوتے ہیں اور ایک قسم جو منزل میں اترتی اور کوچ کر جاتی ہے۔''

جنات کو ان کی مختلف صفات کی بنا پر مختلف نام دیے گئے ہیں، ان کا مطلق تذکرہ ہو تو انھیں جن ہی کہا جاتا ہے، جو جن انسانوں کے ساتھ رہتے ہیں انھیں عامر کہتے ہیں، جو جنات بچوں کو خوف زدہ کرتے ہیں انھیں ارواح (بدروحیں) کہا جاتا ہے، جو جنات خبیث اور ہٹ دھرم ہوں انھیں شیطان بولا جاتا ہے، جو جنات طغیانی و سرکشی میں حد سے گزر جاتے ہیں انھیں مارد (سرکش) کا نام دیا جاتا ہے اور جو جنات بڑے بڑے پتھروں کو اٹھانے کی طاقت رکھتے ہیں انھیں عفریت کہا جاتا ہے۔②

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جنات کے کئی روپ ہیں، وہ کبھی انسانوں اور حیوانوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی سانپوں اور بچھوؤں کی صورت دھار لیتے ہیں۔ وہ اونٹ، گھوڑا،

---

① صحیح الجامع الصغیر للالبانی : ۳۱۱۴ ـ طبرانی کبیر : ۵۷۳/۲۲ـ مستدرك حاکم: ۴۵۶/۲ـ

② مطالب أولی النھی شرح غایة المنتھی : ۶۴۲/۱ـ

بکری، گائے، گدھا، پرندہ اور ابن آدم سب کی شکل میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔"[1]

مزید فرماتے ہیں:

"جنات اکثر اوقات سیاہ کتے اور سیاہ بلی کی شکل دھارتے ہیں کیونکہ سیاہ رنگ شیطانی قوتوں کو جمع کرنے کی نسبتاً زیادہ قدرت رکھتا ہے اور اس میں حدت و حرارت بھی قدرے زیادہ ہوتی ہے۔"[2]

کیا جنات شریعت مطہرہ کی اتباع کے پابند ہیں؟:

اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ دین صرف اسلام ہے اور محمد ﷺ کی رسالت محمدیہ دائمی، آخری اور تمام جن و انس کے لیے عام ہے۔ انسانوں کی طرح جنات بھی شریعت مطہرہ کی اتباع کرنے کے پابند اور مکلّف ہیں۔ جنات میں جہاں مومن ہوتے ہیں وہاں فاسق و فاجر بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴾ (الجن: ١١)

"اور یہ کہ بے شک بعض تو ہم میں نیکوکار ہیں اور بعض اس کے برعکس بھی ہیں، ہمارے کئی طرح کے مذہب ہیں۔"

اور سورۂ رحمٰن میں فرمایا:

﴿ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ (الرحمن: ٤٣ _ ٤٥)

"یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم جھوٹا جانتے تھے، وہ اس کے اور کھولتے ہوئے گرم پانی کے درمیان چکر کھائیں گے۔ پس تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو

---

1. إيضاح الدلالة في عموم الرسالة لابن تيمية۔
2. مجموع الفتاویٰ لابن تيمية: ١٩/٥٢، الرئاسة العامة۔

جھٹلاؤ گے۔''

نبی کریم ﷺ نے جنات کو وعظ و تبلیغ فرمائی تھی اور انھیں کفر و شرک کے انجام بد سے ڈرایا تھا، جس کا ایمان افروز تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب محکم قرآن مجید میں ان الفاظ کے ساتھ فرمایا:

﴿ وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ﴾ (الاحقاف:٢٩)

''اور (یاد کرو) جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تیری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنے۔ پس جب وہ اس (نبی) کے پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے: ''خاموش ہو جاؤ'' پھر جب (قرآن کا پڑھنا) تمام ہوا تو (وہ جن) اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لیے واپس لوٹ گئے۔''

بلکہ جن وانس کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ کی عبادت کرنا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات:٥٦)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔''

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مومن جن مومن انسانوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے جبکہ کافر جن کافر انسانوں کی طرح جہنم کا ایندھن بنائے جائیں گے۔ جس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان اقدس ہے:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ﴾ (الرحمن:٤٦)

''اور ہر اس شخص کے لیے (وہ جن ہو یا انسان) جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا دو جنتیں ہیں۔''

مذکورہ بالا حقیقت ہمارے اپنے ذاتی مشاہدے میں اس وقت آئی جب ہم نے بعض مریضوں پر دم کیا، جنھیں جنات کی شکایت تھی کہ بعض جن کافر تھے جو بالآخر دعوت حق قبول کر کے دائرۂ اسلام میں داخل ہوگئے اور بعض مسلمان تھے مگر فاسق و فاجر تھے، وہ نصیحت قبول کر کے راہ راست پر آگئے۔

جنات کے وجود کا ثبوت:

گزشتہ صفحات میں ہم نے یہ حقیقت بیان کی ہے کہ کتاب وسنت سے ثابت غیبی امور پر ایمان لانا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے۔ ان میں جنات بھی شامل ہے، جن کا ذکر شرعی نصوص میں ثابت ہے۔ اب آپ اس ضمن میں کتاب وسنت کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

قرآن کریم سے دلائل:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كَافِرِيْنَ ﴾

(الانعام: ۱۳۰)

’’اے جن وانس کی جماعت! کیا تمھارے پاس تمھی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے، جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے؟ وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈالے رکھا تھا اور انھوں نے (اب) خود اپنے اوپر گواہی دی کہ وہ کفر کرتے تھے۔‘‘

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴾
(حٰمٓ السجدة :١٣)

''(اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے) لیکن میری یہ بات بالکل حق ہوچکی ہے کہ میں ضرور ضرور جہنم کو انسانوں اور جنوں سے بھر دوں گا۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۂ حجر میں فرمایا:

﴿ وَالْجَآنَّ خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴾ (الحجر : ٢٧)

''اور اس سے پہلے جنات کو ہم نے لُو والی آگ سے پیدا کیا۔''

جنات کے وجود کا ثبوت سورۂ ذاریات کی اس آیت سے بھی ملتا ہے:

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ (الذاريات:٥٦)

''میں نے جنوں اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔''

اللہ تعالیٰ نے سورۂ رحمٰن میں جن وانس دونوں کو مخاطب کر کے فرمایا:

﴿ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطَانٍ ﴾ (الرحمن :٣٣)

''اے گروہ جن وانس! اگر تم میں آسمانوں اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جانے کی طاقت ہے تو نکل بھاگو، بغیر غلبہ اور طاقت کے تم نہیں نکل سکتے۔''

سورۂ جن بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ﴾
(الجن :١)

''(اے میرے رسول!) آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک

جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔''

مذکورہ بالا آیات کریمہ اور دیگر کئی ایک آیات مقدسہ میں بھی جنات کا اور ان کے بعض حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے اور قرآن کریم ایسی چیز کے متعلق کلام نہیں کرتا جس کا وجود نہ ہو، لہٰذا جس کے وجود کی شہادت قرآن پاک دے اس کا انکار ممکن نہیں، خواہ ہمیں اس کے وجود کا ادراک نہ ہو۔

احادیث سے دلائل:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَفَقَدْنَاهُ فَالْتَمَسْنَاهُ فِي الْأَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ فَقُلْنَا اسْتُطِيرَ أَوِ اغْتِيلَ قَالَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا إِذَا هُوَ جَاءٍ مِنْ قِبَلِ حِرَآءَ قَالَ فَقُلْنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ! فَقَدْنَاكَ فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ نَجِدْكَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ فِيهَا قَوْمٌ فَقَالَ: أَتَانِي دَاعِيَ الْجِنِّ فَذَهَبْتُ مَعَهُ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ قَالَ ابْنُ مَسْعُودٍ: فَانْطَلَقَ بِنَا فَأَرَانَا آثَارَهُمْ وَآثَارَ نِيرَانِهِمْ وَسَأَلُوهُ الزَّادَ فَقَالَ: لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي أَيْدِيكُمْ أَوْفَرُ مَا يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٌ لِدَوَآبِّكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَلَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَإِنَّهُمَا طَعَامُ إِخْوَانِكُمْ))[1]

''ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ رات کے وقت آپ گم ہو گئے، ہم نے آپ کو پہاڑوں کی وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا مگر آپ نہ ملے، ہم نے سمجھا کہ آپ کو جن اڑا لے گئے یا کسی دشمن نے خفیہ طریقے سے آپ کو

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الجهر بالقرائة في الصبح والقرائة على الجن: ٤٥٠۔

قتل کر ڈالا ، بہر حال رات ہم نے بڑی پریشانی کے عالم میں گزاری، جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ آپ حراء (جبل نور جو مکہ اور منیٰ کے درمیان ہے) کی طرف سے آ رہے ہیں، ہم نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! رات ہم نے آپ کو گم پایا، بہت تلاش کیا مگر آپ نہ ملے، ہم نے بڑی پریشانی کے عالم میں رات بسر کی ہے۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے جنوں کی طرف سے ایک بلانے والا آیا، میں اس کے ساتھ گیا اور جنوں کو قرآن سنایا۔'' اس کے بعد نبی کریم ﷺ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے اور جنوں کے نشانات اور ان کی آگ کے نشان دکھائے۔ جنوں نے آپ سے اپنی خوراک کا سوال کیا، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ہر اس جانور کی ہڈی جو اللہ کے نام پر قربان کیا جائے تمھاری خوراک ہے، تمھارے ہاتھ میں پہنچتے ہی وہ ہڈی گوشت سے پر ہو جائے گی اور ہر اونٹ کی مینگنی تمھارے جانوروں کی خوراک ہے۔'' پھر رسول اللہ ﷺ نے (ہمیں) فرمایا: ''ہڈی اور گوبر سے استنجا مت کیا کرو، اس لیے کہ وہ تمھارے بھائی جنوں اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُّوْرٍ وَخُلِقَ الْجَآنُّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ)) ①

''ملائکہ نور سے اور جنات آگ سے پیدا کیے گئے اور آدم علیہ السلام اس چیز سے پیدا کیے گئے جو تمھارے لیے وصف (خاکی) بیان کیا گیا۔''

---

① صحيح مسلم، كتاب الزهد والرقاق، باب في أحاديث متفرقة : ٢٩٩٦۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة : ٤٥٨۔ صحيح الجامع الصغير للالباني : ٣٢٣٨۔

عقلی دلیل:

مولانا عبدالکریم عبیدات فرماتے ہیں:

''کائنات کے جو عالم اور جہاں ہمارے حواس سے پوشیدہ اور مخفی ہیں عقل سلیم ان کے وجود کا انکار نہیں کرتی، کیونکہ کائنات میں بہت ساری اشیاء کے وجود کا ثبوت ملتا ہے مگر انسان ان کو دیکھ نہیں پاتا۔ انسان کا کسی شے کو نہ دیکھ سکنا اس کے وجود کی نفی کو لازم نہیں ہے۔'' ①

ممتاز مفسر قرآن الشیخ محمد رشید رضا فرماتے ہیں:

''اگر کسی چیز کا نظر نہ آنا اس کے وجود کی نفی پر دلالت کرتا اور یہ اصول صحیح اور تسلیم شدہ ہوتا تو پھر اہل عقل کو انہی چیزوں پر اعتماد کرنا چاہیے تھا جو نظر آتی ہیں، کسی نظر نہ آنے والی چیز پر تحقیق نہیں کرنی چاہیے، اگر ایسا ہی ہوتا تو پھر ان جراثیم وغیرہ کا انکشاف نہ ہوتا جن کی بنیاد پر علوم طب و جراحت ترقی کے آخری مراحل تک پہنچے ہوئے ہیں۔'' ②

سید قطب شہید رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

''وہ لوگ جو عقل یعنی اپنے علم و تجربہ اور مشاہدہ کو ڈھال بناتے ہیں وہ نہ جانے کس بنیاد پر اس کائنات کے بہت سارے امور (یعنی جنات وغیرہ) کا انکار کرتے ہیں، جن کے وجود کو خود اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا ہے۔ معلوم نہیں کیوں یہ لوگ اپنے اس (باطل) نظریے پر قائم ہیں؟ حالانکہ جس طرح ان کا بشری علم سیارہ زمین کے تمام جانداروں کی اقسام و اجناس کا احاطہ کرنے کا دعویٰ نہیں کرتا اسی طرح ان کا یہ (ناقص) علم دوسرے سیاروں کی مخلوقات کا مکمل

---

❶ عالم الجن فی ضوء الکتاب والسنۃ لعبد الکریم عبیدات: ص ۸۲، ۸۳۔

❷ تفسیر المنار، محمد رشید رضا: ۳۶٦/۸۔

ادراک کرنے سے یکسر قاصر ہے۔''[1]

شیخ عبدالکریم نوفان عبیدات بیان کرتے ہیں:

''بلاشبہ بشری عقل کی انتہا یہی ہے کہ وہ کائنات کے جملہ اسرار کے ادراک سے قاصر ہے اور کائنات میں اللہ تعالیٰ کی بعض آیات اور عجائب و لطائف کو محض اس لیے تسلیم نہ کرنا کہ وہ انسانی عقل وفہم اور احساس وتصور سے بالاتر ہیں، بہت بڑی جہالت اور نادانی ہے۔ وہ تمام حقائق جن کا تعلق ان مخلوقات کے ساتھ ہے جو ہمیں نظر نہیں آتی، مثلاً ملائکہ، جنات اور روحیں، ہمارے لیے ان پر اس حد تک ایمان لانا اور اپنی عقل کو اس کے سامنے سرتسلیم کرانا ضروری ہے جس حد تک اس کے متعلق وحی نازل ہوچکی ہے کیونکہ روحانی اور غیبی امور میں وحی کی راہ نمائی کے بغیر اکیلی عقل وادیٔ ضلالت میں بھٹک جاتی ہے۔''[2]

مغربی اور دیگر مادی تہذیبوں نے صرف عقل کو کسوٹی اور معیار بنانے اور دیگر حقائق سے انحراف ہی کی وجہ سے غلطی کھائی ہے۔ اسی طرح کئی مسلمان بھی شرعی نصوص کو اپنی عقل ناقص کی کسوٹی پر پرکھنے لگے تو بنیادی عقائد سے منحرف ہوکر دائرۂ اسلام سے دور ہونے لگے۔

جنات کی قیام گاہیں اور ان کی محبوب جگہیں:

بعض لوگ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ جنات زمین کی نچلی تہ میں رہائش رکھتے ہیں، ان کا یہ گمان غلط ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ وہ زمین کے اوپر ہی رہائش رکھتے ہیں اور مختلف مقامات پر رہتے ہیں۔ ہم درج ذیل سطور میں ان مقامات کا تذکرہ کر رہے ہیں جہاں

---

1. تفسیر فی ظلال القرآن: ٦/٣٧٢٢۔
2. عالم الجن فی ضوء الکتاب والسنۃ لعبد الکریم عبیدات: ص ٨٨، ٨٩۔

جنات کا اکثر آنا جانا ہوتا ہے اور وہ وہاں رہائش رکھتے ہیں:۔

① بیابان، صحرا، درّے، جنگل اور وادیاں وغیرہ۔

گزشتہ صفحات میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی ایک مقام پر جنات سے ملاقات کی تھی اور انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی تھی۔ ①

② کوڑا کرکٹ اور گندگی وغیرہ پھینکنے کی جگہ اور جہاں انھیں ان کا کھانا میسر ہوتا ہے۔

③ غسل خانوں اور بیت الخلا وغیرہ میں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ هٰذِهِ الْحُشُوْشَ مُحْتَضَرَةٌ فَإِذَا أَتٰى اَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَقُلْ: أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ)) ②

''بے شک یہ بیت الخلا جنات کے حاضر ہونے کی جگہیں ہیں، پس جب تم میں سے کوئی بیت الخلا کو آئے تو یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))

''اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں خبیث جنوں اور جنیوں (کے شر) سے۔''

④ غاریں، شگاف، بل اور زمینی سوراخ وغیرہ میں۔

سیدنا عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ صحيح مسلم: ٤٥٠۔

❷ ابو داوٗد، كتاب الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء: ٦ ۔ صحيح الجامع الصغير للالبانی: ٢٦٦٣۔

((لَا يَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِيْ جُحْرٍ قَالُوْا لِقَتَادَةَ وَمَا يُكْرَهُ الْبَوْلُ فِي الْجُحْرِ؟ قَالَ يُقَالُ اِنَّهَا مَسَاكِنُ الْجِنِّ)) ①

''تم میں سے کوئی کسی سوراخ (بل) میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔'' انھوں نے سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: ''سوراخ میں پیشاب کرنا کیوں ناپسند کیا گیا ہے؟'' تو انھوں نے جواب دیا: ''کہا جاتا ہے کہ یہ جنات کی قیام گاہیں ہیں۔''

⑤ بعض جن انسانوں کے ساتھ ان کے گھروں میں رہائش رکھتے ہیں جنھیں ''عامر'' کہا جاتا ہے۔ اس کی دلیل صحیح مسلم کی وہ روایت ہے جس میں ایک انصاری نوجوان کا قصہ مذکور ہے، جس نے اپنے گھر میں سانپ کی شکل میں جن کو پایا اور اسے قتل کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ بِالْمَدِيْنَةِ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ قَدْ اَسْلَمُوْا فَمَنْ رَأَى شَيْئًا مِنْ هٰذِهِ الْعَوَامِرِ فَالْيُؤْذِنْهُ ثَلَاثًا فَاِنْ بَدَا لَهُ بَعْدُ فَلْيَقْتُلْهُ فَاِنَّهُ شَيْطَانٌ)) ②

''بے شک مدینہ میں جنوں کا ایک گروہ اسلام لا چکا ہے، پس جو کوئی ان عوامر (گھر کے سانپوں) میں سے کسی کو دیکھے تو وہ اس کو تین بار مہلت دے، اگر اس کے بعد بھی وہ ظاہر ہو تو اس کو مار ڈالے، کیونکہ وہ شیطان ہے۔''

⑥ اونٹوں کے باڑے بھی جنات کی قیام گاہیں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ نسائی، کتاب الطھارۃ، باب کراھیۃ البول فی الجحر: ٣٤۔ ابوداوٗد: ٢٩۔ یہ حدیث ضعیف ھے، دیکھیے: ضعیف ابوداوٗد: ٢٩۔ ضعیف نسائی: ٣٤۔

❷ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب قتل الحیّات وغیرھا: ٢٢٣٦۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ٢٠٣٧۔

((صَلُّوا فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِی اَعْطَانِ الْاِبِلِ)) ①

''بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھ لیا کرو لیکن اونٹوں کے باڑوں میں نماز نہ پڑھنا۔''

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صَلُّوا فِیْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَلَا تُصَلُّوا فِی اَعْطَانِ الْاِبِلِ فَاِنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الشَّیَاطِیْنِ)) ②

''بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھ لیا کرو لیکن اونٹوں کے باڑوں میں نماز نہ پڑھو کیونکہ وہ شیطانوں میں سے پیدا کیے گئے ہیں۔''

⑦ غیر آباد جگہیں یعنی کھنڈرات وغیرہ میں۔

⑧ قبرستان بھی جنات کی آماجگاہیں ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس لیے بیابانوں، کھنڈروں، گندی جگہوں مثلاً بیت الخلا اور غلاظت کے ڈھیروں میں جنات بکثرت پائے جاتے ہیں اور اسی طرح نخلستان اور قبرستانوں میں بھی یہ پائے جاتے ہیں اور وہ عامل اور نجومی جن کے ساتھ شیاطین ملے ہوتے ہیں ان کا آپس میں رابطہ ہوتا ہے اور ان کے احوال اور شکلیں رحمانی ہونے کی بجائے شیطانی ہوتی ہیں، وہ اکثر ایسی ہی جگہوں کا انتخاب کرتے ہیں جو شیطانوں کی پناہ گاہیں ہوتی ہیں۔'' ③

---

❶ ترمذی ، کتاب الصلاۃ، باب ما جاء فی الصلوٰۃ فی مرابض الغنم و اعطان الابل : ۳۴۸۔ مسند احمد : ۴۵۱/۲۔ الارواء للالبانی : ۹۴/۱۔

❷ مسند احمد : ۸۶/۴۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ۳۷۸۸۔ الارواء للالبانی: ۱۷۶۔

❸ مجموع الفتاویٰ لابن تیمیۃ : ۱۹/ ۴۰، ۴۱۔

⑨ بازاروں میں۔

بازاروں میں جنات اکثر موجود ہوتے ہیں کیونکہ بازاروں میں شرعی احکامات کی خلاف ورزی بہت زیادہ ہوتی ہے جیسا کہ عورتوں کا اظہار زیب و زینت کرنا اور دکانداروں کا جھوٹ بولنا وغیرہ۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''تو نہ تو بازار میں سب سے پہلے داخل ہو اور نہ سب سے آخر میں بازار سے نکل۔''[1]

اسی طرح ایک صحابی رسول حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((لَا تَكُونَنَّ اِنِ اسْتَطَعْتَ اَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ السُّوقَ وَلَا آخِرَ مَنْ يَّخْرُجُ مِنْهَا فَاِنَّهَا مَعْرِكَةُ الشَّيْطَانِ وَ بِهَا يَنْصِبُ رَأْيَتَهُ))[2]

''اگر تم استطاعت رکھو تو بازار میں سب سے پہلے ہرگز داخل نہ ہونا اور نہ سب سے آخر میں اس سے نکلنا، کیونکہ وہ شیطان کی معرکہ آرائی کی جگہ ہوتے ہیں اور ان میں وہ اپنا جھنڈا نصب کرتا ہے۔''

زمین پر جنات کے پھیلنے کے اوقات:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا كَانَ جُنْحُ اللَّيْلِ اَوْ اَمْسَيْتُمْ فَكُفُّوا صِبْيَانَكُمْ فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَنْتَشِرُ حِيْنَئِذٍ فَاِذَا ذَهَبَ سَاعَةٌ مِّنَ اللَّيْلِ فَحُلُّوهُمْ فَاَغْلِقُوا الْاَبْوَابَ وَاذْكُرُوا

---

❶ طبرانی کبیر: ۳۰۹۶۔ اس کی سند میں کلام ہے (العلل المتناهية: ۲/ ۱۰۰) اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ صحابی کا قول ہے جیسا کہ اس کے بعد مسلم کی حدیث میں ہے۔

❷ مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل أم سلمة رضي الله عنها: ۲۴۵۱۔

اسْمَ اللّٰهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَفْتَحُ بَابًا مُّغْلَقًا وَ اَوْكُوْا قِرَبَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَخَمِّرُوْا آنِيَتَكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَ لَوْ اَنْ تَعْرُضُوْا عَلَيْهَا شَيْئًا وَاَطْفِئُوْا مَصَابِيْحَكُمْ))[1]

''جب رات کی تاریکی چھا جائے یا شام ہوجائے تو اپنے بچوں کو باہر مت نکلنے دو، اس لیے کہ شیاطین اس وقت (زمین پر) پھیل جاتے ہیں، پھر جب ایک گھڑی رات گزر جائے تو ان کو چھوڑ دو اور دروازے بند کرلو اور اللہ تعالیٰ کا نام لو اس لیے کہ شیطان بند دروازے نہیں کھولتا اور بسم اللہ پڑھ کر اپنی مشکوں کو بند کر دو اور بسم اللہ پڑھ کر اپنے برتنوں کو ڈھانپ دو اگرچہ کسی معمولی سی چیز ہی کے ساتھ سہی اور اپنے چراغوں کو بجھا دو۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تُرْسِلُوْا فَوَاشِيَكُمْ وَصِبْيَانَكُمْ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ فَاِنَّ الشَّيَاطِيْنَ تَبْعَثُ اِذَا غَابَتِ الشَّمْسُ حَتّٰى تَذْهَبَ فَحْمَةُ الْعِشَاءِ))[2]

''جب سورج غروب ہو جائے تو تم اپنے چوپایوں اور بچوں کو نہ چھوڑو حتیٰ کہ عشاء کی سیاہی ختم ہوجائے، بے شک شیاطین غروب آفتاب کے وقت (زمین) پر پھیلتے ہیں یہاں تک کہ عشاء کی تاریکی ختم ہوجائے۔''

جنات کے زمین پر پھیلنے کے اوقات زیادہ تر یہی ہیں۔ پس مسلمان کو چاہیے کہ جب

---

1. صحیح البخاری، کتاب الأشربة، باب تغطیة الإناء : ٥٦٢٣۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربة: باب استحباب تخمیر الإناء : ٢٠١٢۔
2. صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب استحباب تخمیرالإناء : ٢٠١٣۔

وہ ایسے مقامات سے گزرے یا ان مذکورہ اوقات کو پائے تو وہ ان مسنون دعاؤں کے ذریعے تحفظ حاصل کرے جن کا تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ صفحات میں آئے گا۔

مصائب سے بچاؤ کا طریقہ

اکثر انسانوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ ان وسائل کو اختیار کریں جن کے ذریعے وہ دنیا کے مصائب وحوادث سے بچ جائیں اوران کی زندگی بیماریوں اور ناگہانی آفتوں، جیسے گر کر مرنے، جل جانے اور غرق ہو جانے سے بچ جائے۔تو حفاظت کے لیے احتیاطی تدابیر کو اختیار کرنے میں شرعا وعقلا کوئی چیز مانع نہیں اور ایک مقولہ بھی ہے: " اَلْوِقَايَةُ خَيْرٌ مِنَ الْعِلَاجِ " کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ بلکہ شریعت اسلامیہ نے ضروریات خمسہ یعنیجان، مال ،عزت ، دین اور عقل کی حفاظت پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔لیکن انسانوں کی سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ وہ تحفظ کے مادی طریقوں پرتو بہت اعتماد کرتے ہیں لیکن انھوں نے روزِ جزا کے عظیم خطرے سے بچاؤ کے راستوں کو فراموش کر دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ﴾ (المزمل : ۱۷)

’’پس اگرتم نے بھی انکار کیاتو اس دن سے کس طرح بچو گے (جس کی سختی کا یہ عالم ہے کہ) وہ بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔‘‘

پس مسلمان پر واجب ہے کہ وہ روز جزا کی سختیوں سے بچنے کے اسباب کو اپنائے اور وہ ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا، اس کی کتاب پر استقامت کے ساتھ کار بند رہنا اور صالح عمل بجالانا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَآيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيمٍ ○ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴾ (الصف: ۱۰،۱۱)

''پس اے ایمان والو! کیا میں تم کو ایسی تجارت نہ بتاؤں جو تم کو (آخرت کے) دردناک عذاب سے بچالے؟ (سنو وہ یہ ہے کہ) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرو اگر تم کو علم ہو تو یہ بات تمھارے لیے بڑی ہی مفید ہے۔''

اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ اِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ اَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَاَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ ﴾

(حمٓ السجدہ: ۳۰)

''بے شک وہ لوگ جنھوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ (اس عقیدہ پر) جمے رہے ان پر فرشتے اترتے ہیں اور (کہتے ہیں) کہ تم مت ڈرو اور مت غم کھاؤ اور اس بہشت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔''

اور سورۂ نحل میں فرمایا:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ (النحل: ۹۷)

''جو نیک کام کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مومن ہو، اسے ہم پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور انھیں ان کے اعمال کا بہترین صلہ دیں گے۔''

اور جب ایک مسلمان روز حساب کے مصائب سے بچاؤ کے اسباب کو بروئے کار

لائے گا تو پھر دنیا کے شر سے بچاؤ کے اسباب و وسائل کو اختیار کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے، کیونکہ دنیاوی مشکلات و مصائب کی وجہ بھی تو انسان کے اپنے سیاہ کرتوت اور گناہ ہی تو ہیں۔ الغرض نافرمانی اور گناہ ہی دنیا و آخرت میں انسان کے لیے فتنہ و شر اور ابتلا و آزمائش کا سبب ہوتے ہیں۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وَ هَلْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ شَرٌّ وَّ دَاءٌ سَبَبُهُ اِلَّا الذُّنُوْبَ وَ الْمَعَاصِيَ"①

"دنیا و آخرت میں جو بھی شر اور تکلیف ہے اس کا سبب گناہ اور معاصی ہی تو ہیں۔"

دنیاوی شر سے بچاؤ کے اسباب کی دو قسمیں ہیں:۔

① مادی اسباب

② الٰہی اسباب

ہماری بحث دوسری قسم سے متعلق ہے، بلاشبہ یہ اسباب اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ نفع بخش ہوتے ہیں۔ پس سنت مطہرہ میں تمام تکالیف کا علاج موجود ہے لیکن انسان اس سے غافل ہے، اگر مسلمان شرعی اور مسنون دعاؤں اور اذکار پر توجہ دے اور اپنے اہل خانہ اور ماتحتوں کو اس کی تعلیم دے تو وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہر قسم کے شر اور پریشانی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

ہر عمل جو سنت سے ثابت ہے وہ متعلقہ مرض کے لیے یقینی طور پر نفع بخش ہے حتیٰ کہ اگر اس کو استعمال کرنے والا کوئی فائدہ نہ پائے تو تب بھی اس کے نفع بخش ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ فائدہ نہ پہنچنے کا سبب مریض یا معالج کا اپنا کوئی فعل اور عدم یقین ہوگا جبکہ حبیب رب العالمین رسول رحمۃ للعالمین سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے ایک صحابی سے فرمایا جس کے بھائی کا پیٹ شہد استعمال کرنے کے باوجود ٹھیک نہ ہوا:

---

❶ الجواب الكافي : ص ٤٦۔

((صَدَقَ اللّٰهُ وَ كَذَبَ بَطْنُ اَخِيْكَ)) ①

''اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کے پیٹ نے جھوٹ بولا۔''

ہمارے اپنے تجربے سے ثابت ہوا ہے کہ اکثر مصیبت زدہ لوگ خود ہی ان مسنون دعاؤں اور شرعی اذکار کو پڑھنے میں تساہل اور سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں جو اللہ کے حکم کے ساتھ ہر ظاہری اور پوشیدہ شر سے بچاؤ کے لیے مضبوط قلعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

جناتی و شیطانی شر سے بچاؤ کے اسباب:

درج ذیل سطور میں ان اسباب کو بیان کیا جا رہا ہے جو جناتی و شیطانی شر سے محفوظ رکھتے ہیں اور اگر کوئی شر میں مبتلا ہو چکا ہو تو اس کو نجات دلاتے ہیں:۔

① اللہ تعالیٰ کے لیے خالص توحید کا اقرار و اظہار:

توحید کی تین اقسام ہیں:۔

① توحید ربوبیت

② توحید الوہیت

③ توحید اسماء و صفات

① توحیدِ ربوبیت:

اس حقیقت کا علم حاصل کرنا اور اقرار کرنا کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا رب اور مالک ہے اور تمام مخلوق کے امور کی تدبیر کرنے والا ہے، یہ تمام کائنات اپنے ارض و سما، جن و انس، بحر و بر، حجر و شجر، سورج، چاند، ستاروں، ملائکہ اور افلاک سمیت اللہ تعالیٰ کی فرمانبردار اور اس کے امر کونی کے سامنے مطیع ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

---

① بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعسل: ٥٦٨٤۔ مسلم: ٢٢١٧۔

﴿ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا ﴾

(آل عمران :۸۳)

''جو بھی زمین وآسمان میں ہے وہ خوشی سے یا مجبوری سے اس کا فرمانبردار ہے۔''

جب بندہ اس توحید کا حقیقی طور پر اقرار کر لیتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے امر کی پابند ہے اور کوئی خیر نازل نہیں ہوتی اور نہ کوئی شر دور ہوتا ہے مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے امر کے ساتھ اور یہ عقیدہ بندے کو ہر مصیبت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو پکارنے پر مجبور کر دیتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾

(یونس : ۱۰۷)

''اگر اللہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے تو سوائے اس کے اس کو دور کرنے والا بھی کوئی نہیں اور اگر آپ کو فائدہ پہنچانا چاہے تو اس کی عنایت کو کوئی روک بھی نہیں سکتا، وہ اپنے بندوں میں جس کو چاہتا ہے نفع پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(2) توحیدِ الوہیت:

اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے عبادت کو خالص کرنا توحید الوہیت ہے اور اس کا تعلق بندے کے ظاہری اور باطنی اقوال واعمال کے ساتھ ہوتا ہے۔ توحید کی یہی وہ قسم ہے جو ہر نبی کی سب سے پہلی دعوت تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾

(النحل : ۳٦)

''اور ہم نے ہر امت میں پیغمبر بھیجا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور بتوں (کی پرستش) سے اجتناب کرو۔''

کوئی بندہ اس وقت تک توحید پرست نہیں ہوسکتا جب تک وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی نہ دے اور یہ اقرار نہ کرے کہ وہی اکیلا معبود ہے اور تنہا عبادت کا حقدار ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ ارشاد رب العالمین ہے:

﴿ وَ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴾ (الذاریات:٥٦)

''میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔''

توحید کی اس قسم کا تقاضا یہ ہے کہ بندے پر لازم ہے کہ وہ اپنی دعا، نذر، قربانی، امید، خوف، توکل، رغبت اور خشیت کا حقدار صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کو سمجھے۔ ان مذکورہ عبادات میں سے یا کسی اور اعمال بندگی میں سے کوئی عمل غیر اللہ کے حصول قرب کے لیے بجا لایا جائے تو وہ شرک ہے، جیسے کہ کوئی جنات کے لیے قربانی ذبح کرے یا ان کے لیے نذر پیش کرے یا کسی کاہن اور جادوگر پر اعتماد کرے۔

③ توحیدِ اسماء وصفات:

توحید اسماء وصفات سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء وصفات کو جو اس نے خود اپنی ذات کے لیے بیان کی ہیں یا اس کے رسول ﷺ نے انھیں بیان کیا ہے، انھیں اس طرح دل و جان سے قبول کیا جائے اور ثابت مانا جائے کہ نہ تو ان کی کوئی کیفیت بیان کی جائے، نہ انھیں کسی کے مثل قرار دیا جائے، نہ ان میں کوئی تحریف وتغیر کی راہ نکالی جائے اور نہ تعطیل کی طرف جایا جائے یعنی نہ ان صفات کی نفی کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴾ (الشوریٰ:١١)

''اس ذات جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سنتا دیکھتا ہے۔''

پس جب بندہ اپنے رب کریم کے اسمائے حسنیٰ اور صفات جلیلہ کی معرفت حاصل کرلیتا ہے اور ان کے معانی ومفاہیم کو علی وجہ البصیرت جان لیتا ہے تو اس سے وہ اپنے رب ذوالجلال والاکرام کی معرفت کو پالیتا ہے پھر وہ اسی کے لیے خشوع وخضوع کرتا ہے، اسی سے خوف کھاتا ہے اور اسی سے امید باندھتا ہے اور مشکل کشائی کے لیے اسی کے آگے گڑگڑاتا ہے، اس کو پکارتا ہے اور اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفات جلیلہ کا وسیلہ پکڑتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ﴾ (الاعراف : ۱۸۰)

''اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں، سو اس کو انہی ناموں سے پکارو۔''

اور جب بندے نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے تو وہ اس کی رحمت کی امید رکھتا ہے اور اسی کو پکارتا ہے جیسا کہ سیدنا ایوب علیہ السلام نے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَاَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ (الأنبياء : ۸۳)

''اور ایوب کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب کو پکارا کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔''

مشکل کشائی اور حاجت روائی کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے توحید خالص کا گہرا اثر ہوتا ہے، توحید کی تینوں اقسام ایک دوسرے کے ساتھ لازم وملزوم ہیں اور تمام قرآن کریم توحید کے بیان پر مشتمل ہے۔

② کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنا:

مصائب دنیا سے بچاؤ کے لیے الٰہی اسباب میں سے دوسرا سبب قرآن وحدیث کو

مضبوطی سے تھامنا ہے۔ اسی کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ (الانعام :١٥٣)

''اور بے شک یہ (دین اسلام) میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے، سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو، وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس بات کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔''

شیخ عبدالرحمان بن سعدی فرماتے ہیں:

﴿ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا ﴾ سے مراد وہ تمام احکام اور ان جیسے دیگر احکام ہیں جنھیں رب ذوالجلال نے اپنی کتاب میں اپنے بندوں کے لیے واضح بیان فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا راستہ وہی ہے جو اس تک اور اس کے کرامت والے گھر یعنی جنت تک پہنچانے والا معتدل، آسان اور مختصر راستہ ہے۔

﴿ فَاتَّبِعُوْهُ ﴾ یعنی اس لیے اس کی اتباع کرو تاکہ کامیابی و کامرانی قدم بوس ہو اور آخرت میں خوشیاں اور آرزوئیں حاصل ہو جائیں۔ ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے مخالف راستوں اور طریقوں کی اتباع نہ کرو۔

﴿ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ یہ مختلف راستے تمھیں گمراہ اور صراط مستقیم سے برگشتہ کر دیں گے اور جب تم صراط مستقیم سے بھٹک جاؤ گے تو تمھیں وہاں کوئی اور راستہ نہیں ملے گا سوائے ان راستوں کے جو جہنم کی طرف لے جاتے ہیں۔

﴿ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴾ سے مراد یہ ہے کہ تم جب اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ طریقہ پر علم و عمل دونوں اعتبار سے کاربند ہو جاؤ گے تو تمھارا شمار اللہ تعالیٰ کے متقی اور کامیاب بندوں میں ہوگا۔

یہاں لفظ '' صِرَاط '' کو واحد استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے اس کی اضافت اپنی جانب

کی ہے کہ یہ میرا راستہ ہے۔ یہ اس لیے کہ یہی وہ واحد راستہ ہے جو اس کی طرف پہنچانے والا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اس راستے پر چلنے والوں کا معاون ومددگار ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا:

الٰہی اسباب میں سے تیسرا سبب اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ﴾ (الطلاق : ۲)

''اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی کوئی شکل نکال دیتا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۱۵۶)

''اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے، میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ :۱۸)

''اور جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے ان کو ہم نے بچالیا۔''

حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ انسان کے مصائب ومشکلات کو دور اور امراض وآلام اور پریشانیوں کو ختم کرنے میں بڑا ہی مؤثر ہے۔ چنانچہ جب بندہ رب کائنات کا تقویٰ اختیار کرتا اور اس سے لو لگا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بندے سے بلا ومصیبت کو دور کر دیتا ہے۔

④ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا:

جن و انس میں سے شیطانوں کی شیطانی چالوں سے محفوظ رہنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کامل یقین و بھروسا ہو اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی ذات پر کوئی توکل نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ﴾ (الطلاق : ٣)

''اور جو اللہ پر بھروسا رکھے گا تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔''

سورۂ مومن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک نیک بندے کا قول ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

﴿ وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾ (مومن : ٤٤)

''اور میں اپنا کام اللہ کے سپرد کرتا ہوں، بے شک اللہ بندوں کو دیکھنے والا ہے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ قَالَهَا اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ حِيْنَ اُلْقِيَ فِي النَّارِ وَقَالَهَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ قَالُوْا لَهٗ ﴿ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ﴾)) [1]

''﴿ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ (یہ جملہ) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت پڑھا تھا جب آپ کو آگ میں ڈالا گیا اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے آپ کو خبر دی کہ (غزوۂ احد کے بعد) کفار آپ سے مقابلہ کے لیے اکٹھے ہو چکے ہیں، ان سے ڈریے، اس خبر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ الذین استجابوا للّٰه...... الخ: ٤٥٦٣۔

اور مسلمانوں کے ایمان میں اضافہ ہوگیا۔''

⑤ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا:

مصائب و آلام سے خلاصی پانے کا پانچواں طریقہ یہ ہے کہ اخلاص وسچائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جائے، اس سے توبہ کی جائے اور آئندہ گناہ و معصیت کے کاموں سے رک جائے، اگر کسی کا کوئی حق دبایا ہے تو اسے واپس کیا جائے اور اگر کسی پر کوئی ظلم کیا ہے تو اس سے معافی مانگی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا اَصَابَكُمۡ مِنۡ مُّصِيۡبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتۡ اَيۡدِيۡكُمۡ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ﴾
(الشوری : ۳۰)

''اور جو بھی مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے وہ تمھارے اپنے ہاتھوں کے کرتوتوں کا بدلہ ہے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف ہی کر دیتا ہے۔''

اس لیے کہ بہت سی آفات اور مصیبتیں معصیت و گناہ ہی کے کاموں اور ظلم و جور کے سبب انسان کو اپنے گھیرے میں لے لیتی ہیں۔ چنانچہ گناہوں سے توبہ کرنا، معصیت کے کاموں سے رک جانا اور مظلوم کے شکوۂ ظلم کو ختم کرنا بلا اور مصیبت کو ختم کرنے کا ایک سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مِنۡ اَمۡرِهٖ يُسۡرًا ﴾ (الطلاق : ٤)

''اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ﴾ (الطلاق : ٢)

''اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے چھٹکارے کی شکل نکال دے گا۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَتُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (النور: ٣١)

''اور اے مومنو! تم سب اللہ کے آگے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

⑥ اللہ کی حفاظت و رعایت:

چھٹا الٰہی سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت و رعایت کی جائے۔ یہ نبی آخر الزمان ﷺ کی وصیت ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی حفاظت و رعایت کرے گا اللہ تعالیٰ ہر بلا و مصیبت اور ناپسندیدہ اشیاء سے اسے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اوامر و نواہی کی رعایت کی جائے یعنی جن باتوں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے اسے انسان بجا لائے اور جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے اس سے اجتناب کرے۔

پس اللہ ذوالجلال نے اپنی مخلوقات کو پیدا فرمایا اور وہ ان کی نگہداشت فرما رہا ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ (يوسف: ٦٤)

''پس اللہ ہی بہتر نگہبان ہے اور وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔''

اس کی مزید وضاحت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا غُلَامُ! اِنِّي اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ ، احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، وَاِذَا سَاَلْتَ فَسْاَلِ اللّٰهَ ، وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ، وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِاجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ ، قَدْ كَتَبَهُ

اللّٰهُ لَكَ وَ لَوِ اجْتَمَعُوا عَلٰی اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَ جَفَّتِ الصُّحُفُ)) ①

''میں نبی ﷺ کے پیچھے (سوار) تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لڑکے! میں تمھیں چند باتیں سکھاتا ہوں، (وہ کلمات یہ ہیں کہ) اللہ تعالیٰ کی حفاظت کرو وہ تمھاری حفاظت فرمائے گا، اللہ تعالیٰ کی رعایت ونگہداشت کرو تو تم اسے اپنے پاس پاؤ گے۔ جب کوئی چیز طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے طلب کرو اور جب مدد طلب کرو، تو اللہ سے طلب کرو اور جان لو کہ اگر پوری امت جمع ہو کر تمھیں کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تو بھی نہیں پہنچا سکتی سوائے اس فائدہ کے جو اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے لکھ دیا ہے اور اگر پوری امت کے لوگ جمع ہو کر تمھیں کوئی نقصان پہنچانا چاہیں تو بھی نہیں پہنچا سکتے سوائے اس نقصان کے جسے اللہ تعالیٰ نے تمھاری تقدیر میں لکھ دیا ہے، (کیونکہ) قلمیں بند کر دی گئی ہیں اور صحیفے (یعنی کاغذ) خشک ہو چکے ہیں (یعنی جو کچھ تقدیر میں لکھا جانا تھا لکھا جا چکا ہے)۔''

⑦ نیک عمل کرنا اور اسے اللہ کی طرف وسیلہ بنانا:

انسان کا نیک اعمال کرنا اور انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ بنانا بھی مصائب و آلام سے بچاؤ کا ایک طریقہ ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَّ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (النحل:٩٧)

---

❶ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ٧٩٥٧ـ مسند احمد: ٢٩٣/١ـ ترمذی، کتاب صفة القیامة، باب حدیث حنظلة ...... الخ: ٢٥١٦ـ

''جو شخص نیک عمل کرے گا مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہوگا تو ہم اس کو (دنیا میں) پاک اور آرام کی زندگی سے زندہ رکھیں گے اور (آخرت میں) ان کے اعمال کا نہایت اچھا صلہ دیں گے۔''

نیز ان تین آدمیوں کے قصے میں جنھوں نے غار میں پناہ اختیار کی تھی، اعمال صالحہ کی فضیلت اور اسے وسیلہ بنانے کی دلیل ہے کہ جس وقت ایک چٹان ان کے غار کے منہ پر آ گری اور اس نے اسے بند کر دیا تو ان لوگوں نے اپنے اعمال صالحہ کو اللہ کی طرف وسیلہ بنایا اور ان میں سے ہر ایک نے کہا تھا:

((اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتُ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَفَرِّجْ عَنَّا مَا نَحْنُ فِيْهِ)) [1]

''اے اللہ! اگر میں نے یہ عمل تیری خوشنودی کی خاطر کیا تھا تو تو ہماری اس پریشانی ومصیبت کو دور کر دے جس میں ہم گھرے ہوئے ہیں۔''

⑧ دین اسلام پر استقامت اختیار کرنا:

جو انسان جنوں کے شر اور دنیا کے مصائب سے نجات چاہتا ہے اس کے لیے لازمی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین اسلام پر استقامت اختیار کرے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَنْ لَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيَآؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴾

(حمٓ السجدة : ٣٠-٣٢)

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الأدب: باب إجابة دعاء من برّ والدیه : ٥٩٧٤- صحیح مسلم، کتاب الذکر، باب قصة أصحاب الثلاثة : ٢٧٤٣-

''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے پھر وہ اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے (اور کہیں گے) کہ نہ خوف کرو اور نہ غم ناک ہو اور بہشت کی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، خوشی مناؤ، ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (تمھارے رفیق ہیں) اور وہاں جس (نعمت) کو تمھارا جی چاہے گا تم کو ملے گی اور جو چیز طلب کرو گے تمھارے لیے (موجود ہوگی) یہ بخشنے والے مہربان کی طرف سے مہمانی ہے۔''

⑨ تمام نمازوں کی حفاظت خصوصاً نماز فجر کی:

نماز ہر بالغ و عاقل مسلمان پر فرض ہے اور یہ شیطانی چالوں سے حفاظت کا ایک انتہائی مضبوط قلعہ ہے، اس لیے ہر مسلمان کو جنت کے حصول اور جنوں کے شر سے پناہ کے لیے نماز کی حفاظت کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَى ﴾ (البقرة:٢٣٨)

''(مسلمانو!) سب نمازیں خصوصاً درمیانی نماز پورے التزام کے ساتھ ادا کرتے رہو۔''

حضرت جندب بن سفیان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ صَلَّى الصُّبْحَ فَهُوَ فِي ذِمَّةِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَانْظُرْ يَا ابْنَ آدَمَ! لَا يَطْلُبَنَّكَ اللّٰهُ مِنْ ذِمَّتِهِ بِشَيْءٍ)) [1]

''جس نے صبح کی نماز ادا کی وہ اللہ کی حفاظت میں ہوگیا، پس اے آدم کی اولاد! اس پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ تمھاری حفاظت کے بدلے تم سے کسی چیز کا

❶ مسند احمد: ٣١٣/٤۔ صحيح مسلم، كتاب المساجد، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة: ٦٥٧۔

مطالبہ نہیں کر رہا ہے۔"

⑩ صدقات و خیرات اور نیک کام کرنا اور لوگوں کے کام آنا:

شر سے بچاؤ کے الٰہی اسباب میں سے دسواں اہم سبب یہ ہے کہ انسان صدقات و خیرات کا اہتمام کرے، نیکی کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ دلچسپی لے اور لوگوں کی ضرورت و حاجت میں ان کے کام آئے۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ صَدَقَةَ السِّرِّ لَتُطْفِیءُ غَضَبَ الرَّبِّ وَتَدْفَعُ مِيْتَةَ السُّوْءِ)) [1]

"یقیناً پوشیدہ اور خفیہ طور پر کیا جانے والا صدقہ رب العالمین کے غیظ وغضب کی آگ کو ٹھنڈا کرتا اور بری موت سے بچاتا ہے۔"

دوسری روایت میں ہے:

((بَاكِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا)) [2]

"صدقہ کرنے میں جلدی کرو اس لیے کہ آفات ومصائب اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے (یعنی صاحب صدقہ کو نقصان نہیں پہنچا سکتے)۔"

ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((بَاكِرُوْا بِالصَّدَقَةِ فَاِنَّ الْبَلَاءَ لَا يَتَخَطَّاهَا وَتَسُدُّ سَبْعِيْنَ بَابًا مِّنَ السُّوْءِ)) [3]

---

❶ ترمذی، کتاب الزکاۃ، باب ما جاء فی فضل الصدقة: ٦٦٤۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ٣٧٥٩۔ مجمع الزوائد: ٣/١١٥۔ اس کا پہلا حصہ صحیح ہے، الصحیحة: ١٩٠٨۔

❷ مجمع الزوائد: ٣/١١٠۔ طبرانی اوسط: ٥٦٤٣۔ یہ حدیث سخت ضعیف ہے، اس میں عیسیٰ بن عبداللہ علوی راوی متروک ہے، هداية الرواة: ١٨٢٨۔

❸ طبرانی کبیر: ٤/٣٢٧۔ مجمع الزوائد: ٣/١٠٩۔ علامہ ہیثمی نے کہا کہ اس میں حماد بن شعیب راوی ضعیف ہے۔)

''صدقہ کرنے میں جلدی کیا کرو اس لیے کہ آفات و مصائب اسے پھلانگ نہیں سکتیں اور یہ برائی کے ستر دروازوں کو بند کرتا ہے۔''

پس ان وسائل و ذرائع میں سے جن سے برائیوں اور بلاؤں سے بچا جاتا ہے فقرا و مساکین کو صدقہ دینا بھی ہے کیونکہ صدقہ بہت سی برائیوں اور بلاؤں کو روکتا اور ان میں تخفیف کرتا ہے اور یہ ایک مجرب اور آزمودہ امر ہے لیکن ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ خیرات و صدقات خالص اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کی رضا جوئی کے لیے کرے اور نیک طبیعت اور خوش دلی سے کرے، اس لیے کہ صدقات وخیرات کا امراض کے علاج میں بڑا اہم کردار ہے۔ نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((دَاوُوا مَرْضَاكُمْ بِالصَّدَقَةِ)) [1]

''صدقہ کے ذریعے اپنے مریضوں کا علاج کرو۔''

اور بھلائی و رفاہی کام کرنا اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا بھی آفات و بلیات کے دور کرنے میں بڑا اثر و دخل ہے۔ علاوہ ازیں یہ ہمارے نبی محمد ﷺ کی وصیت بھی ہے۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ)) [2]

''تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکتا ہے وہ نفع پہنچائے۔''

اور ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَحَبُّ النَّاسِ اِلَى اللّٰهِ اَنْفَعُهُمْ وَاَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ سُرُوْرٌ تُدْخِلُهُ

---

❶ صحيح الجامع الصغير : ٣٣٥٨۔

❷ مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين النملة : ٢١٩٩۔ صحيح الجامع الصغير : ٦٠١٩۔

عَلٰی مُسْلِمٍ اَوْ تَکْشِفُ عَنْهُ کُرْبَةً اَوْ تَقْضِیْ عَنْهُ دَیْنًا اَوْ تَطْرُدُ عَنْهُ جُوْعًا وَلَاَنْ اَمْشِیَ مَعَ اَخِی الْمُسْلِمِ فِیْ حَاجَةٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَعْتَکِفَ فِی الْمَسْجِدِ شَهْرًا وَمَنْ کَفَّ غَضَبَهُ سَتَرَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ کَظَمَ غَیْظًا وَلَوْ شَاءَ اَنْ یُّمْضِیَهُ اَمْضَاهُ مَلَأَ اللّٰهُ قَلْبَهُ رِضًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ مَّشٰی مَعَ اَخِیْهِ الْمُسْلِمِ فِیْ حَاجَتِهٖ حَتّٰی یُثْبِتَهَا لَهُ ثَبَتَ اللّٰهُ قَدَمَهُ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ وَاِنَّ سُوْءَ الْخُلُقِ لَیُفْسِدُ الْعَمَلَ کَمَا یُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ))①

''لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب شخص اللہ کے نزدیک وہ ہے جو ان میں سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہو اور سب سے زیادہ پسندیدہ و محبوب عمل وہ خوشی ہے جو کسی مسلمان بھائی کو پہنچائی جائے یا کوئی مصیبت و پریشانی اس سے ختم کر دی جائے یا اس کا قرض ادا کر دیا جائے یا اس کی بھوک کو ختم کر دیا جائے اور کسی مسلمان بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت کی خاطر چلنا میرے نزدیک مسجد میں ایک ماہ اعتکاف کرنے سے بہتر ہے اور جو شخص اپنے غیظ وغضب پر قابو پالے، اللہ اس کی عزت وآبرو کی پردہ پوشی فرمائے گا، جو شخص اپنے غیظ وغضب کو نافذ کرنے کی طاقت کے باوجود ضبط کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو قیامت کے دن خوشی سے بھر دے گا اور جو شخص اپنے کسی مسلم بھائی کے ساتھ اس کی ضرورت کی خاطر جائے یہاں تک کہ وہ اسے پورا کر دے تو اللہ تعالیٰ اسے اس دن ثابت قدم رکھے گا جس دن کہ لوگوں کے قدم متزلزل ہوں گے اور بلاشبہ بداخلاقی عمل کو ایسے ہی ضائع و برباد کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے۔''

---

① صحیح الجامع الصغیر للالبانی : ۱۷۶۔ طبرانی کبیر : ۲/۲۰۹/۳۔ سلسلة الأحادیث الصحیحة : ۹۰۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴾ (الحج :۷۷)

''اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤ۔''

⑪ گھر کو تصاویر سے پاک رکھنا:

شیطانوں کو خود سے دور بھگانے کا گیارھواں طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے گھروں کو جاندار چیزوں کی تصویروں سے پاک رکھیں، کیونکہ جس گھر میں تصویر اور مجسمے ہوتے ہیں فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے اور جب فرشتے گھر سے نکل جائیں تو شیاطین کا اس میں بسیرا ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَدْخُلُ الْمَلَائِكَةُ بَيْتًا فِيهِ تَمَاثِيلُ اَوْ تَصَاوِيرُ)) [1]

''جس گھر میں تصویر اور مجسمے ہوتے ہیں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔''

⑫ بعض قرآنی سورتوں اور مسنون اذکار کا اہتمام کرنا:

آخری الٰہی سبب یہ ہے کہ انسان قرآن کی بعض سورتوں اور مسنون اذکار پر محافظت کرے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر، تلاوت قرآن، مسنون وظائف پر ہمیشگی کرنا آفات ومصائب کے دور کرنے کا بڑا موثر ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے، ارشاد ہے:

﴿ فَلَوْلَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۝ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴾
(الصافات : ۱۴۳، ۱۴۴)

''اور اگر وہ (اللہ کی) پاکی بیان نہ کرتے تو اس روز تک کہ لوگ دوبارہ زندہ

---

[1] صحیح مسلم، کتاب اللباس والزینة: باب تحریم تصویر صورة الحیوان : ۲۱۱۲۔

کیے جائیں گے، اسی کے پیٹ میں رہتے۔''

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ذکر و اذکار کے تقریباً سو فائدے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ شیاطین کا خاتمہ وقلع قمع کر دیتا ہے اور ان کی قوت کو ختم کر دیتا ہے۔''[1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ ﴾

(الزخرف : ٣٦)

''اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کرلے (یعنی تغافل کرے) ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔''

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَنۡ اَعۡرَضَ عَنۡ ذِكۡرِىۡ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيۡشَةً ضَنۡكًا ﴾ (طٰہٰ: ١٢٤)

''اور جو شخص میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی۔''

کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کے ذکر و اذکار سے اعراض کرنا، اس سے اس کا اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ ذکر یعنی قرآن مجید سے اعراض کرنا لازم آتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب اور نبی کریم کی سنت میں ہمارے لیے ایسے اذکار و اوراد کو مشروع فرمایا ہے جو ہم سے جن و انس کی اذیت اور مصیبت کو پھیر دیتے ہیں بلکہ دنیا کی تمام اذیتوں کو دور کردیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت واذن سے بعض مفید و نفع بخش اذکار آگے ذکر کیے جا رہے ہیں۔

---

[1] الوابل الصیب ورافع الکلم الطیب : ص ٩١۔

جنوں سے محفوظ رکھنے والی آیات اور دعاؤں کا بیان

① سورۂ بقرہ کی تلاوت:

جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت کی جائے اس گھر سے شیطان بھاگ جاتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ مَقَابِرَ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِی تُقْرَأُ فِيهِ سُورَةُ الْبَقَرَةِ))①

''تم اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، بے شک جس گھر میں سورۂ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔''

حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهُ يَأْتِی يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيعًا لِأَصْحَابِهِ ، اِقْرَءُوا الزَّهْرَاوَيْنِ: الْبَقَرَةَ وَسُورَةَ آلِ عِمْرَانَ ، فَإِنَّهُمَا يَأْتِيَانِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَأَنَّهُمَا غَمَامَتَانِ أَوْ غَيَايَتَانِ أَوْ كَأَنَّهُمَا فِرْقَانِ مِنْ طَيْرٍ صَوَآفَّ

---

❶ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ …… الخ: ۷۸۰۔

تُحَاجَّانِ عَنْ اَصْحَابِهِمَا، اقْرَءُوْا سُوْرَةَ الْبَقَرَةِ فَاِنَّ اَخْذَهَا بَرَكَةٌ وَتَرْكَهَا حَسْرَةٌ وَلَا يَسْتَطِيْعُهَا الْبَطَلَةُ))[1]

''قرآن کی تلاوت کرو اس لیے کہ وہ روز قیامت اپنے پڑھنے والے کے لیے شفاعت کرے گا اور دو چمکتی ہوئی سورتیں یعنی سورۂ بقرہ اور آل عمران کو پڑھو اس لیے کہ یہ دونوں سورتیں روز قیامت اپنے پڑھنے والے کے پاس دو بادل یا دو سائبان یا اڑتے پرندوں کی دو ٹکڑیوں کی مانند آئیں گی اور اپنے پڑھنے والوں کی طرف سے جھگڑا کریں گی اور سورۂ بقرہ پڑھو اس لیے کہ اس کا پڑھنا باعث برکت اور چھوڑنا باعث حسرت ہے، جادوگر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔''

② سوتے وقت آیت الکرسی پڑھنے کی فضیلت:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے صدقہ فطر کی حفاظت پر مقرر کیا، میرے پاس ایک شخص آیا اور غلہ میں سے لپیں بھرنے لگا، میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: ''میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جاؤں گا۔'' اس نے کہا: ''میں محتاج ہوں، اہل و عیال والا ہوں اور مجھے سخت حاجت ہے۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اس کو چھوڑ دیا، لیکن جب میں صبح دربار رسالت میں آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! گزشتہ رات تیرے قیدی نے کیا کیا؟'' میں نے کہا: ''یارسول اللہ! اس نے سخت حاجت اور عیال داری کی شکایت کی تو میں نے اس پر ترس کھاتے ہوئے چھوڑ دیا۔'' آپ نے فرمایا: ''خبردار! بے شک اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔'' مجھے یقین ہوگیا کہ وہ پھر آئے گا، میں

[1] صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین: باب فضل قرائۃ القرآن وسورۃ البقرۃ: ۸۰۴۔

اس کے انتظار میں رہا، وہ آ گیا اور غلہ سے لپیں بھرنے لگا، میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: ''اب تو میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا۔'' اس نے کہا: ''مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں اور میرے ذمے کنبے کا نفقہ ہے، میں دوبارہ نہیں آؤں گا۔'' تو میں نے اس پر رحم کیا اور اس کا راستہ چھوڑ دیا اور جب میں صبح کو آیا تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''اے ابو ہریرہ! تیرے قیدی نے کیا کیا؟'' میں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! اس نے سخت حاجت اور عیال داری کی شکایت کی تو میں نے اس پر مہربانی کی اور اسے چھوڑ دیا۔'' آپ نے فرمایا: ''خبردار! اس نے تجھ سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا۔'' تو میں اس کے انتظار میں رہا، وہ آیا اور غلہ سے لپیں بھرنے لگا، میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا: ''یہ تیسری مرتبہ تو آیا ہے، اب تو میں تجھے ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاؤں گا، تو کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا اور پھر آ جاتا ہے۔'' اس نے کہا: ''تم مجھے چھوڑ دو، میں تمھیں چند کلمات سکھلاؤں گا، ان کے سبب اللہ تعالیٰ تجھے فائدہ دے گا۔'' میں نے کہا: ''وہ کیا ہیں۔'' تو اس نے کہا: ''جب تم اپنے بستر پر سونے کے لیے آؤ تو آیت الکرسی پڑھ لیا کرو ﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ...... ﴾ آخر تک، تو صبح تک تیرے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نگہبان مقرر کر دیا جائے گا اور تیرے پاس کوئی بھی شیطان نہیں آئے گا۔'' ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا اور جب میں صبح کو رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تیرے قیدی نے کیا کیا؟'' میں نے کہا: ''اس نے کہا کہ میں تجھے چند کلمات سکھلا دیتا ہوں، ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ تجھے نفع دے گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔'' آپ نے فرمایا:

((اَمَا اِنَّهٗ قَدْ صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوْبٌ تَعْلَمُ مَنْ تُخَاطِبُ مُذْ ثَلَاثِ لَيَالٍ يَا

أَبَا هُرَيْرَةَ!؟ قَالَ: لَا، قَالَ: ذَاكَ شَيْطَانٌ)) [1]

''خبردار! بے شک اس نے تجھ سے اس بارے سچ کہا حالانکہ وہ (اور باتوں میں) جھوٹا ہے۔ اے ابو ہریرہ! کیا تو جانتا ہے کہ تین راتوں سے تو کس سے مخاطب رہا؟'' انھوں نے کہا: ''نہیں۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شیطان تھا۔''

③ سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کے فوائد:

سورۂ بقرہ کی آخری دو آیات کی تلاوت انسان کو ہر قسم کی اذیت اور شیطانی شر سے محفوظ رکھتی ہے۔ جیسا کہ بخاری و مسلم میں ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْآيَتَانِ مِنْ آخِرِ سُوْرَةِ الْبَقَرَةِ مَنْ قَرَأَهُمَا فِيْ لَيْلَةٍ كَفَتَاهُ شَرَّ مَا يُؤْذِيْهِ)) [2]

''سورۂ بقرہ کی آخری دو آیتوں کو جو شخص کسی رات میں پڑھ لے تو یہ دونوں اسے اذیت دینے والے کے شر وفساد سے محفوظ رکھتی ہیں۔''

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز رحمہ اللہ نے فرمایا:

" وَالْمُغْنِیْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ كَفَتَاهُ مِنْ كُلِّ سُوْءٍ" [3]

''اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں آیتیں ہر بری چیز سے (وہ موذی ہو یا کوئی اور) محفوظ رکھتی ہیں (واللہ اعلم)۔''

---

❶ بخاری، كتاب الوكالة، باب إذا وكل رجلاً فترك الوكيل شيئًا...... الخ: ٢٣١١۔

❷ صحیح بخاری، كتاب فضائل القرآن، باب من لم ير بأسا ان يقول ...... الخ: ٥٠٤٠۔ صحیح مسلم، كتاب صلاة المسافرين، باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة: ٨٠٧۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ٦٤٦٥۔

❸ رسالة فی حكم السحر والكهانة لابن باز۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اَلصَّحِیْحُ کَفَتَاہُ مِنْ شَرِّ مَا یُؤْذِیْہِ" ①

"صحیح مفہوم یہ ہے کہ یہ دونوں آیتیں موذی چیز کے شر سے محفوظ رکھتی ہیں۔"

④ معوذتین اور سورۂ اخلاص کا فائدہ:

سورۂ اخلاص اور معوذتین کا پڑھنا انسان کو جناتی و شیطانی شرارتوں سے بچاتا اور ہر موذی جانور کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

سیدنا عبداللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"ایک رات ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے کہ آپ ہمیں نماز پڑھائیں، وہ بڑی تاریک رات تھی اور ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی، (جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ملے) تو آپ نے فرمایا: "کہہ" میں نے کچھ نہ کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: "کہہ" تو میں نے پوچھا: "کیا کہوں؟" تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَیْنِ حِیْنَ تُمْسِیْ وَتُصْبِحُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ تَکْفِیْكَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ)) ②

"صبح شام سورۂ اخلاص اور معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھو، یہ تمھارے لیے ہر چیز سے کافی ہوں گی۔"

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ نے فرمایا:

"ان تین سورتوں کو تین تین بار نماز فجر کے بعد دن کے ابتدائی حصے میں اور

---

❶ الوابل الصیب لابن قیم: ص ٤٥)

❷ ترمذی، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند النوم: ٣٥٧٥۔ ابوداؤد، کتاب الأدب، باب ما یقال إذا أصبح: ٥٠٨٢۔ صحیح الجامع الصغیر: ٤٤٠٦)

نماز مغرب کے بعد رات کے پہلے حصہ میں پڑھنا چاہیے۔'' ①

⑤ صبح شام کا خصوصی وظیفہ:

کسی بھی حادثہ اور نقصان دہ چیز کے نقصان سے محفوظ رہنے کے لیے درج ذیل دعا تین تین دفعہ صبح شام پڑھنی چاہیے:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ))

''اس اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ جس کے نام کی برکت سے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی، وہ زمین کی ہو یا آسمانوں کی اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

یہ دعا ترمذی و ابن ماجہ وغیرھما میں موجود ہے اور سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص یہ (مذکورہ بالا) دعا ہر روز صبح شام تین تین دفعہ پڑھے گا تو اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔'' ②

⑥ ہر کام کی ابتدا میں بسم اللہ کہنا:

شیطان کے شر سے بچاؤ کے لیے ہر کام کی ابتدا میں بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔ ابوداوٗد میں مشہور تابعی ابو الملیح سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

❶ رسالة في حكم السحر والكهانة لابن باز: ص ٣٥۔

❷ ترمذی، كتاب الدعوات، باب ما جاء في الدعاء إذا أصبح و إذا أمسى: ٣٣٨٨۔ ابن ماجه: ٣٨٦٠۔ ابوداؤد: ٥٠٨٨۔ صحيح الجامع الصغير: ٥٧٤٥۔

ان کو بتایا کہ میں نبی ﷺ کے ساتھ سواری پر تھا کہ آپ کی سواری ٹھوکر کھا گئی، میں نے کہا: ''شیطان کا برا ہو۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا:

« لَا تَقُلْ تَعِسَ الشَّيْطَانُ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ ذٰلِكَ تَعَاظَمَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الْبَيْتِ وَ يَقُوْلُ بِقُوَّتِيْ صَرَعْتُهُ وَلٰكِنْ قُلْ بِسْمِ اللّٰهِ فَإِنَّكَ إِذَا قُلْتَ تَصَاغَرَ حَتّٰى يَكُوْنَ مِثْلَ الذُّبَابِ »[1]

''ایسا نہ کہو کہ شیطان کا برا ہو، اس لیے کہ جب تم ایسا کہتے ہو تو وہ پھولا نہیں سماتا یہاں تک کہ وہ گھر کی مانند پھول جاتا ہے اور کہتا ہے: ''میری قوت نے اسے گرا دیا'' (لہٰذا تم اس موقع پر) بسم اللہ کہا کرو، اس لیے کہ جب تم بسم اللہ کہتے ہو تو وہ ذلیل وخوار ہوتا ہے یہاں تک کہ مکھی کی مانند ہو جاتا ہے۔''

اس لیے ایک مسلمان کے لیے مناسب و لائق یہی ہے کہ ہر کام کی ابتدا بسم اللہ سے کرے، جب دروازہ کھولے تو کہے بسم اللہ، کوڑا کرکٹ پھینکے تو بھی کہے بسم اللہ، اسی طرح ہر کام کے شروع میں یہ پاک کلمات کہے جن کی برکت سے اللہ تعالیٰ شیطان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔

---

[1] ابو داوٗد، کتاب الأدب، باب: ٤٩٨٢۔ مسند احمد: ٥٩/٥۔ مستدرك حاكم: ٢٢٩/٤۔

جنات وشیاطین سے بچنے کے خاص طریقے

1 شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنا:

جنات وشیاطین سے بچنے کا ایک طریقہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنا ہے یعنی ”اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ“ پڑھنا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ (حٰمٓ السجدة: ٣٦)

”اور اگر تمھیں شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہو تو اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو، بے شک وہ سنتا جانتا ہے۔“

دوسرا فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ○ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ○ اِنَّمَا سُلْطَانُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴾ (النحل: ٩٨ ـ ١٠٠)

”اور جب تم قرآن پڑھنے لگو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو کہ جو مومن ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں ان پر اس کا کچھ زور نہیں چلتا، اس کا زور انہی لوگوں پر چلتا ہے جو اس کو رفیق بناتے ہیں اور اس کے (وسوسے کے) سبب (اللہ کے ساتھ) شریک ٹھہراتے ہیں۔“

② کسی جگہ قیام کے وقت اللہ کی پناہ طلب کرنا:

جب کسی جگہ قیام کرنے کا ارادہ ہو تو کلمات تامہ کے ذریعے تمام مخلوق کی برائی و شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہیے، یہ جنات و شیاطین سے بچاؤ کا ایک بڑا ہی مؤثر ذریعہ ہے۔

سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

''جس نے کسی جگہ قیام کرتے وقت یہ دعا پڑھی: ((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ)) (میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ ان تمام چیزوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جو اس نے پیدا کی ہیں) تو اس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی یہاں تک کہ وہ وہاں سے کوچ کر جائے۔''[1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہا:

''اے اللہ کے رسول! گزشتہ رات مجھے ایک بچھو نے ڈنک مار دیا ہے۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کاش! تم نے شام کو ''اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ'' پڑھ لیا ہوتا تو تجھے کوئی چیز نقصان نہ پہنچاتی (یعنی یہ بچھو ڈنک نہ مارتا)۔''[2]

سماحۃ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ نے کہا ہے:

---

❷ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرك الشقاء وغیرہ: ۲۷۰۸۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ٦٥٦٧۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ فی سوء القضاء ودرك الشقاء وغیرہ: ۲۷۰۹۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ۸۰۵، ۱۳۱۸۔

"یہ دعا صحرا و آبادی اور بر و بحر میں قیام کے وقت دن اور رات کے کسی بھی حصہ میں مانگی جائے مفید ہے۔"①

چونکہ جنات وشیاطین جنگل و بیابان، آباد وغیرآباد سب جگہ رہتے ہیں اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ وہ جہاں بھی جائے اور قیام کرے تو وہ اس دعا کے ذریعے اپنے آپ کو محفوظ بنائے۔

③ جزع وفزع اور خوف کے وقت اللہ کی پناہ طلب کرنا:

جب انسان سخت پریشانی اور خوف کے عالم میں ہو تو اسے جنات وشیاطین سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہیے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَقُلْ رَبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ ○ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ﴾ (المؤمنون : ٩٨،٩٧)

"اور کہو کہ اے پروردگار ! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اے پروردگار! اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔"

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں گھبراہٹ اور پریشانی کے وقت یہ کلمات سکھاتے تھے:

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّآمَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَ شَرِّ عِبَادِهٖ وَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ))②

---

❶ رسالة فی حکم السحر والکهانة لابن باز : ص ٧،٦ ۔

❷ ابو داود، کتاب الطب، باب کیف الرقی : ٣٨٩٣۔ ترمذی کتاب الدعوات، باب دعاء الفزع فی النوم : ٣٥٢٨۔ مسند احمد : ٥٧/٤، ٦/٦۔

''میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں اس کے غصے اور اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسوں اور اس بات سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔''

ایسا اس لیے ہے کہ جب انسان گھبراہٹ اور پریشانی میں ہوتا ہے تو اس کا دل کمزور ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے شیطان اس پر حاوی ہو جاتا ہے اور اس کا دل شیطان کے وسوسے اور شک و شبہ کا گھوارہ بن جاتا ہے، جس کے لیے اس طرح کی دعائیں مشروع کی گئیں تا کہ ایسے حالات میں انسان شیطان اور اس کے حاضر ہونے اور سایہ ڈالنے سے اللہ کی پناہ طلب کرلیا کرے۔

4 انسان کا ایک دن میں سو بار یہ پڑھنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''جس نے ایک دن میں سو بار یہ پڑھا:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ))

''اللہ کے علاوہ کوئی (برحق) معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ اسی کی بادشاہت ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

تو یہ دس غلام آزاد کرنے کے برابر ہے اور اس کے لیے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں، سو برائیاں معاف کردی جاتی ہیں اور وہ اس شام تک شیطان سے محفوظ رہتا ہے اور کسی کے اعمال اس سے بہتر نہیں ہوتے، سوائے اس شخص کے جس نے اس سے بھی زیادہ بار یہ کلمات کہے ہوں اور جس نے ایک دن میں سو بار

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ)) کہا اس کے گناہ اگر سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں تو بھی بخش دیے جاتے ہیں۔''[1]

⑤ گھر میں داخل ہوتے وقت شیطان کو بھگانے کا طریقہ:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((اِذَا دَخَلَ الرَّجُلُ بَيْتَهٗ فَذَكَرَ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ وَعِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ الشَّيْطٰنُ لَا مَبِيْتَ لَكُمْ وَلَا عَشَاءَ وَاِذَا دَخَلَ فَلَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ دُخُوْلِهٖ قَالَ الشَّيْطٰنُ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَاِذَا لَمْ يَذْكُرِ اللّٰهَ عِنْدَ طَعَامِهٖ قَالَ اَدْرَكْتُمُ الْمَبِيْتَ وَالْعَشَاءَ))[2]

''جب آدمی گھر میں داخل ہوتا ہے اور دخول کے وقت اور کھانے کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے تو شیطان اپنے آپ سے اور دیگر شیاطین سے کہتا ہے: ''تمھارے لیے یہاں نہ تو رات گزارنے کا ٹھکانا ہے اور نہ رات کا کھانا۔'' اور جب آدمی بغیر بسم اللہ پڑھے داخل ہوجاتا ہے تو شیطان کہتا ہے: ''تم نے رات گزارنے کا ٹھکانا پالیا۔'' اور جب کھاتے وقت بھی بسم اللہ نہیں پڑھتا تو کہتا ہے: ''تمھیں رات گزارنے کا ٹھکانا اور شام کا کھانا دونوں مل گئے۔''

---

❶ صحيح البخارى، كتاب الدعوات، باب فضل التهليل: ٦٤٠٣۔ صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل التهليل والتسبيح والدعاء: ٢٦٩١۔ صحيح الجامع الصغير للالبانى: ٦٤٣٧۔

❷ صحيح مسلم، كتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامهما: ٢٠١٨۔ ابو داود: ٣٧٦٥۔ صحيح الجامع الصغير للالبانى: ٥١٩۔

6 گھر سے نکلتے وقت شیطان کو بھگانے کا طریقہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جس شخص نے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھی:

((بِسۡمِ اللّٰهِ تَوَكَّلۡتُ عَلَى اللّٰهِ وَ لَا حَوۡلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ)) ①

''اللہ کے نام کے ساتھ، میں نے اللہ پر بھروسا کیا اور اللہ کی مدد کے بغیر نہ کسی چیز سے بچنے کی طاقت ہے نہ کچھ کرنے کی۔''

تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تمھاری ہر معاملے میں کفایت اور راہ نمائی کی گئی اور شیطان تم سے دور ہو گیا۔''

7 بیوی سے ہم بستری کے وقت شیطان کو بھگانے کا طریقہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستری کرنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لے:

((بِسۡمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبۡنَا الشَّيۡطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيۡطَانَ مَا رَزَقۡتَنَا))

''اللہ کے نام کے ساتھ، اے اللہ! ہمیں شیطان سے بچا اور جو (اولاد) تو ہمیں عطا کرے اسے بھی شیطان سے بچا۔'' ②

تو اگر اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے لیے اس وقت کوئی اولاد مقدر فرما دی تو شیطان اس کو کبھی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔''

---

① ابو داود، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا خرج من بیته: ٥٠٩٥۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا خرج من بیته: ٣٤٢٦)

② صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب ما یقول الرجل إذا أتی أهله: ٥١٦٥۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب ما یستحب أن یقوله عند الجماع: ١٤٣٤۔

⑧ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت شیطان سے بچاؤ کا طریقہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ بیت الخلا میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

(("بِسْمِ اللّٰهِ" اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ))①

''(اللہ کے نام کے ساتھ) اے اللہ! میں خبیثوں اور خبیثیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

پہلے یہ بات گزر چکی ہے کہ جنات زیادہ تر خالی اور گھاس پھوس کی جگہوں میں رہتے ہیں، اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ جب بیت الخلا کے لیے جائے تو اس دعا کو لازمی طور پر پڑھ لیا کرے۔

⑨ سوراخوں اور بلوں میں پیشاب نہ کرنا:

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((لَا یَبُوْلَنَّ اَحَدُكُمْ فِیْ جُحْرٍ))②

''تم میں سے کوئی شخص ہرگز کسی سوراخ میں پیشاب نہ کرے۔''

لوگوں نے قتادہ سے پوچھا: ''سوراخ اور بلوں میں پیشاب کرنے سے کیوں روکا

---

❶ صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب ما یقول عند الخلاء: ۱۴۲۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب ما یقول إذا أراد دخول الخلاء: ۳۷۵۔ صحیح الجامع الصغیر: ۴۷۱۲۔ شروع میں "بسم اللہ" کا اضافہ سعید بن منصور نے بیان کیا ہے دیکھیے۔ فتح الباری: ۱/۳۰۱۔

❷ ابوداود، کتاب الطھارۃ، باب النھی عن البول فی الجحر: ۲۹۔ نسائی: ۳۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف ابوداود: ۲۹۔ ضعیف نسائی: ۳۴۔

گیا ہے۔'' تو انھوں نے فرمایا: ''کہا جاتا ہے کہ وہ جنوں کی قیام گاہیں ہیں۔''

10 غصے کے وقت شیطان کو بھگانے کا طریقہ:

عدی بن ثابت روایت کرتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ دو آدمیوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گالی گلوچ کیا اور ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ان میں سے ایک اپنے ساتھی کو گالی دے رہا تھا اور غصے سے اس کا چہرہ سرخ تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جسے اگر یہ شخص کہہ لے تو اس کا غصہ ختم ہو جائے۔ کاش یہ ((اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ)) کہہ لے۔'' تو ایک آدمی نے اس سے کہا: ''کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہیں سن رہا ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''میں مجنون نہیں ہوں۔''[1]

[1] صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب الحذر من الغضب : ٦١١٥۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب فضل من یملك نفسه عند الغضب : ٢٦١٠۔

باب دوم

جنات کا انسان کو چمٹنا

مس کا لغوی و اصطلاحی مفہوم :

جنات کا انسان کو چھونا یا چمٹنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے، ان کے چھونے کو عربی زبان میں ''مس'' کہتے ہیں۔

لسان العرب میں ہے کہ بعد میں ''مس'' کا لفظ جنون کے لیے بطور استعارہ بولا جانے لگا گویا کہ جن نے ایسے شخص کو چھولیا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مس جنون سے ہے۔

مس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ جن کا انسان کو اس کے جسم سے الگ رہ کر یا اس کے اندر داخل ہو کر یا دونوں طرح سے اسے اذیت دینا ،تکلیف پہنچانا اور مرگی ''مس'' ہی کی ایک قسم ہے۔

جنات کے چمٹنے کی مختلف شکلیں :

انسان کو جنات کے چمٹنے کی مختلف چار شکلیں ہیں :۔

① جن کا انسان کو کلی طور پر چمٹنا اور اس کی شکل یہ ہے کہ جن انسان کے سارے بدن پر قابض ہو جائے۔ اس سے انسان کے اعضا و اعصاب سکڑنے و اینٹھنے لگتے ہیں۔

② جن کا انسان کو جزوی طور پر چمٹنا یعنی انسان کے کسی ایک عضو جیسے بازو یا پاؤں یا زبان پر اثر انداز ہونا۔

③ تیسری شکل یہ ہے کہ جن انسان سے دائمی چمٹا رہتا ہے یعنی ایک لمبی مدت تک اسے اذیت و تکلیف سے دوچار کرتا ہے۔

④ چوتھی شکل یہ ہے کہ جن انسان سے وقفہ وقفہ سے چمٹتا ہے، اسے اذیت سے دوچار کرتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے۔ اس کو عربی میں ''مس طائف'' کہتے ہیں۔

مرض کی غلط تشخیص:

جنات کے چمٹنے کی حقیقت جاننے سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ ہر مرض کی غالباً کچھ نہ کچھ علامات ہوتی ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں۔ ہم نے غالباً کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ بعض علامات ایک سے زیادہ امراض کے لیے مشترک ہوتی ہیں، اس لیے معالج کو چاہیے کہ وہ موجودہ مرض کی تحقیق و تشخیص کر لے اور یہ اللہ تعالیٰ کی خاص توفیق واعانت ہی سے ہوگا۔ مزید برآں تجربہ وصلاحیت اور امانت و دیانت کا بھی بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ کیونکہ جنات کا چمٹنا بھی انسان کو لگنے والے امراض میں سے ایک مرض ہے، اس لیے اس کی علامات بھی دوسرے امراض کے ساتھ مشترک ہوسکتی ہیں اور ان کی صحیح پہچان ایک متقی و پرہیزگار شخص ہی کرسکتا ہے اور وہ اس کے بارے میں جو کہتا ہے وہ اکثر صحیح ہوتا ہے۔ بعض نادان و جاہل مرض کی صحیح پہچان سے قاصر ہوتے ہیں اور صحیح فیصلہ کرنا ان کے لیے مشکل ہوجاتا ہے۔ ایک ہی مرض کے متعلق ان میں سے ایک کہتا ہے کہ جن چمٹا ہوا ہے، دوسرا کہتا ہے کہ اس پر جادو کا اثر ہے، تیسرا کہتا ہے کہ یہ نظر بد کا شکار ہے اور چوتھا کچھ اور کہتا ہے۔

مختصر یہ کہ معالجین کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے خوف کو دل میں جگہ دیں اور اس کے اس فرمان کو ہمیشہ یاد رکھیں:

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ

كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴾ (الاسراء: ٣٦)

''اور (اے بندے!) جس چیز کا تجھے علم نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ (اور یاد رکھ) کہ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے ضرور باز پرس ہوگی۔''

اور یہ بات ذہن نشین رہے کہ بغیر فکر و فہم اور علم کے ان جیسے امور میں حکم لگانے کے بہت برے نتائج ہوا کرتے ہیں اور بعض لوگوں پر اس کے برے اثرات مرتب بھی ہو چکے ہیں۔ ہم آپ کے سامنے اپنا ایک ذاتی مشاہدہ بیان کرتے ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ ہم میں سے ایک شخص نے ایک نوجوان لڑکی پر دم کرنا شروع کیا تو وہ لڑکی زمین پر گر گئی اور چیخنے چلانے لگی۔ عامل نے اپنی قراءت جاری رکھی، دوران قراءت لڑکی نے پوچھا: ''کیا مجھے جن چمٹا ہے؟'' عامل نے کہا: ''تجھے کچھ نہیں، تو صحیح و سلامت ہے۔'' اتنا سننا تھا کہ لڑکی مطمئن نظر آنے لگی اور اس کا خوف جاتا رہا اور وہ آرام محسوس کرنے لگی۔ بعد ازاں عامل نے اس کے بھائیوں سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ ایک اور عامل صاحب آئے تھے، انھوں نے کہا تھا کہ لڑکی کو جنات کی شکایت ہے۔

تو اصل میں جب یہ واقعہ پیش آیا تو اس وقت سے یہ لڑکی نفسیاتی مریضہ ہوگئی اور جوں ہی کوئی اس پر پڑھنا شروع کرتا تھا تو وہ زمین پر گر جایا کرتی اور جب اس کا نفسیاتی مرض زائل ہوگیا تو پہلے کی طرح صحت مند اور تندرست ہوگئی۔ اس لیے ہم تمام عامل حضرات کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ بغیر سوچے سمجھے اٹکل پچو سے کوئی حکم نہ لگایا کریں۔

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اس طرح کا خلط ملط اور اشتباہ جو بعض عامل حضرات کے یہاں پایا جاتا ہے یہ بعض ڈاکٹروں اور طبیبوں کے یہاں بھی پایا جاتا ہے، خصوصاً ان ڈاکٹروں کے یہاں جو جن کا انسان کو چمٹنے اور جن کی وجہ سے انسان کو دورہ پڑنے کے قائل و معتقد نہیں ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ کبھی مریض کو صرف جنات کی شکایت ہوتی ہے، اور کوئی مرض نہیں ہوتا، لیکن ڈاکٹر اس کی اس حالت کو نفسیاتی مرض سے تعبیر کرتے ہیں۔ ہماری ملاقات ایک نفسیات کے ڈاکٹر سے ہوئی تو وہ بتانے لگا کہ بعض مریضوں کی حالت پر اسے تشویش اور تعجب ہے کہ انھیں ہمارے یہاں کوئی فائدہ نہیں ہوتا جبکہ ایک عرصہ کے بعد وہ ہمیں صحتمند اور توانا نظر آتے ہیں، پوچھنے پر بتاتے ہیں کہ عاملوں کے پاس گئے تھے، انھوں نے دم کیا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں شفا دے دی۔

بہرکیف مریض کی حالت کو سمجھنے کے لیے بہت زیادہ تحقیق اور جانچ پڑتال کی ضرورت ہے اور اس کی تشخیص اور اصل صورت حال سے مکمل آشنائی درکار ہے۔

مرض کی تشخیص میں بلا علم حکم لگانے کے اسباب

بہت سارے اسباب ہیں جو بغیر تحقیق و ثبوت کے مرض کی تشخیص میں حکم لگانے پر ابھارتے ہیں۔ جن میں سے اہم اسباب یہ ہیں:۔

① اللہ کا تقویٰ نہ ہونا:

اللہ کا تقویٰ اور پرہیزگاری کا نہ ہونا جو تمام امور میں خرابی کی بنیادی وجہ ہے۔

② لوگوں سے شرمندگی محسوس کرنا:

کبھی کبھی مریض کی حالت واضح نہیں ہوتی ہے لیکن مریض اور اس کے عزیز و اقارب ڈاکٹر سے مریض کی حالت کے بارے میں دریافت کرتے ہیں جبکہ اسے مریض کی حالت کا علم نہیں ہوتا اور اسے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ مجھے مرض کی اصل صورت حال کا علم نہیں ہے۔ ایسی صورت میں وہ جو کچھ بھی جواب میں کہہ دیتا ہے یہ بھی تقویٰ و پرہیزگاری نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

③ مریض کے رشتہ داروں کا اصرار:

لوگوں کا عامل اور دم کرنے والے کو پریشان کرنا اور مریض کی حالت جاننے پر اصرار کرنا بھی عامل و ڈاکٹر کو بلا علم بات کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ ایسی صورت میں عامل یعنی دم

کرنے والا کوئی ایسا جواب دے دیتا ہے جو انھیں مطمئن اور راضی کر دے جبکہ یہ دم کرنے والے اور ڈاکٹر کے لیے جائز نہیں ہے۔ اس لیے مریض یا اس کے رشتہ داروں کو مریض کی حالت جاننے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے، خصوصًا جب ڈاکٹر اور دم کرنے والا مریض کی حالت سے واقف نہ ہو۔

④ ایک بیماری کی علامات کا دوسری سے مشتبہ ہونا:

بعض اطباء اور دم کرنے والوں پر مریض کی حالت اور اس کی علامات کا کسی دوسری بیماری کی علامات سے مشتبہ ہو جانا بھی بعض اوقات غلط تشخیص کا سبب بن جاتا ہے۔ دم کرنے والوں کی مثال یہ ہے کہ کوئی ایک کسی ایسے مریض پر دم کرتا ہے جسے جن چمٹا ہوا ہے، لیکن دم کرنے والے پر اس کا معاملہ مشتبہ ہو جاتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اسے نظر لگی ہے، حالانکہ ایسا نہیں۔

اور بعض اوقات دم کرنے والا کسی ایسے مریض کے بارے میں جسے نظر لگی ہوتی ہے، کہتا ہے کہ تجھے جن چمٹا ہوا ہے، حالانکہ اس بے چارے کو تو کسی کی نظر لگی ہوتی ہے۔ نظر کا معاملہ بھی بڑا خطرناک ہے، اس کا بیان آگے آئے گا۔ (ان شاء اللہ!)

اور بعض اوقات جن کا چمٹنا، جادو اور نظر بد کی علامات بعض حالات میں نفسیاتی و اعصابی امراض کی علامات کے مترادف اور ان کے ساتھ مشترک ہوتی ہیں۔ جیسا کہ آسیب زدہ شخص کی علامات میں سے ایک علامت آزردگی و بے چینی ہے، تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہر آزردہ اور بے چین شخص آسیب زدہ ہے جبکہ نفسیاتی امراض میں بھی انسان اکثر و بیشتر آزردہ اور بے چین ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ سے اعراض کرنا بھی باعث قلق و بے چینی ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ (طٰهٰ: ١٢٤)

''اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

اسی طرح سر میں درد کبھی جن کے لگنے کے سبب سے ہوتا ہے اور کبھی عضوی اسباب میں سے کسی دوسری وجہ سے درد ہوتا ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''درد سر کے بہت سارے اسباب ہیں۔ درد سر کبھی معدہ یا اس کی نالیوں میں ورم کے سبب سے یا اس میں فاسد ہوا جمع ہو جانے کے سبب سے ہوتا ہے اور کبھی کبھی سخت حرکت ومشقت جیسے ہم بستری، قے، شب بیداری اور کثرت کلام کے سبب ہوتا ہے۔ اسی طرح سر درد کبھی بعض نفسیاتی عوارض جیسے حزن وملال، غم واندوہ، بھوک اور بخار کی وجہ سے ہوتا ہے تو کبھی کسی حادثہ میں سر پر چوٹ آنے، دماغ کی نالیوں میں ورم آ جانے، سر پر بھاری بوجھ اٹھانے سے یا سر پر کوئی چیز پہن کر اسے اعتدال سے زیادہ گرم کرنے یا ہوا اور ٹھنڈے پانی میں اس کے ٹھنڈے ہو جانے کی وجہ سے درد ہونے لگتا ہے۔''[1]

تو کیا ہم ہر قسم کے درد سر کو جنات کا اثر کہیں گے؟ یہی مسئلہ درد شقیقہ یعنی آدھے سر کے درد کا ہے۔ درد شقیقہ یہ ہے کہ سر کی ایک جانب شدید درد ہوتا ہے اور کبھی سر کے اگلے حصے میں بھی ہوتا ہے۔

ڈاکٹروں نے ذکر کیا ہے کہ یہ پرانے امراض میں سے ایک ہے جو گیس پیدا ہونے اور فاسد گرم یا سرد آمیزش کے بلند ہو کر دماغ تک پہنچنے کے سبب ہوتا ہے، اس لیے جب وہ اوپر دماغ تک پہنچتا ہے اور اسے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا تو درد سر کا سبب بنتا ہے اور سر کی جس جانب پہنچ جاتا ہے اسی جانب درد ہوتا ہے اور آدھے سر کا درد زیادہ تر دماغ کی رگوں میں ہوتا ہے اور خاص طور پر سر کے کمزور حصے میں ہوتا ہے۔ اس کا علاج سر پر مضبوط پٹی

---

[1] فتح الباری: ۱۰/ ۱۶۲، دارالریان۔

باندھ کر کیا جاتا ہے۔[1]

⑤ جنات کے چمٹنے پر یقین نہ رکھنا:

غلط تشخیص کا ایک سبب یہ ہے کہ بعض طبیب و ڈاکٹر خصوصاً نفسیات کے ماہرین جنات کے چمٹنے پر یقین نہیں رکھتے، اس وجہ سے وہ جن کے چمٹنے کے مرض کے نہج پر سوچنا گوارا ہی نہیں کرتے۔

⑥ تجربہ و معرفت کی کمی:

کسی بھی کام میں تجربہ اور معرفت کا نہ ہونا اس میں ناکامی کا بنیادی سبب ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"ماہر طبیب وہ ہے جو دوران علاج دس باتوں کا خیال رکھتا ہے۔"

ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:۔

① بیماری کی نوعیت کے بارے میں غور وفکر کرنا کہ اس کا تعلق کس قسم کے امراض سے ہے۔

② اس مرض کے اسباب وعلل کے بارے میں غور وفکر کرنا جن کے سبب یہ مرض ہوا ہے۔

③ مریض کی عادت کا سمجھنا۔

④ طبیب کا مقصد صرف اسی بیماری کو ختم کرنا نہ ہو بلکہ وہ اس کا علاج کرتے ہوئے اس بات کا بھی دھیان رکھے کہ کہیں کوئی اس سے خطرناک بیماری جنم نہ لے۔

⑤ وہ اس بات پر بھی غور کرتا ہے کہ اس کا علاج ممکن ہے یا نہیں، اگر ممکن نظر نہیں آتا تو وہ اپنے پیشے اور اس کی حرمت و وقار کو ملحوظ رکھے اور لالچ وطمع میں آکر بے فائدہ علاج معالجہ پر راضی نہ ہو۔

---

❶ فتح الباری: ۱۰/ ۱۶۲، دار الریان۔

⑥ طبیب نفسیاتی و روحانی امراض کا ماہر ہو اور ان کے علاج سے متعلق ادویات کا علم رکھتا ہو۔

⑦ طبیب کو مریض کے ساتھ پیار و محبت سے پیش آنا چاہیے جیسے بچوں کے ساتھ پیار کیا جاتا ہے۔

⑧ طبیب کو طبی اور الٰہی یعنی روحانی دونوں طریقوں سے علاج کرنا چاہیے۔ ①

---

❷ زادالمعاد لابن قیم: ۱٤٣، ۱٤٤۔

آسیب زدگی کی علامات

آسیب زدگی کی بہت سی علامات ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں، یہ علامات کبھی تو واقعی آسیب زدگی کا سبب ہوتی ہیں اور کبھی کسی اور مرض کا سبب ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض آسیب زدہ شخص کے کان میں اذان دیتے وقت یا اس پر قرآنی آیات تلاوت کرتے وقت ظاہر ہوتی ہیں۔ بعض علامات کا اظہار نیند کی حالت میں اور بعض کا بیداری کی حالت میں ہوتا ہے، جو حسب ذیل ہیں:۔

① اذان اور قراءت کے ذریعے ظاہر ہونے والی علامات:

جب آسیب زدہ شخص کے کان میں اذان دی جاتی ہے یا اس پر پڑھا جاتا ہے تو اس پر غشی طاری ہو جاتی ہے اور وہ زمین پر گر جاتا ہے اور یہ لازمی نہیں کہ غشی کا طاری ہونا آسیب زدگی ہی کی علامت ہے کیونکہ تشنج (اینٹھن، عضلات جسمانی کا کھنچنے لگنا) کی وجہ سے بھی غشی طاری ہو جاتی ہے اور اس کے علاوہ اور بھی اسباب ہیں جن کی وجہ سے غشی طاری ہو جاتی ہے۔

بہر حال جب آسیب زدگی کی وجہ سے مریض پر غشی طاری ہوتی ہے اور وہ زمین پر گرتا ہے تو بعض اوقات وہ چیخ پکار کرتا ہے اور بعض اوقات خاموش رہتا ہے، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اپنی نظریں آسمان کی طرف گاڑ دیتا ہے، یا دائیں یا بائیں نظر جما لیتا ہے، آسیب زدہ لوگوں پر قراءت کے دوران ان سب واقعات کا تجربہ ہمیں ہو چکا ہے۔

② حالت بیداری سے متعلق علامات:

ایک بات کا لحاظ رکھنا یہاں ضروری ہے کہ ہم آسیب زدگی کی جن علامات کو یہاں ذکر کر رہے ہیں وہ اسی کے ساتھ خاص نہیں ہیں بلکہ یہ علامات نفسیاتی اور اعصابی امراض کے ساتھ مشترک ہیں۔

حالت بیداری میں آسیب زدگی کی واضح علامات یہ ہیں:۔

① بے خوابی اور رنج والم۔

② خلوت وتنہائی پسندی۔

③ بغیر کسی طبی سبب کے دائمی سر درد۔

④ سستی و کاہلی اور ذہنی انتشار۔

⑤ مرگی، دورہ پڑنا اور تشنج یعنی جسم کا اکڑنا۔

⑥ صفائی وستھرائی کا خیال نہ رکھنا۔

کبھی کبھی ان علامات میں یا ان کے علاوہ دیگر علامات میں سے کوئی بھی علامت ظاہر نہیں ہوتی بلکہ وہاں کچھ اور ہی ہوتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح رہے کہ مذکورہ علامات جادو کی بھی ہوسکتی ہیں۔

③ حالت نیند سے متعلق علامات:

یہاں بھی اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ مندرجہ ذیل علامات صرف آسیب زدگی کی نہیں ہیں، اس کی چند واضح علامات یہ ہیں:۔

① کابوس، یہ ایک بیماری ہے جس میں آدمی کو نیند کی حالت میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی چیز اس کو دبائے ہوئے ہے اور وہ حرکت پر قادر نہیں ہوتا اور یہ مرگی کا مقدمہ ہے۔

② نیند کی حالت میں بھیانک اور ڈراؤنے خواب دیکھنا، جیسے دیکھے کہ وہ وحشت ناک

راستے میں ہے یا کالی بلی دیکھے اور خیالی تصویر اور پرچھائیں وغیرہ دیکھے۔

③ نیند کی حالت میں بہت زیادہ ہنسنا، رونا، چیخنا، کراہنا وغیرہ۔

وہ حالات جن میں جنات انسان کو چمٹتے ہیں:

وہ حالات جن میں جنات انسانوں کو چمٹتے ہیں یعنی انھیں چھوتے اور ان میں داخل ہوتے ہیں، ان حالات میں اور مرگی کے اسباب میں فرق ہے، جن کا بیان آگے آئے گا۔ (ان شاء اللہ!) یہاں ہم وہ حالات یعنی وہ انسانی کمزوریاں بیان کرتے ہیں جن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جن انسانوں پر مسلط ہوتے ہیں اور ان میں داخل ہوجاتے ہیں:۔

① سخت غصہ کی حالت میں۔

② بہت زیادہ گھبراہٹ کی حالت میں۔

③ بہت زیادہ خوشی کی حالت میں۔

④ بہت زیادہ غفلت کی حالت میں۔

⑤ شہوت پرستی میں مگن حالت میں۔

⑥ انسان کا جنوں کو کسی بھی حالت میں تکلیف پہنچانا بھی اس کا سبب بن جاتا ہے۔

باب سوم

مرگی کا بیان

مرگی کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

مرگی کو عربی زبان میں صرع کہتے ہیں جس کا لغوی معنی ہے بچھاڑ دینا، زمین پر گرا دینا اور صاحب التھذیب نے اس لفظ کو انسانوں کے ساتھ خاص کیا ہے، یہ معروف مرض ہے۔ اسی معنی کی مناسبت سے مجنون کو صریع کہا جاتا ہے۔ [1]

اصطلاحی طور پر صرع سے مراد وہ مرض ہے جو انسانی اعضا کو جزوی طور پر بے حس و حرکت کر دیتا ہے اور انسانی افعال کے پوری طرح فعال ہونے میں قدرے رکاوٹ بنتا ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہوا کا رک جانا بھی کبھی کبھی اس مرض کا سبب ہوتا ہے اور یہ مرض اعضائے رئیسہ کو ان کے کام سے جزوی طور پر روک دیتا ہے۔“ [3]

تو مرگی انسان کی عقل میں ہونے والے اس اختلال وفتور سے عبارت ہے جس کی وجہ سے انسان یہ ادراک نہیں کر پاتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اور وہ اپنی کہی ہوئی بات اور آگے کہنے والی بات میں ربط و تعلق بھی پیدا نہیں کر پاتا ہے۔

---

1. لسان العرب: ۱۹۷۔
2. القانون فی الطب لابن سینا: ۲/۷٦۔
3. فتح الباری: ۱۰/۱۱٤۔

اور ایسا شخص دماغی اعصاب میں فتور کے سبب اپنی یادداشت کھو بیٹھتا ہے اور یہی دماغی وعقلی خرابی مرگی زدہ شخص کی حرکات وسکنات میں خرابی کا سبب بنتی ہے، یہاں تک کہ وہ چلنے میں بھی ثابت قدم نہیں رہ پاتا اور اپنے قدموں کے درمیان توازن برقرار رکھنے کی قدرت بھی کھو بیٹھتا ہے اور چلتے ہوئے ادھر ادھر ڈگمگانے لگتا ہے۔ ①

اور تشنجی مرگی جس میں انسان اکڑاؤ اور اینٹھن کا شکار ہو جاتا ہے، یہ دماغی افعال و وظائف میں اضطراب کے سبب ہوتی ہے اور عادتاً اس کے احساسات مضطرب اور شعور و ادراک ختم ہو جاتا ہے۔ ②

مرگی کی اقسام:

اس کی دو قسمیں ہیں:۔

① جناتی مرگی، جس کا سبب جن بنتے ہیں۔

② طبی مرگی، جس کا سبب فاسد آمیزش ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"مرگی کی دو صورتیں ہیں: ایک مرگی وہ ہے جو ارواح خبیثہ کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور دوسری وہ جو فاسد آمیزش واختلاط کے سبب پیدا ہوتی ہے اور وہ یہی دوسری صورت ہے جس کے اسباب وعلاج کے بارے میں اطباء بات کرتے ہیں۔" ③

ہم یہاں پہلی صورت کے بارے میں تفصیلی گفتگو کریں گے اور دوسری صورت کے اسباب اور علاج کی تفصیل آپ کو اس مرض کے اسپیشلسٹ ڈاکٹروں سے ملے گی۔

---

❶ عالم الجن والملائکۃ: ص ۷۶، ۷۷۔

❷ طب نبوی لابن قیم: ص ۱۹۰۔

❸ الطب النبوی: ۱۹۰، ۱۹۱۔

مرگی کا کتاب وسنت سے ثبوت :

مرگی کتاب وسنت، اجماع اور اہل علم وبصیرت کے اقوال سے ثابت ہے۔تو یہاں ہم سب سے پہلے قرآن سے پھر احادیث رسول ﷺ سے اور پھر سلف صالحین سے اس کا ثبوت پیش کریں گے۔

① کتاب اللہ سے دلائل :

سورۂ بقرۂ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ (البقرة : ٢٧٥)

''جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو شیطان (جن) نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔''

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وہ (سود خور) لوگ قیامت کے دن اپنی قبروں سے اس طرح اٹھیں گے جس طرح مرگی زدہ مرگی کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے اور شیطان نے چھو کر اسے خبطی بنا دیا ہوتا ہے۔ یہ تشبیہ اس لیے ہے کہ وہ صحیح طور پر کھڑا نہیں ہوتا۔''[1]

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو لوگ جناتی مرگی کے معتقد نہیں ہیں، اسے طبعی مرگی تصور کرتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ شیطان انسان کے اندر داخل نہیں ہوسکتا اور نہ اس پر اس کا اثر ہوسکتا ہے، ان لوگوں کے افکار فاسد اور غلط ہونے پر یہ آیت دلالت

---

❶ ابن کثیر : ١/٣٢٦۔

کرتی ہے۔"[1]

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوا اِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُبْصِرُوْنَ ﴾ (الاعراف : ٢٠١)

"جو لوگ پرہیزگار ہیں، جب ان کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو چونک اٹھتے ہیں اور (دل کی آنکھیں کھول کر) دیکھنے لگتے ہیں۔"

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"بعض مفسرین نے آیت میں لفظ "مس" کی تفسیر جناتی مرگی وغیرہ سے کی ہے۔ بعد ازاں انھوں نے اس عورت کا قصہ ذکر کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں اس مرض میں مبتلا تھی۔"[2]

② احادیث سے دلائل:

حضرت عطا بن ابی رباح رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

«اَلَا أُرِيْكَ امْرَأَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ؟ قُلْتُ بَلٰى قَالَ هٰذِهِ الْمَرْأَةُ السَّوْدَاءُ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّيْ أُصْرَعُ وَاِنِّيْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ لِيْ فَقَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُّعَافِيَكِ فَقَالَتْ اَصْبِرُ فَقَالَتْ اِنِّيْ اَتَكَشَّفُ فَادْعُ اَنْ لَا اَتَكَشَّفَ فَدَعَا لَهَا»[3]

---

1. احکام القرآن للقرطبی : ٣/٣٥٥۔
2. ابن کثیر : ٢/٢٧٩۔
3. صحیح بخاری، کتاب المرض، باب فضل من یصرع من الریح : ٥٦٥٢۔ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن فی ما یصیبه من مرض : ٢٥٧٦۔

''کیا میں تمھیں ایک جنتی عورت نہ دکھلاؤں؟'' انھوں نے کہا: ''کیوں نہیں، ضرور دکھلایے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ''یہ سیاہ فام عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی تھی اور کہا: ''مجھے مرگی ہے جس کی وجہ سے میں بے پردہ ہوجاتی ہوں، آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا فرما دیجیے۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر تم چاہو صبر کرلو اور اس کے بدلے تمھارے لیے جنت ہوگی اور اگر تم چاہو تو میں اللہ سے تمھارے لیے دعا کردوں کہ وہ تمھیں عافیت دے دے۔'' عورت نے کہا: ''میں صبر کرلوں گی لیکن میں بے پردہ ہوجاتی ہوں آپ اللہ سے دعا کردیجیے کہ میں بے پردہ نہ ہوا کروں۔'' تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے یہ دعا فرما دی۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس عورت کے قصہ کی مثل ایک قصہ ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں:

((جَاءَتِ امْرَأَةٌ بِهَا لَمَمٌ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اُدْعُ اللّٰهَ فَقَالَ اِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ فَشَفَاكِ وَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَا حِسَابَ عَلَيْكِ قَالَتْ بَلْ اَصْبِرُ وَلَا حِسَابَ عَلَيَّ)) [1]

''ایک عورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی جسے مرگی (یعنی تھوڑی سی دیوانگی) کی شکایت تھی، اس نے کہا: ''آپ اللہ تعالیٰ سے (میرے لیے) دعا کر دیجیے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر چاہو تو میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کردوں کہ وہ تمھیں شفا دے دے اور اگر چاہو تو صبر کرو اور تمھارا حساب کتاب نہ ہو۔'' اس عورت نے کہا: ''تب میں صبر کروں گی تاکہ میرا حساب کتاب نہ ہو۔''

فتح الباری میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح کا ایک اور قصہ منقول ہے کہ ایک

---

[1] فتح الباری: ١١٥/١٠، المطبعة السلفية ـ

عورت نے آپ ﷺ سے کہا:

((اِنِّیْ اَخَافُ الْخَبِیْثَ اَنْ یُّجَرِّدَنِیْ فَدَعَا لَھَا فَکَانَتْ اِذَا خَشِیَتْ اَنْ یَّأْتِیَھَا تَأْتِیْ اَسْتَارَ الْکَعْبَةِ فَتَتَعَلَّقُ بِھَا)) ①

''مجھے اس خبیث (جن) سے خوف ہے کہ وہ مجھے ننگا کر دے گا۔'' آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا کی اور اسے جب جن کے آنے کا خوف ہوتا تھا تو وہ جا کر کعبہ کے پردے سے چمٹ جاتی تھی۔''

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے کہا:

((اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ ابْنِ آدَمَ مَجْرَی الدَّمِ)) ②

''بے شک شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔''

صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا یَمَسَّهُ الشَّیْطَانُ فَیَسْتَھِلُّ صَارِخًا اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَھَا لِقَوْلِ اُمِّھَا اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِكَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ)) ③

''جو بھی بچہ پیدا ہوتا ہے شیطان اسے چھوتا ہے جس کی وجہ سے وہ چیخ پڑتا ہے سوائے حضرت مریم اور ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے کہ ان کو شیطان نے نہیں چھوا، ان کی ماں کی دعا کی وجہ سے، اس نے دعا کی تھی: ''(اے میرے رب!) میں اسے (مریم) اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں

---

① فتح الباری: ۱۰/۱۱۵۔

② صحیح بخاری، کتاب الاعتکاف، باب هل یدرأ المعتکف عن نفسه؟: ۲۰۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب بیان أنّه یستحب لمن رؤی خالیا بإمرأة: ۲۱۷۵۔

③ صحیح مسلم، کتاب الفضائل فضائل، باب عیسیٰ علیه السلام: ۲۳۶۶۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ۵۷۸۵۔

دیتی ہوں۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا تَثَائَبَ اَحَدُكُمْ فَلْيُمْسِكْ بِيَدِهِ عَلٰى فَمِهِ فَاِنَّ الشَّيْطَانَ يَدْخُلُ)) ①

"تم میں سے جب کسی کو جمائی آئے تو وہ اپنے ہاتھ سے منہ کو بند کر لے، اس لیے کہ اس میں شیطان داخل ہو جاتا ہے۔"

③ سلف سے مرگی کا ثبوت:

ابن قیم رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

"میں نے اپنے استاد ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ مرگی زدہ شخص کی طرف کسی کو بھیجتے، وہ اس بدروح یعنی جن کو مخاطب کر کے کہتا: "تجھے شیخ (ابن تیمیہ رحمہ اللہ) نے کہا ہے کہ اس سے نکل جا، یہ کام تیرے لیے جائز نہیں۔" تو اس کے بعد وہ مرگی زدہ شخص ٹھیک ہو جاتا۔ بعض اوقات استاد محترم خود جا کر اسے نکلنے کے لیے کہتے۔ اگر وہ بدروح یعنی جن سرکش ہوتا تو شیخ اسے مار مار کر نکال دیتے اور وہ مریض بالکل ٹھیک ہو جاتا اور اسے پڑنے والے مار کا ذرا بھی علم نہیں ہوتا تھا۔ ایسے واقعات کا ہم نے اور ہمارے علاوہ اور کئی لوگوں نے بارہا مشاہدہ کیا ہے۔" ②

مرگی کے اسباب:

جناتی مرگی کے کئی ایک اسباب ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الزهد، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب : ٢٩٩٥۔ صحيح الجامع الصغير للالبانى : ٤٢٦۔

❷ الطب النبوى لابن قيم : ١٩٣۔

① اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش:

جناتی مرگی کا ایک بڑا سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی ابتلا و آزمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اپنی مخلوق کو مختلف مصائب و مشکلات کے ذریعے آزماتا ہے اور جناتی مرگی ان مصائب میں سے ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴾

(الأنبياء : ٣٥)

''ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تم لوگوں کو سختی اور آسودگی میں آزمائش کے طور پر مبتلا کرتے ہیں اور تمھیں ہماری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔''

پس جو شخص مصائب و مشکلات میں گھر جائے اسے چاہیے کہ صبر کرے اور اللہ سے اجر و ثواب کی امید رکھے، ساتھ ہی علاج کے جائز اسباب و ذرائع بھی استعمال کرے۔

② اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا:

مرگی کا مرض بندہ کی معصیت و گناہ کے سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ایک عذاب بھی ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ ﴾

(الشورىٰ : ٣٠)

''اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو وہ تمھارے اپنے اعمال کی وجہ سے ہے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف ہی کر دیتا ہے۔''

پس جب انسان اپنے رب سے دور اور غافل ہو جاتا ہے تو شیاطین اس پر گھیرا ڈال کر اس پر تسلط قائم کر لیتے ہیں اور اس کی زندگی تہس نہس ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ (طٰهٰ : ١٢٤)

''اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾ (الزخرف : ٣٦)

''اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کر لے (یعنی تغافل کرے) ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں، سو وہ اس کا ساتھی ہو جاتا ہے۔''

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان ارواح خبیثہ کا تسلط عموماً ان لوگوں پر ہوتا ہے جن کے پاس دین وایمان کی کمی ہوتی ہے، ان کے دل خراب اور زبانیں اللہ تعالیٰ کے ذکر و اذکار اور مسنون وظائف سے خالی ہوتی ہیں۔ تو جب جنات انسان کو غیر مسلح دیکھتے ہیں اور اسے الٰہی تحفظات سے بالکل عاری پاتے ہیں تو اس پر حملہ آور ہو جاتے ہیں اور اس پر اپنا تسلط قائم کر لیتے ہیں۔''[1]

اور یہ تو مشاہدہ کی بات ہے کہ ہم نے جن لوگوں پر دم کیا ہے ان میں سے اکثر لوگ کمزور ایمان اور دینی امور پر بہت کم عمل پیرا تھے اور بعض شہوت رانی کے سمندر میں غوطہ زن تھے، اس لیے جنات و شیاطین کو بھگانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور معصیت

[1] زاد المعاد لابن قیم: ٤/٦٩۔

کے کاموں کو چھوڑ دینا بہت ضروری ہے۔

③ جنات کا انسانوں پر عاشق ہو جانا:

مرگی کا ایک سبب جنوں کا انسانوں پر عاشق ہو جانا بھی ہے۔ وہ یوں کہ کسی جن کو کسی عورت سے عشق ہو جاتا ہے اور کبھی اس کے برعکس بھی ہو جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''پہلی چیز کہ جن کسی عورت پر عاشق ہو جاتا ہے، یہ فحش کاموں میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دیا ہے جس طرح انسانوں کے لیے اسے حرام قرار دیا ہے، اگر چہ ایک دوسرے کی رضا مندی ہی سے کیوں نہ ہو اور اگر دوسرے فریق کی ناپسندیدگی کے باوجود ہو تو یہ ایک بے حیائی ہوئی اور دوسرا ظلم ہوا۔ تو جنات کو مخاطب کر کے انھیں یہ بات بتانی چاہیے تاکہ ان پر حجت و دلیل قائم ہو، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر یہ رضا مندی سے ہو تو بے حیائی ہے اور حرام ہے اور اگر جبراً ہو تو بے حیائی اور ظلم ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہیں اور اس کے رسول کے حکم کے بھی پابند ہیں، جو جن و انس کی طرف بھیجا گیا۔''[1]

④ بدلہ اور انتقام:

مرگی کا سبب بعض اوقات جنات کی طرف سے کسی کام کا بدلہ اور انتقام لینا بھی ہوتا ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''اکثر و بیشتر یہ انتقامی جذبہ کے سبب ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ کوئی انسان انھیں تکلیف پہنچا دیتا ہے یا ان کے وہم و گمان کے مطابق انسان جان بوجھ کر ان پر

---

❶ فتاویٰ ابن تیمیة: ١٩/ ٤٠۔

پیشاب کر دیتا ہے، گرم پانی ڈال دیتا اور بعض جنوں کو قتل کر دیتا ہے جبکہ بے چارہ انسان اس سے واقف ہی نہیں ہوتا ہے اور چونکہ جنات میں جہالت اور سر کشی زیادہ ہے اس لیے وہ اسے اس کے کیے سے زیادہ سزا دے دیتے ہیں۔"①

اور جب صورت حال ایسی ہو کہ انسان کو اس کا پتا ہی نہ ہو تو جنات کو مخاطب کر کے سمجھایا جائے کہ اسے اس بات کا پتا نہیں تھا اور جو لاعلمی میں کوئی کام کر گزرے تو وہ سزا کا مستحق نہیں ہوتا اور اگر اس نے وہ کام اپنی ملکیت اور گھر میں کیا ہے تو انھیں بتایا جائے کہ گھر اس کی ملکیت ہے اور اسے اس میں جائز تصرف کا مکمل حق ہے البتہ تمھارے لیے کسی انسان کی ملکیت میں بغیر اس کی اجازت کے رہنا درست نہیں ہے، بلکہ تمھارے لیے وہ جگہیں ہیں جہاں انسان نہ رہتے ہوں جیسے اجاڑ وغیر آباد جگہیں اور جنگل و بیابان وغیرہ۔②

⑤ جنات کا بلا وجہ تنگ کرنا:

بعض اوقات مرگی کا سبب جنوں کا بلا وجہ تنگ کرنا بھی ہوتا ہے۔ یہ جنوں کی حماقت و بے وقوفی ہے کہ وہ بلا وجہ انسانوں کو تکلیفیں دیتے ہیں، جس طرح بعض اوقات کوئی انسان بھی کسی دوسرے انسان کو جہالت کی بنا پر اذیت سے دوچار کرتا ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بعض اوقات جنات ہنسی و مذاق اور شرارت کے سبب انسان کو مرگی سے دوچار کر دیتے ہیں، جس طرح بے وقوف انسان بھی (دوسرے انسانوں کو مذاق میں) اذیت دیتے ہیں اور یہ مرگی کی سبب سے ہلکی قسم ہے۔"③

---

❶ فتاویٰ ابن تیمیة: ۱۹/ ۴۰۔

❷ فتاویٰ ابن تیمیة: ۱۹/ ۴۰۔

❸ فتاویٰ ابن تیمیة: ۱۹/ ۴۰۔

⑥ جادو:

بعض اوقات مرگی کا سبب جادو بھی ہوتا ہے، وہ اس طرح کہ جادوگر اس شخص کی طرف جس پر جادو کرنا مقصود ہوتا ہے جن کو بھیجتا ہے، وہ اسے چمٹ جاتا ہے اور اذیت پہنچاتا رہتا ہے۔ مرگی کی اس قسم سے بھی ہمارا سابقہ پڑ چکا ہے۔

ایک شبہ اور اس کا رد:

لوگوں کو ایک شبہ ہو گیا ہے اور وہ اس سلسلے میں بہت زیادہ پوچھتے رہتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جن صرف مسلمانوں ہی پر تسلط کیوں جماتے ہیں؟ کیا انھوں نے مسلمانوں میں داخل ہونے کا کوئی خاص کورس کیا ہے اور وہ اس کے اسپیشلسٹ ہیں؟ حالانکہ ہم کفار کو دیکھ رہے ہیں کہ جن ان کے قریب تک نہیں جاتے۔

اور جن لوگوں کو یہ شبہ ہوا ہے ان میں شیخ محمد الغزالی بھی ہیں، وہ کہتے ہیں:

''میں کہتا ہوں اور پریشانی کے عالم میں کہتا ہوں کہ کیا جن وعفریت نے صرف مسلمانوں پر سوار ہونے کو خاص کیا ہوا ہے؟ کسی جرمنی و جاپانی شخص کو جن کے چمٹنے کی شکایت کیوں نہیں ہوتی؟ یقیناً صرف دیندار طبقہ میں ان اوہام وخرافات کی اشاعت کی وجہ سے دین داروں کی شہرت ماند پڑ گئی ہے اور اس پر دھبا لگ گیا ہے اور حال ہی میں اخبار میں یہ خبر چھپی کہ شیخ عبدالعزیز ابن باز (رحمہ اللہ) نے ایک دیہاتی سے ایک بدھ مت جن کو نکالا ہے جو اسلام لا چکا ہے۔ میں قارئین کے چہروں کو بغور دیکھ رہا تھا اور محسوس کر رہا تھا کہ ایسے واقعات ان کے دلوں میں سائنسی علوم اور دین کے درمیان دوری کا باعث بن رہے ہیں حالانکہ قرآن کی عظمت اور قدر و قیمت ان مسائل سے بہت بلند ہے۔''[1]

---

[1] كتاب السنة النبوية بين أهل الفقه وأهل الحديث للشيخ محمد الغزالي: ص ٩٣، ٩٥۔

پہلا جواب: جن لوگوں کا سوال ہے کہ کافروں پر جنوں کا تسلط کیوں نہیں ہوتا ہے؟ تو حقیقت میں ان پر جنوں کا تسلط ہے، وہ انھیں بھی پریشان و زچ کرتے ہیں، جس کا اعتراف ان کے بعض سوجھ بوجھ والے قدیم وجدید ڈاکٹروں نے کیا ہے۔

قدیم اعتراف کے بارے میں امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''بدروحوں کی وجہ سے مرگی کا اعتراف ان کے ائمہ و دانشوروں نے کیا ہے، انھیں اس سے انکار نہیں ہے۔ وہ یہ بھی مانتے ہیں کہ ان ارواح خبیثہ مکروہہ کا علاج نیک و شریف ارواح کے ذریعے سے ہوتا ہے۔ ارواح شریفہ ارواح خبیثہ کے آثار وافعال کو ختم اور باطل کر دیتی ہیں۔ حکیم بقراط نے اپنی بعض کتابوں میں اس سلسلہ میں خامہ فرسائی کی ہے اور بعض علاجوں کا ذکر کیا ہے۔ اس کا (ایک دوا کے بارے میں) کہنا ہے: ''یہ (دوا) اس مرگی کے لیے مفید ہے جو فاسد آمیزش اور خراب مادہ کے سبب پیدا ہوتی ہو اور وہ مرگی جو جنات کے سبب ہوتی ہے اس کے لیے یہ مفید نہیں ہے۔''[1]

رہا دور جدید کا مسئلہ تو بعض ڈاکٹروں نے اس مرگی کے وجود کا اعتراف کیا ہے جس کا سبب عضلات و عصبات نہیں بلکہ ارواح یعنی جنات ہیں اور انھوں نے اپنے علم کو اس حیران کن اور واضح چیز کی طرف مرکوز کیا ہے جو اکثر واقعات میں پائی جاتی ہے اور ان کے علم کی بنیاد اس چیز پر ہے کہ واقعی یہ روحیں اور جن اثر انداز ہوتے ہیں، اس چیز پر نہیں کہ یہ صرف اعصابی حالات کی وجہ سے ہے، جیسا کہ آج کل کے اکثر ڈاکٹروں نے اس چیز کی وضاحت کی ہے۔

امریکی ماہرین نفسیات کی جماعت کا ایک اہم رکن کارنجتون (کارنگٹون) جن کے چمٹنے کے متعلق بحث کرتے ہوئے کہتا ہے:

---

[1] الطب النبوی: ۱۹۱۔

''اب یہ ماننے بغیر گزارہ نہیں کہ جنات کے چمٹنے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ضرور ہے اور علمی دنیا میں اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں، کیونکہ بہت سے حیران کن حقائق اس کی تائید کرتے ہیں۔ تو جب جنات کے چمٹنے کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہے تو پھر اس پر بحث و تحقیق ایک لازمی امر ہے جو صرف میڈیکل بورڈز ہی کی ذمہ داری نہیں۔ کیونکہ دور حاضر میں سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگ جنوں کے چمٹنے کا معائنہ کر چکے ہیں۔ تو اس بیماری سے چھٹکارا پانے اور اس کے علاج کا تقاضا ہے کہ اس پر جدید نفسیاتی سائنس کی روشنی میں فوری طور پر تحقیق کی جائے۔ جب نظریاتی طور پر جن چمٹنا ثابت ہو جائے گا تو ہمارے لیے اس موضوع پر مزید بحث کرنے کا ایک وسیع باب کھل جائے گا اور مہارت و توجہ کے وہ تمام تقاضے پورے کیے جا سکیں گے جس کا علم جدید اور سائیکالوجسٹ نہایت شد و مد سے تقاضا کر رہے ہیں۔''[1]

تو ان مغربی ڈاکٹروں کے لیے بھی اس حقیقت کو تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ جنات انسان کے جسم اور عقل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ کیونکہ جسے جن چمٹتا ہے اس کا علاج کرنے سے طب کی دنیا عاجز ہے، اس کا علاج صرف انہی شرعی دعاؤں اور وظائف سے ممکن ہے جو اسلام نے بتائی ہیں، یہ کتاب و سنت میں موجود ہیں اور ان کا ذکر عنقریب آئے گا۔ (ان شاء اللہ)

دوسرا جواب: بلاشبہ کافر یہ دنیاوی زندگی عیش و عشرت سے گزار رہے ہیں لیکن آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں، وہاں ان کے لیے کوئی عیش و عشرت نہیں ہے اور مومن کو اس دنیاوی زندگی میں ابتلا و آزمائش کا سامنا ہے جیسا کہ گزر چکا تاکہ اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کو پاک صاف کر دے اور اس کے درجات بلند فرمائے اور

---

❶ عالم الجن والملائكة : ص ٨٣۔

گناہوں کا کفارہ فرما دے اور بندہ اپنے اللہ کی حفاظت ونگہبانی سے دور چلے جانے کے بعد دوبارہ اس کی طرف لوٹ آئے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴾ (الروم : ٤١)

''خشکی اور تری میں لوگوں کے (برے) اعمال کے سبب فساد پھیل گیا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے بعض (برے) عملوں کا مزا چکھائے، عجب نہیں کہ وہ باز آ جائیں۔''

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((يُؤْتَى بِالْكَافِرِ فَيُغْمَسُ فِي النَّارِ غَمْسَةً ثُمَّ يُقَالُ لَهُ : هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ رَأَيْتَ نَعِيمًا قَطُّ ؟ فَيَقُولُ : لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ! وَيُؤْتَى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا كَانَ فِي الدُّنْيَا فَيُصْبَغُ فِي الْجَنَّةِ صَبْغَةً ثُمَّ يُقَالُ لَهُ: هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا وَاللّٰهِ يَا رَبِّ! أَيُّ مَا كَانَ شَيْئًا كَانَ)) [1]

''قیامت کے دن کافر کو لا کر جہنم میں ایک غوطہ دیا جائے گا پھر اس سے پوچھا جائے گا: ''کیا تم نے کبھی کوئی بھلائی دیکھی ہے؟ کیا تم نے کبھی کوئی نعمت دیکھی ہے؟'' وہ جواب دے گا: ''نہیں، اے میرے رب! قسم ہے تیری ذات کی! (میں نے کبھی کوئی بھلائی نہیں دیکھی)۔'' پھر ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جس کی زندگی دنیا میں تمام لوگوں سے زیادہ بدحالی و زبوں حالی میں گزری

---

[1] صحيح الجامع الصغير : ٨٠٠٠ ـ مسلم، كتاب صفات المنافقين واحكامهم، باب صبغ أنعم أهل الدنيا فى النار : ٢٨٠٧ ـ ابن ماجه، كتاب الزهد، باب صفة النار : ٤٣٢١ ـ

ہوگی، اسے جنت میں ایک غوطہ دیا جائے گا اور پوچھا جائے گا: ''کیا تم نے کبھی تنگدستی و زبوں حالی دیکھی ہے؟'' وہ کہے گا: ''نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! مجھے کسی پریشانی وتنگدستی کا علم تک نہیں ہے۔''

مختصر یہ کہ کافر آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، تو جس طرح مسلمانوں میں ایک دوسرے کو ایذا دینا درست نہیں ہے اسی طرح جنات میں بھی ایک کا دوسرے کو ایذا پہنچانا درست نہیں ہے۔

یہی وجہ ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ انسانوں میں جو کافر ہیں وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں، مسلمانوں کو ایذا دینے میں لذت محسوس کر رہے ہیں۔ اب یہاں ایک سوال ہے کہ کیا وہ آپس میں بھی ایسا کر رہے ہیں؟ تو جواب نفی میں ہوگا۔

اس لیے ایک مسلمان جن کسی مسلم یا کافر کو بغیر کسی وجہ کے ایذا نہیں دیتا، جبکہ کافر جن جو اللہ سے نہیں ڈرتا اور نہ اس پر ایمان رکھتا ہے، مسلمانوں کے ساتھ انتقامی کارروائی کرتا رہتا ہے جیسا کہ کافر انسانوں کا حال اور ان کی عادت ہے۔

علاج کا شرعی حکم

انسان کا ساری زندگی مختلف حادثات اور بیماریوں سے واسطہ رہتا ہے، یہ سب مصائب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں اور ان سے نجات کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمتوں اور امیدوں کے بے شمار و بے حساب دروازے بھی وا کیے ہوئے ہیں، تاکہ کوئی بیماریوں کا ستایا اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو بلکہ رحمت الٰہی میں داخل ہو کر بیماریوں سے نجات حاصل کرے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِنَّهُ لَا يَيْأَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ ﴾ (یوسف: ۸۷)
''اللہ کی رحمت سے صرف بے ایمان و کافر لوگ ہی ناامید ہوا کرتے ہیں۔''

ہمیں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت مومن و محسن بندوں کے قریب ہوا کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴾ (الاعراف: ۱۵۶)
''میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے، میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو پرہیزگاری کرتے، زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔''

((لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَإِذَا أُصِيْبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرِئَ بِإِذْنِ اللّٰهِ تَعَالٰى)) [1]

---

[1] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لکل داء دواء واستحباب التداوی: ۲۲۰۴۔ صحیح الجامع الصغیر: ۵۱۶۴۔

"ہر مرض کے لیے دوا ہے، پس جب دوا بیماری کو پالے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا مل جاتی ہے۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ دَاءٍ اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً)) ①

"اللہ تعالیٰ نے ایسی کوئی بیماری نازل نہیں کی جس کے لیے سامان شفا عطا نہ کیا ہو۔"

سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنْتُ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَائَتِ الْاَعْرَابُ فَقَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنَتَدَاوِىْ؟ قَالَ: نَعَمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ! تَدَاوَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَنْزِلُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهٗ شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ قَالُوْا وَمَا هُوَ؟ قَالَ: اَلْهَرَمُ)) ②

"میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ چند دیہاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا: "کیا ہم دوا اور علاج کریں؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! اللہ کے بندو! تم دوا اور علاج کرو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کے لیے شفا نازل نہ کی ہو سوائے ایک بیماری کے۔" انھوں نے پوچھا: "وہ کون سی بیماری ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ بڑھاپا ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَنْزِلُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً عَلِمَهٗ مَنْ عَلِمَهٗ

---

① صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء: ٥٦٧٨۔

② مسند احمد: ٤/٤٧٨۔ ترمذی: ٢٠٣٨۔ ابو داؤد: ٣٨٥٥۔ ابن ماجہ ٣٤٣٦۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ٧٩٣٤۔

وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ))[1]

''اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے اس کے لیے شفا بھی نازل کی ہے، کچھ لوگ اس علاج کو جان لیتے ہیں اور کچھ اس سے ناواقف رہتے ہیں۔''

سیدنا ابوخزامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اَ رَاَيْتَ رُقًى نَسْتَرْقِيْهَا وَدَوَاءً نَتَدَاوِىْ بِهِ وَتُقَاةً نَتَّقِيْهَا هَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ شَيْئًا؟ فَقَالَ هِيَ مِنْ قَدَرِ اللّٰهِ))[2]

''اے اللہ کے رسول! آپ کیا فرماتے ہیں اس دم کے متعلق جو ہم کرتے ہیں اور اس دوا کے بارے میں جس سے ہم علاج کرتے ہیں اور پرہیز کی چیزوں کے بارے میں جن سے ہم پرہیز کرتے ہیں؟'' کیا یہ چیزیں اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر کو بدل سکتی ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہی اللہ کی تقدیر ہے۔''

مذکورہ نصوص بہت سارے امور پر مشتمل ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:۔

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ ''اللہ تعالیٰ نے جو بھی بیماری نازل کی ہے اس کی ساتھ اس کا علاج بھی نازل کیا ہے'' مریض اور ڈاکٹر دونوں کی دل جوئی فرمائی ہے تاکہ وہ رحمت الٰہی سے مایوس نہ ہوں۔

② شفا طلبی کے لیے اسباب کی تلاش وجستجو کرنا اور اس کے لیے کوشش کرنا جیسا کہ

---

❶ ابن ماجه، كتاب الطب، باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء : ٣٤٣٩۔ صحيح الجامع الصغير للالبانی : ١٨٠٩، سلسلة الأحاديث الصحيحة : ٤٥١۔ مستدرك حكاكم : ١٩٦/٤۔

❷ ترمذی، كتاب الطب، باب ما جاء فی الرقی والأدوية : ٢٠٦٥۔ ابن ماجه، كتاب الطب، باب ما أنزل اللّٰه داءً : ٣٤٣٧۔ مستدرك حاكم : ١١٩/٤۔ مسند احمد : ٢٢١/٣۔ زاد المعاد : ١٤/٤۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! اے اللہ کے بندو! دوا لو اور علاج کرو۔''

③ علاج کے اسباب تلاش کرنا لیکن اگر اسباب مل جائیں تو لازمی نہیں کہ علاج بھی ہو۔ کیونکہ بعض اوقات مریض علاج کرواتا ہے لیکن شفا نہیں ملتی، اس کی بہت سی وجوہ ہیں، جیسے بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ اس بیماری کا علاج صرف شرعی دم ہی سے ممکن ہوتا ہے، کسی دوا سے نہیں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا کچھ اور ہوتی ہے کیونکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی قضا و تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہر مرض کے لیے ایک دوا ہے جو اس مرض کی ضد ہے، اسی ضد سے اس مرض کا علاج کیا جاتا ہے اور نبی ﷺ نے شفا کو دوا کے مرض کے موافق ہونے کے ساتھ معلق کیا ہے یعنی دوا کے موجود ہونے کے ساتھ ساتھ اس کا مرض کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔ اس لیے دوا جب کیفیت و مقدار کے اعتبار سے مرض کی مناسب حد سے زیادہ دی جائے تو وہ مرض کسی اور مرض میں تبدیل ہوجاتا ہے اور جب دوا کی مقدار کم ہوتی ہے تو مرض کا مقابلہ نہیں کر پاتی اور علاج نہیں ہو پاتا۔ اسی طرح دوا جب مرض کو نہیں پاتی تو شفا بھی نہیں ہوتی۔ اسی طرح دوا جب مناسب وقت پر نہ ہو یا بدن میں اس کے قبول کی صلاحیت نہ ہو یا قوت برداشت میں کمی ہو جو دوا کو قبول نہیں کرتی یا اس کی تاثیر میں کوئی رکاوٹ ہو تو ان میں موافقت و مطابقت نہ ہونے کی وجہ سے علاج نہیں ہوتا ہے۔ اور جب ان تمام میں موافقت و مناسبت ہوتی ہے تو انسان کو شفا حاصل ہوجاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت و اذن سے ایسا ہونا ضروری ہے۔''[1]

---

❶ زاد المعاد لابن قیم: ٦٧،٦٨)

اور شفا کے حصول کے مانع اسباب میں سے ایک اللہ تعالیٰ کا ارادہ اور اس کی حکمت بالغہ بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کبھی کبھی انسان شفا کے تمام اسباب و ذرائع اختیار کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی حکمت میں اس کے لیے شفا نہیں ہوتی اور وہ اس کی اجازت نہیں دیتا ہے یا تو اسے آزمانے کے لیے یا اس کے درجات بلند کرنے کے لیے یا اس کے گناہوں کے کفارہ کے لیے یا اللہ تعالیٰ کوئی سزا دینے کے لیے ایسا کرتا ہے۔

تمام اسباب کے باوجود شفا کے حصول کے مانع اسباب میں سے ایک سبب ان اسباب کے تقاضوں کو پورا نہ کرنا بھی ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ اس کا مختصر ذکر پہلے کر چکے ہیں اور یہاں مزید فرماتے ہیں: ''مرگی کا علاج جو ارواح خبیثہ یعنی جنات کی وجہ سے ہوتی ہے، اس کے لیے دو چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ ان میں سے ایک کا تعلق مریض سے ہے اور دوسری کا معالج سے ہے، تو وہ چیز جو مریض میں ہونی چاہیے وہ یہ ہے کہ اس کے اندر قوت نفس اور ان جنات کو پیدا کرنے والے کی طرف سچی و خالص توجہ ہو اور صحیح اذکار اور تعوذات دل و زبان سے ادا ہونے چاہییں۔ اس لیے کہ یہ ایک جنگ ہے اور جنگجو اپنے دشمن سے صحیح مقابلہ اس وقت کر سکتا ہے جب وہ مسلح ہو، اس کے پاس ہتھیار ہو، پھر ہتھیار بھی اسی وقت فائدہ دے سکتا ہے جب وہ کارگر اور صحیح ہو اور جس بازو سے قوت آزمائی کرنی ہے وہ زور آور اور مشاق ہو۔

تو جب ان دونوں چیزوں میں سے کوئی ایک نہ ہو، یعنی اسلحہ ہو قوت بازو نہ ہو یا قوت بازو تو ہو لیکن اسلحہ درست نہ ہو تو ہتھیار کسی کام نہیں آ سکتا۔ لیکن جب دونوں چیزیں ہی نہ ہوں، یعنی جب دل میں توحید نام کی کوئی چیز نہ ہو، دل توکل اور تقویٰ سے عاری ہو تو مریض کو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ روحانی لحاظ سے مکمل طور پر غیر مسلح ہے اور ڈاکٹر کے لیے بھی انہی دو چیزوں، یعنی قوت بازو اور ہتھیار کا معیاری ہونا ضروری ہے۔''[1]

---

[1] زاد المعاد: ٦٧، ٦٨۔

علاج میں قرآن کی تاثیر:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴾ (الاسراء:٨٢)

''اور ہم قرآن کے ذریعے سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن مجید کے بارے میں، جس میں باطل کا شائبہ تک نہیں ہوسکتا، فرماتے ہیں کہ ''یہ کتاب (میرے) مومن بندوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔'' یعنی یہ قرآن دلوں میں شک و نفاق اور شرک و ضلالت کے جو امراض ہیں انھیں ختم کردیتا ہے۔ تو قرآن ان تمام بیماریوں کی شفا ہے اور یہ رحمت بھی ہے جس سے ایمان و حکمت، بھلائی کی طلب اور اس کی رغبت حاصل ہوتی ہے اور یہ تمام چیزیں صرف اسی شخص کو حاصل ہوسکتی ہیں جس کا اس پر ایمان ہو، اس کی تصدیق و اتباع کرے اور کافر جو قرآن کے ہوتے ہوئے اپنے اوپر ظلم کررہا ہے، قرآن کے سننے سے وہ مزید دور ہوتا جائے گا اور اس کا انکار بڑھتا جائے گا اور یہ آفت و مصیبت اور دوری خود کافر کی جانب سے ہوگی، قرآن کی جانب سے نہیں ہوگی۔ [1]

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴾ (یونس: ٥٧)

''لوگو! تمھارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں (کفر

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ٥٤/٣۔

وشرک وغیرہ) کی شفا اور مومنوں کے لیے رحمت اور ہدایت آ پہنچی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''یہ (کتاب) دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے'' اس کا مطلب ہے کہ قرآن سینے میں جو شکوک وشبہات، میل وگندگی اور غلط چیزیں ہیں ان کے لیے شفا ہے۔

اور پھر اللہ تعالیٰ کا فرمان کہ ''یہ کتاب مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے'' اس کا مطلب ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت ورحمت حاصل ہوتی ہے اور یہ صرف ان لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو اس پر ایمان رکھتے ہیں، اس کی تصدیق کرتے اور جو کچھ اس میں ہے اس پر یقین رکھتے ہیں۔ ①

اللہ کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ آمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاءٌ ﴾ (حم السجدة : ٤٤)

''کہہ دیجیے کہ یہ (کتاب) ایمان والوں کے لیے شفا اور ہدایت ہے۔''

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ اَوَ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴾ (العنكبوت : ٥١)

''کیا ان لوگوں کے لیے یہ (نشانی) کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے، کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔''

مذکورہ تمام آیات کے معانی ومطالب تقریباً ایک ہی دائرے میں گھوم رہے ہیں کہ قرآن شکوک وشبہات کے امراض کا علاج اور مومنوں کے لیے رحمت وہدایت ہے۔

اور دوسری بہت سی آیتیں قرآن کریم کی تلاوت اور کثرت ذکر کی فضیلت پر دلالت

---

① تفسیر ابن کثیر : ٢/٣٦٣۔

کر رہی ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ آمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴾ (الرعد:٢٨)

''(ہدایت ان کے لیے ہے) جو ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل اللہ کی یاد سے آرام پاتے ہیں اور سن رکھو کہ اللہ کی یاد ہی سے دل آرام پاتے ہیں۔''

اور ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذَّاكِرَاتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴾ (الأحزاب : ٣٥)

''اور اللہ کو کثرت سے یاد کرنے والے مرد اور کثرت سے یاد کرنے والی عورتیں کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے اللہ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا تَجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ مَقَابِرَ اِنَّ الشَّيْطَانَ يَنْفِرُ مِنَ الْبَيْتِ الَّذِىْ تُقْرَأُ فِيْهِ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ)) [1]

''اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ بلاشبہ شیطان اس گھر سے نکل جاتا ہے جس میں سورۂ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے۔''

علاوہ ازیں آپ ﷺ کی سنت مطہرہ میں بہت ساری ایسی حدیثیں ہیں جو قرآن اور اس کی تلاوت کی فضیلت، اس کے شفا اور علاج ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ المسافرین، باب استحباب صلوٰۃ النافلۃ فی بیتہ: ٧٨٠۔

((اَنَّ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا فِيْ سَفَرٍ فَمَرُّوْا بِحَيٍّ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ فَقَالُوْا لَهُمْ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ رَّاقٍ؟ فَاِنَّ سَيِّدَ الْحَيِّ لَدِيْغٌ اَوْ مُصَابٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ نَعَمْ فَاَتَاهُ فَرَقَاهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرَأَ الرَّجُلُ فَاُعْطِيَ قَطِيْعًا مِنْ غَنَمٍ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا وَقَالَ حَتّٰى اَذْكُرَ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ! مَا رَقَيْتُ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَتَبَسَّمَ وَقَالَ: وَمَا اَدْرَاكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ ؟ ثُمَّ قَالَ: خُذُوْا مِنْهُمْ وَاضْرِبُوْا لِيْ بِسَهْمٍ مَّعَكُمْ)) [1]

”رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ کرام سفر میں تھے کہ عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلے کے پاس سے ان کا گزر ہوا۔ انھوں نے ضیافت طلب کی تو اس قبیلہ کے لوگوں نے ضیافت سے انکار کر دیا (کہ اسی دوران ان کے سردار کو کسی سانپ نے ڈنک مار دیا تو) انھوں نے پوچھا: ”کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ کیونکہ قبیلہ کے سردار کو کسی چیز نے ڈنک مارا ہے اور وہ مصیبت زدہ ہے۔“ ان میں سے ایک صحابی نے کہا: ”میں (دم) جانتا ہوں۔“ وہ صحابی آئے اور سورۂ فاتحہ کے ذریعے اس کا علاج کیا تو سردار شفایاب ہو گیا اور اس صحابی کو انھوں نے بکریوں کا ایک ریوڑ دیا۔ اس صحابی نے کہا: ”مجھے یہ منظور نہیں یہاں تک کہ نبی ﷺ سے پوچھ لوں۔“ وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور پورا واقعہ سنایا اور کہا: ”میں نے صرف سورۂ فاتحہ پڑھی تھی۔“ آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ”تمھیں کیسے پتا چلا کہ یہ سورۂ فاتحہ دم ہے؟“ پھر فرمایا:

---

1. صحیح مسلم، کتاب السلام، باب جواز أخذ الأجرة علی الرقیة بالقرآن والأذکار: ۲۲۰۱۔ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الرقی بفاتحة الکتاب: ۵۷۳۶۔

''ان سے بکریاں لے لو اور اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ لگا لو۔''

اس حدیث میں محل استشہاد آپ ﷺ کا قول یہ ہے:

((وَمَا اَدْرَاكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ))

''تمھیں کیسے پتا چلا کہ یہ دم ہے؟''

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس میں اس کے دم ہونے کی وضاحت ہے، اس لیے مارگزیدہ (سانپ کا ڈسا ہوا، مصیبت زدہ) اور تمام امراض و آفات میں مبتلا لوگوں پر اس کا پڑھنا مستحب ہے۔''[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَنْفُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ فِی الْمَرَضِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ فَلَمَّا ثَقُلَ كُنْتُ اَنْفُثُ عَلَیْهِ بِهِنَّ وَاَمْسَحُ بِیَدِهٖ نَفْسَهٗ لِبَرَكَتِهَا))[2]

''نبی ﷺ معوذات (سورۂ اخلاص، سورۂ فلق اور سورۂ ناس) کے ذریعے اس مرض میں جس میں آپ کی وفات ہوئی ہے، اپنے اوپر دم فرماتے تھے اور جب آپ کا مرض بڑھ گیا تو میں انھی معوذات کے ذریعے آپ پر دم کرتی تھی اور آپ کے ہاتھ کو آپ کے اوپر ان کی برکت کی وجہ سے پھیرتی تھی۔''

بنابریں اللہ تعالیٰ کی مشیت و اذن سے سب سے اچھا اور مفید علاج کتاب و سنت کے ذریعے دم کرنا ہے۔ شرعی دم میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بہت بھلائیاں ہیں اور صحیح

---

1. شرح نووی: ۱۴/ ۱۸۸۔
2. صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الرقی بالقرآن والمعوذات: ۵۷۳۵۔

حدیثیں اس پر دلالت کررہی ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ راوی حدیث عبدالعزیز کہتے ہیں:

((دَخَلْتُ اَنَا وَثَابِتٌ عَلٰی اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ فَقَالَ ثَابِتٌ يَا اَبَا حَمْزَةَ! اشْتَكَيْتُ فَقَالَ اَنَسٌ اَلَا اَرْقِيكَ بِرُقْيَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ بَلٰی قَالَ اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا)) ①

''میں اور ثابت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ ثابت نے کہا: ''اے ابوحمزہ! میں مریض ہوں؟'' اس پر انس رضی اللہ عنہ نے کہا: ''کیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دم سے آپ کا علاج نہ کر دوں؟'' انھوں نے کہا: ''کیوں نہیں۔'' تب انھوں نے یہ دعا پڑھ کر دم کیا:

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَأْسِ اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا))

''اے اللہ! لوگوں کے رب! مشکلات کو دور کرنے والے! تو شفا دے دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں، ایسی شفا دے جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔''

سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

((كُنَّا نَرْقِيْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ تَرٰى فِيْ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ اَعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ)) ②

---

① صحیح بخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۵۷۴۲۔

② صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لا بأس بالرقی ما لم [illegible]

''ہم جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ''آپ اس دم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنا دم ہمیں بتاؤ، جب تک اس میں شرک کی آمیزش نہ ہو کوئی حرج نہیں ہے۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''قرآن قلبی و بدنی اور دنیاوی و اخروی تمام امراض کے لیے کلی شفا ہے لیکن ہر شخص کو اس سے شفا حاصل کرنے کی توفیق و صلاحیت نہیں ہوتی۔ البتہ جو شخص اس سے حسن اسلوبی کے ساتھ عمدہ طریقے پر علاج کرتا ہے اور ایمان و تصدیق، قبول تام اور پختہ یقین کے ساتھ اس کی شرائط کو پورا کرتے ہوئے اس سے مرض کا علاج کرتا ہے تو مرض اس کا مقابلہ کسی صورت میں نہیں کر پاتا ہے اور یہ امراض زمین و آسمان کے رب کے کلام کا مقابلہ کیسے کر پائیں گے، جو کلام کہ اگر پہاڑوں پر نازل کر دیا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور اگر زمین پر نازل ہوتا تو اس کو پھاڑ دیتا۔ پس کوئی بھی قلبی و بدنی مرض ایسا نہیں ہے جس کا علاج واسباب اور اس سے بچنے کا طریقہ قرآن میں موجود نہ ہو لیکن اسے وہی سمجھ سکتا ہے جسے کتاب اللہ کا فہم نصیب ہو۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اَوَ لَمۡ یَكۡفِهِمۡ اَنَّاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ یُتۡلٰی عَلَیۡهِمۡ اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ لَرَحۡمَةً وَّ ذِكۡرٰی لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ﴾ (العنکبوت: ۵۱)

''کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے، کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور

نصیحت ہے۔"

لہٰذا جسے قرآن شفا نہ دے اللہ اسے شفا نہیں دے گا اور جسے قرآن کافی نہ ہو اللہ اس کے لیے کافی نہیں ہوگا۔"[1]

---

[1] الطب النبوی لابن قیم: ص ٥٢٥، ٥٢٦۔

علاج کی اقسام

امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نبی کریم ﷺ کسی بھی مرض کا علاج تین طریقوں پر کیا کرتے تھے:

① طبعی دواؤں سے۔ ② الٰہی دواؤں سے۔ ③ اور دونوں کے مرکب سے۔''[1]

ہم یہاں الٰہی دواؤں کے ذریعے علاج سے بات شروع کرتے ہیں۔

① الٰہی دعائیں:

الٰہی دواؤں سے مراد وہ شرعی دم ہے جو کتاب وسنت سے ثابت ہے، تو یہاں سب سے پہلے ہم دم کی تعریف، اقسام اور اس کی شرائط وغیرہ پر بحث کرتے ہیں۔

رقیہ (دَم) کی تعریف:

لسان العرب میں رقیہ کا معنی ''عوذۃ'' ہے یعنی جھاڑ پھونک کرنا، آسیب زدگی کا اثر زائل کرنا۔

رؤبہ شاعر نے کہا ہے:

فَمَا تَرَكَا مِنْ عُوْذَةٍ يَعْرِفَانِهَا　　وَ لَا رُقْيَةً اِلَّا بِهَا رَقَيَانِي

''انھوں نے کوئی بھی دم اور تعویذ نہیں چھوڑا جسے وہ جانتے تھے، انھوں نے یہ

---

❶ زاد المعاد لابن قیم: ٤/٢٤۔

سب کچھ میرے اوپر کیا مگر مجھ پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔"

امام ابن الاثیر نے کہا:

"رقیہ کا معنی عوذہ ہے یعنی وہ شے جس سے کسی بیمار کو جیسے بخار، مرگی وغیرہ کی بیماری و پریشانی میں مبتلا شخص کو دم کیا جاتا ہے۔"①

دم کی قسمیں:

دم کی دو قسمیں ہیں:۔

① شرعی دم

② شرکیہ دم

ا۔ شرعی دم اور اس کی شرائط:

ہماری شریعت مطہرہ نے شرعی دم کے کچھ شروط وضوابط مقرر کیے ہیں جن کا لحاظ رکھنا ضروری ہے:۔

① دم اللہ کے کلام اور اس کے اسماء وصفات ہی کے ساتھ ہونا چاہیے۔

② دم کا عربی یا کسی دوسری معروف زبان میں ہونا ضروری ہے تا کہ اس کا مطلب سمجھ میں آسکے۔

③ یہ اعتقاد رکھنا کہ دم بذات خود کوئی تاثیر نہیں رکھتا بلکہ اس میں جو تاثیر ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فتح الباری میں فرماتے ہیں:

"قَدْ اَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی جَوَازِ الرُّقٰی عِنْدَ اجْتِمَاعِ هٰذِهِ الشُّرُوْطِ"

---

❶ لسان العرب: ١٤/٣٣٢۔

''مذکورہ بالا شروط کے ساتھ دم کے جواز پر علماء کا اجماع واتفاق ہے۔''[1]

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ دم کا شرعی ہونا ضروری ہے کیوں کہ شرکیہ دم درست نہیں ہے، اس لیے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

((لَا بَأْسَ بِالرُّقٰی مَا لَمْ یَکُنْ فِیْهِ شِرْكٌ))[2]

''دم میں جب تک شرک نہ ہو کوئی حرج نہیں ہے۔''

جو لوگ شرکیہ دم سے بچتے ہیں اور شرعی دم کرواتے ہیں، ان سے بھی ایک چیز کا خوف رہتا ہے کہ یہ شرعی دم میں بھی کبھی کبھی جادوگروں اور شعبدہ بازوں کی مشابہت اختیار کر لیتے ہیں۔ یہ بھی اسی طرح حرام ہے جیسے شرکیہ دم حرام ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَطَیَّرَ اَوْ تُطُیِّرَ لَهٗ اَوْ تَکَهَّنَ اَوْ تُکُهِّنَ لَهٗ ، اَوْ سَحَرَ اَوْ سُحِرَ لَهٗ))[3]

''جو شخص خود بری فال نکالے یا وہ بری فال اس کے لیے نکالی جائے، یا غیب دانی کرے یا اس کے لیے کی جائے، یا جادو کرے یا اس کے لیے کیا جائے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

جس طرح جادوگر وغیرہ سے دم کروانا درست نہیں اسی طرح کاہن اور نجومی سے دم کروانا بھی درست نہیں ہے، جس کا بیان ان شاء اللہ آگے آئے گا۔

④ دم کی شرائط میں سے چوتھی شرط یہ ہے کہ دم کسی حرام حالت وصورت میں نہ ہو جیسے کہ کوئی

---

❶ فتح الباری: ۱۰/۲۰۶۔

❷ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب لابأس بالرقی ما لم یکن فیه شرك: ۲۲۰۰۔

❸ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ۵۴۳۵۔ سلسلة الاحادیث الصحیحة: ۲۱۹۵۔ مجمع الزوائد: ۵/۱۱۷۔ طبرانی فی الکبیر: ۱۸/۱۶۲۔

شخص حالت جنابت میں دم کرے یا قبرستان میں یا حمام میں دم کرے تو یہ غلط ہے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دم کسی ایسی زبان میں درست نہیں ہے جس کا معنی ومفہوم سمجھ میں نہ آئے۔ اگر اس میں شرکیہ الفاظ ہوں تو پھر وہ بالکل حرام ہے اور وہ دم بھی حرام ہے جس کے بارے میں اہل علم کہیں کہ اس میں شرک ہے۔ یاد رہے کہ بعض اوقات دم کرنے والے قرآن کی کوئی سورت اونچی آواز میں پڑھتے ہیں اور جو شرکیہ دم ہوتا ہے اسے چھپاتے ہیں (لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے)۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے مرض کے علاج میں جو دوا اور دم وغیرہ جائز قرار دیے ہیں ان سے علاج کروا کر شرک سے بے نیاز ہوا جا سکتا ہے۔''[1]

[1] إيضاح الدلالة لابن تيمية : ص ٤٥۔

شرعی دم کے لیے چند ہدایات

جو شخص شرعی دم کے ذریعے علاج کرتا ہے وہ اصل میں ایک نہایت مضبوط الٰہی ہتھیار کے ذریعے سے بیماری کا قلع قمع کرتا ہے۔ ہتھیار کی عمدگی و اچھائی کا انحصار ہتھیار استعمال کرنے والی کی قوت و صلاحیت پر ہوتا ہے۔

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب الٰہی ہتھیار استعمال ہوتا ہے تو نتیجہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اچھا ہی نکلتا ہے۔ لہٰذا الٰہی اسلحے کے صحیح استعمال کے لیے دم کرنے والے اور دم کروانے والے کو اپنے اندر مندرجہ ذیل خوبیاں پیدا کرنی چاہیے۔

تو سب سے پہلے ان خوبیوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کا ایک معالج یعنی دم کرنے والے میں ہونا ضروری ہے:۔

(1) حسن اعتقاد:

اس کا مطلب یہ ہے کہ معالج یعنی دم کرنے والا اس امت کے سلف صالحین کے عقیدہ و منہج پر عمل پیرا ہو اور ہر قسم کے شرک اور بدعت سے مکمل اجتناب کرے۔ بعض معالجین شعبدہ بازوں کی تقلید کرتے اور ان کے نقش قدم پر چلتے ہیں جو درست نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))[1]

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب إذا اصطلحوا علی صلح جور فصلح مردود: ٢٦٩٧۔ صحیح مسلم: ١٧١٨)

''جس شخص نے ہمارے اس معاملے (یعنی دین) میں کوئی نیا کام ایجاد کیا جو پہلے اس میں نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے۔''

حسن اعتقاد ہی میں سے یہ بھی ہے کہ دم کرنے والا اللہ تعالیٰ کی طرف سچی توجہ کرے اور اسی پر توکل کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴾ (المائدۃ :٢٣)

''اگر تم مومن ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر توکل و بھروسا کرو۔''

یہ بھی حسن اعتقاد ہی میں سے ہے کہ معالج یعنی دم کرنے والا اس بات پر بھی عقیدہ رکھے کہ نفع و نقصان سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، اس کے سوا کوئی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾

(یونس :١٠٧)

''اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس تکلیف کا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم سے بھلائی کرنا چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

(2) نیت کا خالص اور مقصد کا اچھا ہونا:

دم کرنے والے میں دوسری خوبی یہ ہونی چاہیے کہ اس کی نیت خالص اللہ کے لیے اور دم کرنے کا مقصد اچھا ہو، کوئی برا ارادہ نہ ہو۔ اس لیے خالص نیت سے کیے گئے دم میں بڑی تاثیر ہوتی ہے، خصوصاً جب دم کرنے والا دوران دم خالص نیت اور اللہ تعالیٰ کا خیال

ذہن میں رکھتا ہے۔ معالج کا مقصد دم کے ذریعے دنیا کی طمع و لالچ اور ریا کاری نہ ہو، بلکہ اس کا مقصد خدمت خلق اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب ہو۔

جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ نَفَّسَ عَنْ اَخِيهِ كُرْبَةً نَفَّسَ اللّٰهُ بِهَا عَنْهُ كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ)) ①

''جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے کوئی پریشانی دور کر دے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت کی پریشانی سے اسے نجات دے دے گا۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ (البينة : ٥)

''اور ان کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَ اِنَّمَا لِكُلِّ امْرِیءٍ مَا نَوٰی)) ②

''تمام اعمال کا دارومدار نیت پر منحصر ہے، اس لیے انسان کو وہی کچھ حاصل ہو گا جس کی وہ نیت کرے گا۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّكَ لَنْ تُخَلَّفَ فَتَعْمَلَ عَمَلاً تَبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ اِلَّا ازْدَدْتَّ بِهٖ

---

❶ صحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب فضل الاجتماع على تلاوة القرآن : ٢٦٩٩ـ ترمذی، کتاب القراءت ، باب ما قعد قوم في المسجد ...... الخ : ٢٩٤٥)

❷ صحيح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ: ١ـ صحیح مسلم، کتاب الأمارة، باب إنما الأعمال بالنيات : ١٩٠٧)

دَرَجَةً وَّرِفْعَةً)) ①

''(اے سعد!) تیری عمر دراز ہو، اللہ کی خوشنودی کے لیے تو جو بھی کام کرے گا اس کے بدلے اللہ تجھے فائدہ دے گا اور تجھے بلند کرے گا۔''

③ اچھے کاموں کی حرص اور برے کاموں سے نفرت:

عامل کی ایک خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ نیکی کے کاموں پر حریص اور برائی کے کاموں سے نفرت کرنے والا ہو، کیونکہ دم کرنے والا جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی میں ہوگا اتنا زیادہ اس کے دم میں اللہ کے حکم سے اثر ہوگا اور جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ سے دور ہوگا اتنا ہی کم اثر ہوگا۔ اس لیے کہ انسان کی جب نیکیاں کم اور برائیاں زیادہ ہوں تو شیطان اس پر حاوی ہوجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴾ (الزخرف: ٣٦)

''اور جو کوئی اللہ کی یاد سے آنکھیں بند کرلے (یعنی تغافل کرے) تو ہم اس پر ایک شیطان مقرر کردیتے ہیں، سو وہ اس کا ساتھی ہوجاتا ہے۔''

اس لیے عامل کو لوگوں کے لیے بذات خود ایک اچھا اسوہ اور نمونہ ہونا چاہیے، اسے پانچوں نمازوں کی باجماعت پابندی، سچائی، امانت اور صبر کا عملی مظاہرہ کرنا چاہیے۔

④ حرام اور مشکوک کاموں سے اجتناب کرنا:

عامل کی ایک خوبی یہ ہونی چاہیے کہ وہ حرام حتیٰ کہ مشکوک کاموں سے بھی اپنے دامن

---

① صحیح مسلم، کتاب الوصیة، باب الوصیة بالثلث: ١٦٢٨۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب رثاء النبی ﷺ سعد بن خولة: ١٢٩٥)

کو بچانے والا ہو۔ اسے چاہیے کہ وہ اجنبی عورتوں کے ساتھ دم کا بہانہ کر کے خلوت و تنہائی میں نہ بیٹھے۔ کیونکہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللّٰهِ! أَفَرَأَيْتَ الْحَمْوَ؟ قَالَ الْحَمْوُ الْمَوْتُ)) [1]

''تم عورتوں کے پاس جانے سے اجتناب کرو۔'' ایک انصاری صحابی نے کہا: ''اے اللہ کے رسول! خاوند کے بھائی (دیور وغیرہ) کے بارے میں کیا خیال ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دیور تو موت ہے۔''

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَدْخُلَنَّ رَجُلٌ بَعْدَ يَوْمِي هٰذَا عَلٰى مُغِيبَةٍ إِلَّا وَمَعَهٗ رَجُلٌ أَوِ اثْنَانِ)) [2]

''آج کے بعد کوئی شخص کسی ایسی عورت کے پاس نہ جائے جس کا شوہر موجود نہ ہو الا یہ کہ اس کے ساتھ ایک یا دو آدمی اور ہوں۔''

5 اللہ کی طرف دعوت دینا:

بعض عامل حضرات مریض کے پاس آتے ہی بلاچوں وچرا دم کرنا شروع کر دیتے ہیں جبکہ مریض پر عدم استقامت اور گناہوں کے آثار نمایاں ہوتے ہیں، پھر بھی وہ اسے پند و نصیحت نہیں کرتے ہیں۔ یہ صریح غلطی ہے۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سارے لوگ اللہ تعالیٰ سے دوری کے سبب مشکلات اور

---

❶ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب لا یخلون رجل بامرأۃ الا ذو محرم: ۵۲۳۲۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الخلوۃ بالأجنبیۃ والدخول علیها: ۲۱۷۲۔

❷ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الخلوۃ بالأجنبیۃ والدخول علیها: ۲۱۷۳۔

بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں، خاص طور سے جنوں کا تسلط اسی وجہ سے ہوتا ہے، جیسا کہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اکثر وبیشتر جنات کا تسلط دین سے دوری اور دل و زبان کا اللہ تعالیٰ کے اذکار اور تعوذات سے خالی ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔"[1]

اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴾ (حٰمٓ السجدة : ٣٣)

"اور اس شخص سے بات کے لحاظ سے کون اچھا ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں۔"

اس لیے عامل کو چاہیے کہ دم کرنے کے ساتھ ساتھ دعوت کا کام اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتا رہے، مریض اور اس کے اہل و عیال کو تقویٰ، پابندیٔ نماز، کثرت ذکر و اذکار گناہوں سے اجتناب اور اللہ کی تقدیر پر صبر کرنے کی تلقین کرتا رہے۔

6 مریض کے راز کی پردہ پوشی:

معالج وطبیب کے سامنے اکثر و بیشتر مریض کا کوئی نہ کوئی روز ظاہر ہو جاتا ہے، تو اسے چاہیے کہ مریض کی پردہ پوشی کرے، اس کے راز کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کرے، اگر کوئی بات کرنا ضروری ہی ہو تو پھر بغیر نام لیے کرے۔ کیونکہ کوئی بھی شریف طبع اپنے راز کا افشاں ہونا پسند نہیں کرتا۔ لہٰذا مریض کے اندرونی حالات اور اس کے پردہ کو چاک نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] زاد المعاد لابن قیم : ٤/ ٦٩۔

((اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ)) ①

''جس شخص سے مشورہ لیا جائے وہ اس پر امین ہوتا ہے۔''

اور رسول اللہ ﷺ کا ایک دوسرا فرمان ہے:

((وَمَنْ سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) ②

''جس شخص نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔''

⑦ مریض کے حالات سے واقفیت:

ایک کامیاب معالج کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ مریض کے حالات سے واقف ہو، کیونکہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ مرض کی تشخیص آدھا علاج ہے، اس لیے مریض کے حالات کا جائزہ لینا اور مرض کے اسباب و پیچیدگیوں کو سمجھنا ان اہم امور میں سے ہے جو علاج پر اس کے معاون و مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ تو مریض کے حالات سے واقفیت کے لیے چند طریقے کارگر ہیں:۔

(الف) فہم وفراست کے ذریعے سے مریض کے حالات معلوم کرنا۔ فراست کی تعریف کرتے ہوئے رازی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

" اَلِاسْتِدْلَالُ بِالْاَحْوَالِ الظَّاهِرَةِ عَلَى الْاَخْلَاقِ الْبَاطِنَةِ " ③

---

❶ ابو داوٗد، کتاب الأدب، باب فی المشورۃ: ۵۱۲۸۔ ترمذی: ۲۸۲۲۔ ابن ماجه: ۳۷۴۵۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ۶۷۰۰۔ سلسلة الأحادیث الصحیحة: ۱۶۴۱۔

❷ صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمه: ۲۴۴۲۔ صحیح مسلم، کتاب البر و الصلة، باب تحریم الظلم: ۲۵۸۰۔

❸ الفراسة للرازی۔

''(فراست سے مراد مریض کے) ظاہری حالات سے اس کے اخلاق باطنہ یعنی اندرونی عادات و حالات پر معلومات حاصل کرنا ہے۔''

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَآیَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴾ (الحجر: ۷۵)

''بے شک اس میں اہل فراست کے لیے نشانیاں ہیں۔''

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس کا بہترین شاہد ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک لونڈی دیکھی جس کے چہرے کی رنگت نظر بد کی وجہ سے تبدیل ہو کر سیاہی مائل ہوگئی تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِسْتَرْقُوْا لَهَا فَاِنَّ بِهَا النَّظْرَةَ)) ①

''اسے دم کرو، کیونکہ یہ نظر بد کا شکار ہے۔''

(ب) مریض کے حالات جاننے کا ایک ذریعہ یہ ہے اس سے اس کے حالات سے متعلق ایسے سوال کیے جائیں جو ان کی علامات کے طور پر معتبر ہوں اگرچہ وہ ظنی ہی ہوں، کیونکہ اس سے مرض کی حقیقت کو سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ اسی طرح مریض کے قریبی رشتہ داروں سے بھی اس کے حالات دریافت کرنے چاہییں، کیونکہ کبھی کبھی وہ ایسی چیزوں کا انکشاف کر دیتے ہیں جو معالج کے لیے بے حد مفید ثابت ہوتی ہیں۔

(ج) مریض کی حالت کو سمجھنے کے لیے مہارت و تجربہ کا بھی بہت زیادہ عمل و دخل ہوتا ہے۔

⑧ جنات کی حقیقت اور احوال کی معرفت:

معالج و دم کرنے والے کو جنات سے اور ان کی دھمکیوں سے خوف نہیں کھانا چاہیے۔

---

① صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الرقیة العین: ۵۷۳۹۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین: ۲۱۹۷۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴾ (الجن :٦)

''اور یہ کہ بعض بنی آدم بعض جنات کی پناہ پکڑا کرتے تھے، اس سے ان کی سرکشی اور بڑھ گئی تھی۔''

عامل کو اس بات کا بھی علم ہونا چاہیے کہ شیطان ناتواں وکمزور ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴾ (النساء : ٧٦)

''بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہوتا ہے۔''

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دم کرنے والے اور کروانے والے دونوں کو اس بات کا علم ہونا چاہیے کہ شیطان کی سازش کمزور ہے، باوجود اس کے کہ جنوں کو خلاف عادت بہت زیادہ قوت دی گئی ہے، ان کی یہ قوت کئی واقعات سے ثابت ہے، لیکن بوقت مقابلہ وہ بہت زیادہ کمزور ثابت ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سورۂ نساء (٧٦) میں یہ فرمان بالکل سچ ہے: ''بے شک شیطان کی چال اور اس کا داؤ کمزور ہے۔''[1]

اس بات سے بھی آگاہ رہنا چاہیے کہ جن بہت زیادہ جھوٹ بولتے ہیں، اس لیے ہر بات میں ان کی تصدیق نہ کریں جیسا کہ صحیح حدیث میں مروی ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس چور شیطان کے متعلق فرمایا جو مسلسل تین راتیں چوری کرنے آتا رہا:

---

[1] الطب النبوی لابن قیم : ١٩٢۔

((صَدَقَكَ وَهُوَ كَذُوبٌ)) ①

''شیطان نے تم سے سچ کہا ہے حالانکہ وہ جھوٹا ہے۔''

⑨ مریض اور اس کے اہل وعیال کو تسلی دینا:

خواہ کوئی بھی مرض ہو اس کے اثرات مریض کے دل پر ضرور ہوتے ہیں اور کبھی کبھی مریض اس مرض سے جس میں وہ مبتلا ہے شفا کے سلسلے میں مختلف شکوک و شبہات اور وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس لیے معالج کو چاہیے کہ وہ مریض کے دل میں امید کی روح پھونک دے اور معاملہ کو آسان بتائے، مشکل کہہ کر اسے خوفزدہ نہ کرے۔ کتنے ایسے مریض ہیں جنھوں نے اپنے مرض کو لاعلاج سمجھا، جس سے ان کی قوت جواب دے گئی اور وہ اسی کی بھینٹ چڑھ گئے اور کتنے ایسے مریض ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شفا پا گئے اس لیے کہ وہ مرض پر غالب آ گئے تھے۔

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَنَفِّسُوا لَهُ فِي الْأَجَلِ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَهُوَ يَطِيبُ بِنَفْسِ الْمَرِيضِ)) ②

''جب تم مریض کی عیادت کے لیے جاؤ تو اس سے موت کے غم کو دور کرو، یہ کسی چیز (یعنی موت) کو روک نہیں سکتی لیکن اس سے مریض کی روح کو تسلی

---

① صحیح بخاری، کتاب الوکالة، باب إذا وکل رجلا فترك الوكيل شيئا : ٢٣١١۔

② ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء في عيادة المريض : ١٤٣٨۔ ترمذی، کتاب الطب، باب تطييب نفس المريض : ٢٠٨٧۔ یہ حدیث ضعیف ہے، ضعیف ترمذی : ٢٠٨٧۔ الاحادیث الضعیفة : ١٨٢۔

ہوتی ہے۔"

مریض کے لیے چند ہدایات:

بہت سی ایسی چیزیں جن کا معالج و عامل میں پایا جانا ضروری ہے، ان کا مریض میں بھی ہونا ضروری ہے، جیسے صحیح العقیدہ ہونا، نیت کا اللہ کے لیے خالص ہونا، اللہ کی طرف سچی توجہ ہونا، نیکی کے کاموں پر حریص اور گناہوں کے کاموں سے نفرت ہونا، حرام حتیٰ کہ مشکوک چیز سے بھی پرہیز کرنا۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اس نوع کا علاج دو چیزوں سے ہوتا ہے، ایک کا تعلق آسیب زدہ سے اور دوسری کا تعلق معالج وعامل سے ہے۔ پس جس کا تعلق مریض و آسیب زدہ سے ہے وہ یہ ہے کہ اس کے اندر قوت نفس اور ان جنات کے پیدا کرنے والے رب ذوالجلال کی طرف سچی توجہ ہو ...... اور دوسرے چیز کا تعلق معالج سے ہے بایں طور کہ اس کے اندر بھی ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔"[1]

اس سے پہلے جو چیزیں ذکر کی گئی ہیں ان کے علاوہ دو چیزیں ایسی ہیں جن کا ذکر کرنا ضروری ہے، ان کا تعلق مریض سے ہے:۔

① اللہ تعالیٰ پر پختہ یقین:

مریض کو اس بات پر پختہ یقین رکھنا چاہیے کہ ہر قسم کا نفع ونقصان اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی کی طرف سے ہے، اس کے علاوہ نہ کوئی بیمار کرسکتا ہے اور نہ شفا دے سکتا ہے۔ جیسے کہ ارشاد الٰہی ہے:

---

[1] الطب النبوی لابن قیم: ۱۹۲۔

﴿ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾

(یونس: ۱۰۷)

''اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

یہ اس لیے کہ مریض کا دل کبھی کبھی اللہ تعالیٰ سے زیادہ دوسروں کے ساتھ معلق ہو جاتا ہے یہاں تک کہ کبھی کبھی یہ شرک خفی کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ پس بعض (آسیب زدہ) مریض اور ان کے اقارب کہتے ہیں کہ فلاں عامل فلاں سے بہتر ہے، اس لیے کہ اس نے جن کو نکال دیا، دوسرا نہیں نکال سکا تھا۔

② صبر کرنا:

مریض پر واجب ہے کہ وہ صبر سے کام لے اور اپنا حوصلہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ بلند رکھے اور شفا کے سلسلے میں جلد بازی نہ کرے۔

کیا دم سے علاج کرنا توکل کے منافی ہے؟

بعض اہل علم نے علاج معالجہ کو ناپسند کیا ہے اور دلیل اس حدیث کو بنایا ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں "باب من لم یرق" کے تحت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایک مجلس میں آئے اور فرمایا:

((عُرِضَتْ عَلَيَّ الْاُمَمُ فَجَعَلَ يَمُرُّ النَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلُ وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ مَعَهُ الرَّهْطُ وَالنَّبِيُّ لَيْسَ مَعَهُ اَحَدٌ وَرَاَيْتُ سَوَادًا عَظِيْمًا سَدَّ الْاُفُقِ فَرَجَوْتُ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّتِيْ فَقِيْلَ هٰذَا مُوْسٰى وَقَوْمُهٗ ثُمَّ قِيْلَ لِي انْظُرْ فَرَاَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقِ فَقِيْلَ لِيَ انْظُرْ هٰكَذَا وَهٰكَذَا فَرَأَيْتُ سَوَادًا كَثِيْرًا سَدَّ الْاُفُقِ فَقِيْلَ هٰؤُلَاءِ اُمَّتُكَ وَمَعَ هٰؤُلَاءِ سَبْعُوْنَ اَلْفًا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ فَتَفَرَّقَ النَّاسُ وَلَمْ يُبَيِّنْ لَهُمْ فَتَذَاكَرَ اَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوْا اَمَّا نَحْنُ فَوُلِدْنَا فِي الشِّرْكِ وَلٰكِنَّا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَلٰكِنْ هٰؤُلَاءِ هُمْ اَبْنَاؤُنَا فَبَلَغَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: هُمُ الَّذِيْنَ لَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَسْتَرْقُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ فَقَامَ عُكَّاشَةُ بْنُ مِحْصَنٍ فَقَالَ اَ مِنْهُمْ اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!؟ قَالَ : نَعَمْ فَقَامَ آخَرُ فَقَالَ اَ مِنْهُمْ اَنَا؟ فَقَالَ

سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ)) ①

''تمام امتوں کو مجھ پر پیش کیا گیا، میں نے دیکھا کہ کسی نبی کے ساتھ ایک آدمی چل رہا ہے، کسی نبی کے ساتھ دو آدمی ہیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک جماعت ہے اور کوئی ایسا نبی بھی ہے کہ اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے۔ بعدازاں افق کے خلا پر ایک بڑی جماعت نظر آئی، میں پر امید ہو گیا کہ یہ میری امت کے لوگ ہیں۔ لیکن مجھے بتایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لوگ ہیں۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ (آسمان کی طرف) دیکھیے، وہاں میں نے ایک بہت بڑی جماعت دیکھی، پھر مجھ سے کہا گیا کہ ادھر ادھر آسمان کے دوسرے کنارے بھی دیکھو، میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑی جماعت آسمان کے خلا کو پر کیے ہوئے ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ تیری امت کے لوگ ہیں، ان کے ساتھ ستر ہزار لوگ ایسے ہیں جو بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہوں گے۔'' اس کے بعد لوگ منتشر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وضاحت نہیں کی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس پر آپس میں گفتگو کی کہ وہ لوگ کون ہوں گے، انھوں نے کہا: ''ہم لوگ تو شرک پر پیدا ہوئے تھے (اگرچہ بعد میں) ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے، لیکن یہ ستر ہزار لوگ ہماری اولادیں ہوں گے (جو حالات اسلام میں پیدا ہوں گے)۔'' یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ لوگ وہ ہیں جو نہ فال نکالتے ہیں نہ داغنے کا کام کرتے ہیں اور نہ جھاڑ پھونک کرتے ہیں، صرف اپنے رب پر بھروسا و توکل رکھتے ہیں۔'' یہ بات سننا تھی کہ عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا:

① صحیح بخاری، کتاب الطب، باب من لم یرق: ۵۷۵۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الجنة بغیر حساب ولا عذاب: ۲۲۰۔

''اللہ کے رسول! کیا میں ان میں سے ہوں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں!''
ایک دوسرے صحابی کھڑے ہوئے اور کہا: ''کیا میں بھی ان میں سے ہوں؟''
آپ ﷺ نے فرمایا: ''عکاشہ بازی جیت گئے۔''

تو اس حدیث سے متعلق تیسیر العزیز الحمید کے مؤلف فرماتے ہیں: یہ جان لو! کہ حدیث اس بات پر دلالت نہیں کر رہی کہ وہ لوگ اسباب کو بروئے کار لانے کے بالکل قائل نہیں تھے جیسا کہ اس حقیقت سے ناواقف بعض لوگ خیال کرتے ہیں، کیونکہ اسباب و وسائل کو اختیار کرنا ایک فطری اور ضروری امر ہے، جس سے کسی کو بھی مفر نہیں ہے یہاں تک کہ جانوروں کو بھی۔ بلکہ اہم اسباب و ذرائع کا استعمال کرنا ہی اصل توکل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ﴾ (الطلاق : ٣)
''جو اللہ پر بھروسا کرے گا اللہ اس کے لیے کافی ہے۔''

اور حدیث سے مراد یہ ہے کہ وہ ناپسندیدہ امور کو ان کی حاجت کے باوجود بھی اللہ پر توکل کرتے ہوئے چھوڑ دیتے ہیں جیسے دم کرنا اور داغنا، وہ اسے صرف سبب ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ مکروہ و ناپسندیدہ سبب کی وجہ سے ترک کر دیتے تھے۔ مریض کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ جسے شفا کا ذریعہ خیال کرتا ہے، خواہ وہ مکڑی کا جالا ہی کیوں نہ ہو، اس کا سہارا لینے کی کوشش کرتا ہے اور یہ لوگ ایسا نہیں کرتے تو یا وہ اپنے رب پر صحیح معنوں میں توکل کرتے ہیں۔ رہا اسباب و ذرائع کا استعمال کرنا اور کسی طریقہ پر علاج کرنا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے اور نہ یہ توکل ہی کے منافی ہے، اس لیے کہ علاج معالجہ کرنا کوئی برا کام نہیں ہے جیسا کہ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

((مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً)) ①

''اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کی شفا نازل نہ کی ہو۔''

سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ چند دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، انھوں نے کہا:

((يَا رَسُولَ اللّٰهِ! اَنَتَدَاوىٰ؟ قَالَ: نَعَمْ يَا عِبَادَ اللّٰهِ! تَدَاوَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمْ يَنْزِلْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَهُ شِفَاءً غَيْرَ دَاءٍ وَاحِدٍ قَالُوْا وَمَا هُوَ ؟ قَالَ : اَلْهَرَمُ)) ②

''کیا ہم علاج کرواسکتے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! اللہ کے بندو! تم دوا اور علاج کرواؤ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی بیماری نازل نہیں کی جس کے لیے شفا نازل نہ کی ہو سوائے ایک بیماری کے۔'' لوگوں نے پوچھا: ''وہ کون سی بیماری ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ بڑھاپا ہے۔''

اور امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ان احادیث میں اسباب اور مسببات کا ثبوت اور ان کا انکار کرنے والے پر رد اور علاج معالجہ کا حکم ہے اور یہ توکل کے خلاف نہیں ہے۔ جیسا کہ بھوک و پیاس اور گرمی و سردی کو ان کے اضداد سے دور کرنا توکل کے منافی نہیں ہے بلکہ توحید کی حقیقت اسی وقت مکمل ہوگی جب اللہ تعالیٰ کو پکارنے کے ساتھ

---

❶ بخاری، کتاب الطب، باب ما أنزل الله داء إلا أنزل له شفاء : ٥٦٧٨۔ صحیح الجامع الصغیر : ٥٥٥٩۔

❷ ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الدواء والحث علیه : ٢٠٣٨۔ ابو داؤد، : ٣٨٥٥۔ ابن ماجه، کتاب الطب، باب ما أنزل اللّٰه داءً ...... الخ : ٣٤٣٦۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی : ٧٩٣٤۔

ساتھ وہ اسباب بھی بروئے کار لائے جائیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے تقدیری اور شرعی تقاضے پورے کرنے کے لیے ہمارے لیے مقرر فرمایا ہے۔ ان اسباب کو بے کار قرار دینا توکل میں عیب لگانا اور اسے کمزور کرنا ہے کیونکہ اسباب کا انکار کرنے والا خیال کرتا ہے کہ اسباب کو استعمال نہ کرنا توکل کی اعلیٰ شکل ہے حالانکہ اسباب کو استعمال نہ کرنا عاجز آنا اور توکل کے منافی ہے کیونکہ توکل کا مطلب یہ ہے کہ دین و دنیا کے ہر نفع و نقصان کی بابت اپنا دلی اعتماد اللہ تعالیٰ کے اوپر کرنا، مگر اس دلی اعتماد کے ساتھ ساتھ اسباب کا استعمال کرنا بہت ضروری ہے ورنہ امر حکمت اور شرع کا انکار لازم آتا ہے اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ عاجزی و کمزوری کو توکل کا نام دے دے اور جو حقیقی توکل ہے اسے عدم توکل کا نام دے دے۔"[1]

الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کیا دم توکل کے منافی ہے؟

تو انھوں نے جواب دیا کہ توکل کا معنی نفع پہنچانے اور نقصان کے دور کرنے میں اللہ تعالیٰ پر حقیقی اعتماد و بھروسا کیا جائے اور ساتھ ان اسباب کو بھی استعمال کیا جائے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ توکل کا یہ مفہوم بالکل نہیں ہے کہ بغیر اسباب و ذرائع کے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کر لیا جائے، اس لیے کہ بغیر اسباب کے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنا اللہ تعالیٰ اور اس کی حکمت میں تہمت لگانا اور ہتک کرنا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے نتائج کو اسباب سے متعلق کیا ہے۔

تو یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے والا کون شخص ہے؟ تو اس کا جواب یہ کہ وہ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا آپ ﷺ ضرر و نقصان سے بچنے کے لیے اسباب و ذرائع کا استعمال کرتے

---

[1] تیسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید: ص ۱۱۱۔

تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہاں! جب آپ ﷺ جنگ کے لیے جاتے تھے تو زرہیں پہن کر جاتے تھے تاکہ تیروں سے بچ سکیں اور غزوۂ احد میں آپ ﷺ دو زرہیں پہن کر گئے تھے اور یہ سب چیزیں پیدا ہونے والے حادثات سے بچنے کی تیاری تھیں۔ اس لیے اسباب کا استعمال کرنا توکل کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ انسان کا یہ عقیدہ ہو کہ یہ اسباب صرف اسباب اور وسائل ہیں، بغیر اللہ تعالیٰ کی اجازت کے ان میں کوئی تاثیر نہیں ہے۔ اس لیے انسان کا اپنے آپ کو یا اپنے کسی مریض بھائی کو دم کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے اور نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ وہ معوذات کے ذریعے خود کو دم کرتے تھے اور جب آپ کے اصحاب بیمار ہوتے تھے تو انھیں بھی دم کرتے تھے۔ ①

دم کرنے پر اجرت لینا:

دم کی اجرت سے متعلق سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ نَاسًا مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانُوْا فِيْ سَفَرٍ فَمَرُّوْا بِحَيٍّ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ فَقَالُوْا لَهُمْ هَلْ فِيْكُمْ مِنْ رَّاقٍ فَاِنَّ سَيِّدَ الْحَيِّ لَدِيْغٌ اَوْ مُصَابٌ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنْهُمْ نَعَمْ فَاَتَاهُ فَرَقَاهُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَبَرِئَ الرَّجُلُ فَاُعْطِيَ قَطِيْعًا مِنْ غَنَمٍ فَاَبٰى اَنْ يَّقْبَلَهَا وَقَالَ حَتّٰى اَذْكُرَ ذٰلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَاللّٰهِ مَا رَقَيْتُ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَتَبَسَّمَ وَقَالَ: وَمَا اَدْرَاكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ ؟ ثُمَّ قَالَ خُذُوْا مِنْهُمْ وَاضْرِبُوْا لِيْ بِسَهْمٍ مَّعَكُمْ)) ②

---

❶ مجموع فتاویٰ ابن عثیمین: ۱/۶۶۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الرقی بفاتحۃ الکتاب: ۵۷۳۶۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب جواز أخذ الأجرۃ علی الرقیۃ بالقرآن والأذکار: ۲۲۰۱۔

''رسول اللہ ﷺ کے کچھ صحابہ کرام سفر میں تھے کہ عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے پاس سے ان کا گزر ہوا۔ انھوں نے ضیافت طلب کی تو اس قبیلہ کے لوگوں نے ضیافت سے انکار کر دیا (اتفاق سے ان کے سردار کو کسی چیز نے ڈس لیا) تو انھوں نے ان سے پوچھا: ''کیا تم میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ کیونکہ قبیلے کا سردار مارگزیدہ یا مصیبت زدہ ہے۔'' ان میں سے ایک صحابی نے کہا: ''میں دم جانتا ہوں۔'' وہ صحابی آئے اور سورۂ فاتحہ کے ذریعے اس کا علاج کیا تو سردار شفا یاب ہوگیا اور انھیں بکریوں کا ایک ریوڑ دیا گیا۔ انھوں نے کہا: ''مجھے یہ منظور نہیں ہے یہاں تک کہ میں نبی ﷺ سے پوچھ لوں۔'' وہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور پورا واقعہ سنایا اور کہا: ''میں نے صرف سورۂ فاتحہ پڑھی تھی۔'' آپ ﷺ مسکرائے اور فرمایا: ''تمھیں کیسے پتا چلا کہ یہ سورۂ فاتحہ دم ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان سے بکریوں کو لے لو اور اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ لگا لو۔''

تو آپ ﷺ کا قول کہ ''ان سے لے لو اور اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ لگاؤ'' اس میں فاتحہ اور ذکر و اذکار کے ساتھ کیے گئے دم پر اجرت لینے کی وضاحت ہے کہ یہ حلال ہے، اس میں کوئی کراہت نہیں ہے۔

اور آپ ﷺ کا فرمان کہ ''اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ لگا لو'' ان لوگوں کے دل کو خوشی و تسلی دینا اور ان کی تعریف میں مبالغہ کرنا مقصود تھا کہ وہ حلال ہے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ سے نبی ﷺ کی ایک حدیث روایت کی ہے کہ

---

[1] مسند احمد: ٤/١، ١٧١، ١٧٢۔ اس کے راوی ثقہ ھیں۔ دارمی: ١/ ١٠ ۔ زاد المعاد: ٤/ ٦٨۔

ایک عورت اپنے آسیب زدہ بیٹے کو نبی ﷺ کے پاس لائی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰهِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ))

''اللہ کے دشمن نکل جا، میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔''

تو وہ لڑکا صحت یاب ہوگیا اور اس عورت نے دو دنبے، گھی اور پنیر بطور ہدیہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''اے یعلیٰ! گھی، پنیر اور ایک دنبہ لے لو اور دوسرا دنبہ اسے واپس کر دو۔''[1]

لیکن آج کل اکثر دم کرنے والوں نے اس معاملہ میں توسیع کر لی ہے اور بہت زیادہ مال کمانے لگے ہیں یہاں تک ان کا مقصد و مطلب صرف مال جمع کرنا رہ گیا ہے، جس سے ان کی نیت میں فتور اور کھوٹ پائی جانے لگی اور ان کے دم کی برکت ختم ہوگئی۔ اس لیے دم کرنے والے پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور صرف مال اکٹھا کرنے کی نیت نہ رکھے اور بھاری معاوضے کو ترک کردے اور ضرورتمندوں کے حالات کی رعایت کرے کیونکہ اس میں سب سے زیادہ جس بات کا خوف ہے وہ یہ ہے کہ شعبدہ باز لوگوں پر اپنے دم کے ذریعے غالب آ جائیں گے اور حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر کے لوگوں کا مال لے کر ان کا کچومر نکالنا شروع کر دیں گے جیسا کہ آج نظر آ رہا ہے۔

اس لیے جو شخص لوگوں کو دم کرنے اور ان کے نفع کے لیے اپنے آپ کو وقف کرے اسے چاہیے کہ اس کے اجر و ثواب کی امید اللہ تعالیٰ کے پاس رکھے۔ پس اگر کچھ مل گیا تو لے لیا ورنہ اگر کچھ بھی نہ لے اور انکار کر دے تو یہ چیز اجر و ثواب اور برکت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے لیے افضل اور بہتر ہے۔

---

[1] صحیح مسلم بشرح النووی : ١٤/١٨٧، ١٨٨۔ مسند احمد : ٤/١٧١)

دم سے متعلق بعض خطرناک چیزیں:

① کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک عامل کے پاس لوگوں کا بہت زیادہ ہجوم ہوتا ہے اور یہ ہجوم دیکھ کر لوگ خیال کرتے ہیں کہ اس عامل میں کوئی خاص بات ہے حتیٰ کہ وہ اس عامل کو کلام اللہ سے بھی زیادہ اہمیت دینا شروع کر دیتے ہیں یعنی ان کا اتنا یقین کلام اللہ پر نہیں ہوتا جتنا اس عامل پر ہو جاتا ہے۔ یہ ایک خطرناک غلطی اور عقیدہ کی خرابی ہے جس سے بچنا بہت ضروری ہے۔

② شیطان جب دیکھتا ہے کہ لوگوں کے دل کسی خاص شخص کے ساتھ معلق ہو چکے ہیں تو وہ اس شخص کی مدد کرنا شروع کر دیتا ہے جبکہ وہ شخص اس سے لاعلم ہوتا ہے اور شیطان اس شخص سے خود کا ڈرنا ظاہر کرتا ہے اور مریض سے نکل جاتا ہے تاکہ لوگوں کا اعتماد اور بھروسا اس شخص پر ان آیات اور مسنون اذکار سے زیادہ ہو جائے جو وہ تلاوت کرتا ہے اور لوگ یہ اعتقاد کرلیں کہ اس میں کوئی خاص راز ہے یہاں تک کہ کسی شخص کو جب بھی کوئی حادثہ پیش آتا ہے تو وہ اس کے پاس آتا ہے تاکہ وہ دیکھے کہ اس میں جن ہے یا نہیں ہے۔

③ خود پسندی کا شکار ہونا، بعض عامل جب دیکھتے ہیں کہ ان کے پاس مریضوں کا ازدحام ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے دم کے سبب بہت سے لوگوں کو شفایاب کر رہا ہے اور شیطان کس طرح اس سے خوفزدہ ہے تو وہ خود پسندی کا شکار ہو جاتا ہے۔

④ دم کے ذریعے مال و دولت جمع کرنا، جس کا بیان پہلے گزر چکا ہے

⑤ امراض کی تشخیص میں اٹکل پچو سے کام لینا، جس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۲۔ شرکیہ دم:

دم کی دو قسمیں ہیں، ایک شرعی دم اور دوسرا شرکیہ دم، شرعی دم سے متعلق آپ جان

چکے تو شرکیہ دم سے مراد وہ دم ہے جس میں غیر اللہ سے مدد طلب کی جاتی ہے یعنی اس میں غیر اللہ کو پکارنا، ان سے مدد طلب کرنا اور پناہ طلب کرنا ہوتا ہے۔ جیسے جن، فرشتے، انبیاء اور نیک لوگوں کے ناموں سے جھاڑ پھونک کیا جائے۔تو یہ غیر اللہ کو پکارنا ہے جو شرک اکبر ہے۔ اگر دم کے الفاظ عربی زبان کے علاوہ کسی غیر معروف زبان میں ہیں جن کا مطلب معلوم نہیں تو اس سے بھی بچنا از حد ضروری ہے، کیونکہ اس میں خفیہ طور سے شرک و کفر کے داخل ہونے کا خوف ہے، اس لیے اس طرح کا دم شرعی طور پر ممنوع ہے۔

تعویذ اور اس کا حکم

تعویذ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:

تمائم (تعویذ) یہ تمیمۃ کی جمع ہے، اس سے مراد تسبیح کے وہ دانے اور مہرے ہیں جنھیں دیہاتی لوگ اپنے بچوں کی گردن میں اپنے وہم وگمان کے مطابق نظر بد و جادو ٹونا سے بچانے کے لیے لٹکاتے تھے، اسلام نے اسے باطل قرار دے دیا۔ (لسان العرب: ۱۲/۷۰)

اور تمائم اس چیز کو بھی کہتے ہیں جسے نظر بد سے بچانے کے لیے بچوں کی گردن وغیرہ میں لٹکا دیا جائے۔[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تمائم تمیمۃ کی جمع ہے جس کا معنی گردن میں ڈالے جانے والا ہار یا مہرہ ہے۔ جاہلیت میں لوگوں کا اعتقاد یہ تھا کہ یہ مصائب و آفات کو دفع کرتا ہے۔''[2]

تعویذ کی اقسام:

اس کی دو قسمیں ہیں:۔

① قرآنی تعویذ

---

❶ الدر النضید علی کتاب التوحید للشیخ محمد بن عبد الوهاب : ۷۳۔

❷ فتح الباری : ۱۰/۲۰۶۔

② غیر قرآنی تعویذ

① قرآنی تعویذ اور اس کا حکم:

وہ تعویذ جس میں قرآنی آیات یا اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات ہوں، اس کے لٹکانے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے اور اس بارے میں دو قول ہیں:۔

(أ) ایسے تعویذ لٹکانا جائز ہے۔ یہ قول صحابہ کی ایک جماعت کا ہے جن میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بھی ہیں اور یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ظاہری مفہوم ہے، اسی کے قائل ابو جعفر الباقر اور ایک روایت کے مطابق امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ بھی ہیں اور منع والی حدیث کو ان لوگوں نے اس تعویذ پر محمول کیا ہے جس میں شرک ہو۔

(ب) ایسے تعویذ لٹکانا بھی ناجائز ہے۔ یہ قول بھی صحابہ کی ایک جماعت کا ہے جن میں ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم شامل ہیں اور یہی حذیفہ، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہما اور ابن عکیم ظاہری کا قول ہے، اس قول کی قائل تابعین میں سے بھی ایک جماعت ہے جن میں اصحاب ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ ابن حنبل رحمہ اللہ کے اکثر ساتھیوں نے اسی کو اختیار کیا ہے اور متاخرین نے قطعیت کے ساتھ اسی کو تسلیم کیا ہے اور وہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((إِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ)) ①

"بلاشبہ دم، تعویذ گنڈے اور محبت کی گرہیں سب شرک ہیں۔"

---

❶ ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم: ۳۸۸۳۔ ابن ماجہ: ۳۵۳۰۔ مسند احمد: ۱/ ۳۸۱۔

مندرجہ ذیل وجوہ کی بنا پر دوسرا قول راجح ہے:۔

① تعویذ کی ممانعت عام ہے جس کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

② سدباب کے لیے کہ یہ ایسی چیزوں کے لٹکانے کی طرف مائل کر دے گا جن کا لٹکانا جائز نہیں ہے۔

③ قرآن کی آیات کے لٹکانے سے لازمی طور پر ان کی توہین ہوتی ہے، اس لیے کہ لٹکانے والا قضائے حاجت واستنجا وغیرہ کے دوران اس کو الگ نہیں کر سکتا ہے۔ [1]

② غیر قرآنی تعویذ اور اس کا حکم:

غیر قرآنی تعویذ سے مراد وہ تعویذ ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارا گیا ہوتا ہے، لوگ انھیں اپنی گردن میں لٹکاتے اور بازو وغیرہ پر باندھتے ہیں۔ یہ مختلف قسم کے ہوتے ہیں جیسے تسبیح کے دانے، مہرے، دھاگے، منکے اور وہ چیزیں جن پر جنات وشیاطین کے نام وغیرہ لکھے ہوتے ہیں۔ یہ قطعی حرام اور شرک ہے، اس لیے کہ اس کا تعلق غیر اللہ سے ہے۔

بعض لوگ ان اشیاء کو اپنے آپ پر، اپنی گاڑیوں پر، گھروں کے دروازوں پر اور اپنی اولاد کی گردن میں اس اعتقاد کے ساتھ لٹکاتے ہیں کہ یہ چیزیں نظر بد وحسد کو دور کر دیں گی جبکہ یہ تمام چیزیں حرام ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب:

سعودی عرب کے علماء کی افتاء کمیٹی سے جو اس سے متعلق سوالات ہوئے ہیں ان میں سے تین سوال اور ان کا جواب درج ذیل ہیں۔

---

❶ فتح المجید: ص ۱۳۶۔

(سوال) کیا نظر بد، حسد اور کسی دوسرے نقصان سے بچنے کے لیے جیب میں قرآنی آیات تحریری صورت میں یا چھوٹے قرآنی نسخے رکھنا جائز ہے؟ انھیں صرف اس نیت سے رکھا جائے کہ یہ بابرکت رب کا بابرکت کلام ہے اور یہ کلام انسان کا محافظ ہے، اس کے علاوہ کوئی اور عقیدہ نہ ہو۔ اور کیا یہ چیزیں گاڑی اور دکان وغیرہ میں بھی رکھنا جائز ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

(سوال) نظر بد اور حسد سے بچاؤ یا کسی اور سبب جیسے کامیابی حاصل کرنے، کسی مرض یا جادو وغیرہ سے شفا حاصل کرنے کی خاطر قرآنی آیات سے لکھے گئے تعویذ کو لٹکانے کا کیا حکم ہے؟

(سوال) سنہری زنجیروں میں یا کسی اور چیز میں قرآنی آیات کے تعویذ کا کسی نقصان اور شر سے بچنے کے لیے لٹکانے کا کیا حکم ہے؟

(جواب) قرآن کا نزول اللہ تعالیٰ نے اس لیے فرمایا ہے کہ لوگ بطور کلام اللہ اس کی تلاوت کریں اور اس کے معانی ومفاہیم پر غور کریں، اللہ تعالیٰ کے احکام کو سمجھ سکیں اور ان پر عمل پیرا ہوں، جس سے ان کو پند ونصیحت حاصل ہو، ان کے دل نرم ہو جائیں اور سینے میں موجود ضلالت و جہالت دور ہو جائے اور شرک کی گندگیوں اور معصیت وگناہ کے اثرات سے نفس کی طہارت ہو جائے۔

اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کو اس شخص کے لیے ہدایت و رحمت بنایا ہے جو اس کے لیے اپنے دل کو کھول دے اور حاضر رہ کر کان لگا کر اسے سنے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (یونس: ٥٧)

''لوگو! تمھارے پاس پروردگار کی طرف سے نصیحت اور دلوں کی بیماریوں کی شفا

اور مومنوں کے لیے رحمت اور ہدایت آ پہنچی ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴾

(الزمر: ۲۳)

''اللہ نے نہایت اچھا کلام نازل فرمایا ہے، جو ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں باہم ملتی جلتی ہیں اور بار بار دہرائی (پڑھی) جاتی ہیں، جس سے ان لوگوں کے جسم کانپ اٹھتے ہیں جو اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں، پھر ان کے بدن اور دل نرم ہوکر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں، یہی اللہ کی ہدایت ہے، وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴾

(ق: ۳۷)

''اس میں ہر صاحب دل (یعنی عقل مند) کے لیے عبرت ہے اور اس کے لیے جو دل سے متوجہ ہو کر کان لگائے اور وہ حاضر ہو۔''

قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کے لیے بطور ایک معجزہ نازل کیا ہے اور یہ تمام لوگوں کی جانب آپ کے رسول ہونے پر ایک واضح نشانی ہے تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو ان تک ان پر رحم وکرم کرتے ہوئے اور حجت قائم کرنے کے لیے پہنچا دیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴾ (العنکبوت: ۵۰، ۵۱)

''اور (کافر) کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں؟ کہہ دو کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں اور میں تو کھلم کھلا ہدایت کرنے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب نازل کی جو ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے، کچھ شک نہیں کہ مومن لوگوں کے لیے اس میں رحمت اور نصیحت ہے۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ﴾ (القصص: ۲)

''یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں۔''

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ تِلْكَ آيَاتُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ﴾ (لقمان: ۲)

''یہ حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں۔''

علاوہ ازیں بہت ساری آیات ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک ایک معجزہ اور نشانی ہے۔

قرآن دراصل شریعت کی کتاب اور احکام کا بیان ہے اور وہ ایک عظیم نشانی، ایک بڑا معجزہ اور قطعی حجت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی تائید کی ہے۔ اس کے باوجود آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ قرآن کے ذریعے خود دم کیا کرتے

تھے اور اپنے آپ پر تینوں معوذات ﴿ قل هو الله أحد ﴾ ﴿ قل أعوذ برب الفلق ﴾ اور ﴿ قل أعوذ برب الناس ﴾ پڑھا کرتے تھے اور آپ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ نے اس دم کی اجازت دی ہے جس میں شرک نہ ہو۔ جیسے قرآن اور مسنون دعاؤں کے ذریعے دم کرنا اور آپ نے قرآن کے ذریعے کیے گئے صحابہ کے دم کو ثابت اور برقرار رکھا ہے، اس پر لی گی اجرت کو جائز قرار دیا ہے۔ سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كُنَّا نَرْقِيُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! كَيْفَ تَرٰى فِيُ ذٰلِكَ؟ فَقَالَ اَعْرِضُوْا عَلَيَّ رُقَاكُمْ لَا بَأْسَ بِالرُّقٰى مَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ شِرْكٌ))[1]

''ہم جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے تو میں نے اس سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: ''آپ اس دم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنا دم ہمیں بتاؤ، جب تک اس میں شرک کی آمیزش نہ ہو کوئی حرج نہیں ہے۔''

اسی طرح سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اِنْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيُ سَفْرَةٍ سَافَرُوْهَا حَتّٰى نَزَلُوْا عَلٰى حَيٍّ مِنْ اَحْيَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْهُمْ فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمْ فَلُدِغَ سَيِّدُ ذٰلِكَ الْحَيِّ فَسَعَوْا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ شَيْءٌ فَقَالَ بَعْضُهُمْ لَوْ اَتَيْتُمْ هٰؤُلَاءِ الرَّهْطِ الَّذِيْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّهُ اَنْ يَّكُوْنَ عِنْدَ بَعْضِهِمْ شَيْءٌ فَاَتَوْهُمْ فَقَالُوْا يَا اَيُّهَا الرَّهْطُ! اِنَّ سَيِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَيْنَا لَهُ بِكُلِّ شَيْءٍ لَا يَنْفَعُهُ فَهَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْكُمْ مِنْ شَيْءٍ ؟ فَقَالَ بَعْضُهُمْ نَعَمْ وَاللّٰهِ اِنِّيْ لَاَرْقِيُ وَلٰكِنَّا وَاللّٰهِ لَقَدِ اسْتَضَفْنَاكُمْ

---

[1] صحيح مسلم، كتاب السلام، باب لا بأس بالرقى ما لم يكن فيه شرك : ٢٢٠٠۔

فَلَمْ تُضَيِّفُوْنَا فَمَا اَنَا بِرَاقٍ لَكُمْ حَتّٰى تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلاً فَصَالَحُوْهُمْ عَلٰى قَطِيْعٍ مِنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ يَتْفُلُ عَلَيْهِ وَيَقْرَأُ: ﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ فَكَاَنَّمَا نَشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ يَمْشِيْ وَمَا بِهٖ قَلَبَةٌ قَالَ فَاَوْفُوْهُمْ جُعْلَهُمُ الَّذِيْ صَالَحُوْهُمْ عَلَيْهِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ اقْسِمُوْا فَقَالَ الَّذِيْ رَقٰى لَا تَفْعَلُوْا حَتّٰى نَأْتِيَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَنَذْكُرَ لَهُ الَّذِيْ كَانَ فَنَنْظُرَ مَا يَأْمُرُنَا فَقَدِمُوْا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرُوْا لَهُ فَقَالَ : وَمَا يُدْرِيْكَ اَنَّهَا رُقْيَةٌ ؟ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ اقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِيْ مَعَكُمْ سَهْمًا فَضَحِكَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) [1]

''نبی ﷺ کے کچھ صحابہ سفر میں تھے کہ انھوں نے عرب کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے پاس پڑاؤ کیا اور ضیافت طلب کی، ان لوگوں نے ضیافت سے انکار کردیا۔ بعد ازاں اس قبیلہ کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ ان لوگوں نے ہرممکن علاج کیا لیکن ان کے سردار کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔ تب ان کے ایک آدمی نے کہا: ''اگر تم ان آنے والے لوگوں کے پاس جاؤ تو ممکن ہے کہ کسی کے پاس سے کوئی چیز (علاج کے لیے) مل جائے۔'' وہ ان لوگوں کے پاس آئے اور کہا: ''ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے اور ہم نے ہرممکن علاج کیا ہے لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا، کیا آپ میں سے کسی کے پاس کچھ ہے؟'' تب ایک صحابی نے کہا: ''ہاں! میں اس کا دم جانتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم! ہم نے تم سے

---

[1] صحيح بخارى، كتاب الإجارة، باب ما يعطى فى الرقية على أحياء العرب بفاتحة الكتاب: ٢٢٧٦۔ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب جواز أخذ الأجرة على الرقية بالقرآن والاذكار: ٢٢٠١۔

ضیافت طلب کی تھی، تم نے ضیافت سے انکار کر دیا، اس لیے میں تمھارے لیے دم نہیں کروں گا یہاں تک کہ تم ہمارے لیے کوئی معاوضہ مقرر نہ کرو۔'' ان لوگوں نے بکریوں کے ایک ریوڑ پر مصالحت کر لی، وہ صحابی گئے اور اس پر تھوک لگانے لگے اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنے لگے، جس سے مریض ایسے ہو گیا جیسے کسی بندھن سے آزاد ہو گیا ہو اور اس طرح چلنے لگا جیسے اسے کوئی تکلیف آئی ہی نہ ہو۔'' تب ان لوگوں نے اپنا وہ عہد پورا کر دیا جس پر مصالحت کی تھی (یعنی بکریوں کا ریوڑ دے دیا)۔ بعض صحابہ نے کہا: ''لاؤ اسے تقسیم کرو۔'' لیکن دم کرنے والے صحابی نے کہا: ''نہیں، اسے تقسیم نہ کرو یہاں تک کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر اس کے بارے میں پوچھ نہ لیں۔'' چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچ کر انھوں نے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ دم ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم لوگوں نے درست کیا ہے، اسے تقسیم کر لو اور اپنے ساتھ میرا بھی ایک حصہ لگا لو۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے تبسم فرمایا۔''

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَوَىٰ إِلَىٰ فِرَاشِهٖ نَفَثَ فِيْ كَفَّيْهِ بِـ: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ جَمِيْعًا ثُمَّ يَمْسَحُ بِهِمَا وَجْهَهُ وَمَا بَلَغَتْ يَدَاهُ مِنْ جَسَدِهٖ قَالَتْ عَائِشَةُ: فَلَمَّا اشْتَكَىٰ كَانَ يَأْمُرُنِيْ أَنْ أَفْعَلَ ذٰلِكَ بِهٖ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ جب اپنے بستر پر آتے تو سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، باب النفث فی الرقیة: ٥٧٤٨۔

دونوں ہتھیلیوں میں پھونک مارتے پھر انھیں اپنے چہرے اور جسم کے جس جس حصے پر ممکن ہوتا پھیرتے تھے۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''جب آپ ﷺ بیمار ہوتے تھے تو مجھے اسی طرح کرنے کا حکم دیتے تھے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بعض اہل وعیال پر دم فرماتے تھے اور داہنے ہاتھ سے مسح کرتے ہوئے یہ دعا پڑھتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَأْسَ وَ اشْفِ اَنْتَ الشَّافِیُ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُ كَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا)) [1]

''اے میرے اللہ! اے لوگوں کے رب! تو (یہ) بیماری دور کر دے اور شفا دے دے، کیونکہ تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں اور تیری شفا کے علاوہ کوئی شفا نہیں، اس لیے تو ایسی شفا دے جو بیماری کو بالکل ختم کر دے۔''

اس کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قرآن اور مسنون وظائف سے دم کیا ہے اور اس کی اجازت دی ہے اور اس دم کو برقرار رکھا ہے جس میں شرک کی ملاوٹ و آمیزش نہ ہو اور نبی ﷺ سے، جن پر قرآن کا نزول ہوا اور وہ اس کے احکام اور قدر و منزلت سے بخوبی واقف تھے، یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ نے اپنے اوپر یا کسی غیر پر قرآن وغیرہ کا تعویذ لٹکایا ہو اور قرآن یا اس کی آیات کا تعویذ حسد و شر سے بچنے کے لیے بنایا ہو یا قرآن اور اس کے اجزا کو اپنے لباس، مال و متاع یا سواری پر لٹکایا ہو، تاکہ دشمن کے شر سے محفوظ رہیں یا ان پر کامیابی حاصل کر لیں یا آپ کے لیے منزل طے کرنا آسان ہو جائے اور سفر کی صعوبتیں ختم ہو جائیں یا اور کسی نفع کو حاصل کرنے اور نقصان کو ختم کرنے کا اس سے ارادہ کیا ہو۔

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، باب رقیة النبی ﷺ: ٥٧٤٣۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب رقیة المریض: ٢١٩١)

اس لیے اگر یہ کام مشروع ہوتے تو آپ اس کے کرنے پر حریص ہوتے اور اپنی امت کو بتاتے اور اسے واضح کر دیتے، اللہ تعالیٰ کے اس قول پر عمل کرتے ہوئے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (المائدة: ٦٧)

''اے پیغمبر! جو ارشادات اللہ کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں وہ سب لوگوں کو پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم اللہ کا پیغام پہنچانے میں قاصر رہے (یعنی پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا، بے شک اللہ منکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اگر آپ ﷺ نے ان کاموں کو کیا ہوتا یا صحابہ سے بیان کیا ہوتا تو صحابہ ہم تک اسے نقل کرتے اور اس پر عمل کرتے۔ اس لیے کہ وہ دین کی تبلیغ کے لیے امت میں سے سب سے زیادہ حریص تھے اور قولاً وفعلاً شریعت کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی سب سے زیادہ اتباع کرنے والے تھے۔ لیکن ان میں سے کسی سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا کسی مال ومتاع، گاڑی اور خزانے وغیرہ میں حسد سے بچنے، اس کی حفاظت کے لیے یا کسی اور فائدہ کے حاصل کرنے اور نقصان وضرر سے بچنے کی غرض سے رکھنا یا لٹکانا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح قرآن کو تعویذ بنانا یا اس کی بعض آیات کا چاندی وسونے کی زنجیروں میں لکھنا تاکہ گردن وغیرہ میں لٹکایا جا سکے، جائز نہیں ہے، اس لیے کہ اس میں نبی ﷺ کے طریقہ اور آپ کے صحابہ کے طریقہ کی مخالفت ہے، نیز یہ اس حدیث کے عموم میں بھی داخل ہے:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَلَا اَتَمَّ اللّٰهُ لَهُ)) ①

''جو شخص تعویذ لٹکائے اللہ تعالیٰ اس کا (وہ) کام پورا نہ کرے۔''

اور ایک روایت میں ہے:

((مَنْ تَعَلَّقَ تَمِيمَةً فَقَدْ اَشْرَكَ)) ②

''جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔''

اور یہ چیز آپ ﷺ کے اس قول کے عموم میں بھی داخل ہے:

((اِنَّ الرُّقٰى وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ)) ③

''بلاشبہ (غیر شرعی) دم، تعویذ گنڈا اور محبت کے تعویذ شرک ہے۔''

لیکن دم کو نبی ﷺ نے اپنے دوسرے قول سے مستثنیٰ قرار دے دیا ہے اور جب تک اس میں شرک نہ ہو اسے مباح قرار دیا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے لیکن آپ نے تعویذ گنڈا کو کہیں بھی مستثنیٰ نہیں کیا ہے۔ ان تمام کی مخالفت اپنی اصل پر باقی ہے، اسی کے قائل عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور صحابہ و تابعین کی ایک جماعت بھی ہے۔ انہی میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب جیسے ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ ہیں۔

علماء کی ایک جماعت نے حفاظت وغیرہ کی غرض سے قرآن اور اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کے تعویذوں کو لٹکانے کی رخصت دی ہے اور اسے تعویذ کے سلسلے میں آپ ﷺ کی وارد حدیث سے مستثنیٰ قرار دیا ہے جس طرح اس دم کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے جس میں شرک نہ ہو۔ اس لیے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اس کی صفات میں سے ایک صفت ہے، یہ

---

① مسند احمد: ٤/١٥٤۔ مستدرك حاكم: ٤/٢١٦، ٤١٧۔

② مسند احمد: ٤/١٥٦۔ مستدرك حاكم: ٣/٢١٩۔

③ ابو داوٗد، كتاب الطب، باب فى تعليق التمائم: ٣٨٨٣۔ ابن ماجه: ٣٥٣٠۔

شرک نہیں ہے، اس لیے اس کا تعویذ بنانے سے منع نہیں کیا جائے گا اور اسے ساتھ رکھنا یا اس کو اس کی برکت و منفعت کی امید سے لٹکانا درست ہوگا۔ یہ قول منسوب ہے ایک ایسی جماعت کی طرف جن میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بھی ہیں۔ لیکن اس بارے میں ان سے روایت ثابت نہیں ہے۔ اس لیے کہ اس سند میں محمد بن اسحاق ہیں جو مدلس ہیں اور عنعنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اگر یہ روایت ثابت بھی ہوجائے تو بھی تعویذوں کے لٹکانے کے جواز پر دلالت نہیں کرتی ہے۔ اس لیے کہ اس روایت میں ہے کہ وہ اپنے بڑے بچوں کو قرآن حفظ کرواتے تھے اور چھوٹے بچوں کے لیے تختی میں لکھ کر ان کی گردنوں میں لٹکا دیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ وہ ان کے ساتھ ایسا اس لیے کرتے تھے تاکہ وہ اس لکھی ہوئی تحریر کو بار بار دہرائیں یہاں تک کہ وہ حفظ ہو جائے، نہ کہ اس لیے کہ آپ انھیں حسد اور دیگر قسم کے نقصانات سے بچانے کے لیے ایسا کرتے تھے۔ اس لیے اس سے تعویذوں کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے۔

عبدالرحمٰن بن حسن نے اپنی کتاب فتح المجید میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے مذہب کو اختیار کیا ہے جس میں قرآنی وغیر قرآنی تمام تعویذوں سے منع کیا گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ مذہب تین وجوہ کی بنا پر صحیح اور درست ہے:۔

① تعویذ کی ممانعت عام ہے اور اس عمومیت کی کسی روایت سے تخصیص نہیں ہوتی ہے۔

② شرکیہ تعویذوں کے سدباب کے لیے، کیونکہ ان تعویذوں کے لٹکانے سے شرکیہ تعویذوں کے لٹکانے کا راستہ بھی کھل جائے گا۔

③ اس لیے بھی کہ جب کوئی شخص اسے لٹکائے گا تو ضروری ہے کہ وہ اسے لٹکائے ہوئے قضائے حاجت واستنجا وغیرہ کے لیے بھی جائے گا جس سے قرآن کی توہین وتحقیر ہوگی۔ [1]

---

❶ فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ: ۱/۱۹۷۔ ۲۰۱۔

محبت کا تعویذ:

"التولة" یعنی محبت کا تعویذ، یہ مہرے کی ایک قسم ہے جسے جادو کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جس سے بیوی شوہر سے محبت کرنے لگتی ہے۔ (لسان العرب: ۸۱/۱۱)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''تِوَلہ وہ شے ہے جس کے ذریعے بیوی اپنے شوہر کی محبت کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور یہ جادو کی ایک قسم ہے۔ یہ جائز نہیں ہے، اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ)) [1]

''بلاشبہ (غیر شرعی) دم، تعویذ گنڈے اور محبت کے تعویذ شرک ہیں۔''

---

[1] ابوداوٗد، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم: ۳۸۸۳۔ ابن ماجہ: ۳۵۳۰۔

کہانت اور علم نجوم

کاہن کی تعریف:

کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو کائنات کے بارے میں مستقبل کی خبریں بتائے اور راز و اسرار کو جاننے کا دعویٰ کرے۔[1]

ازہری نے کہا ہے:

''عرب میں کہانت کا وجود سیدنا محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے تھا...... جب آپ کی بعثت ہوئی اور شہاب ستاروں کے ذریعے آسمان پر پہرے لگا دیے گئے اور شیاطین و جنات کو چوری چھپے آسمان کی خبریں سننے اور انھیں کاہنوں تک پہنچانے سے روک دیا گیا تو کہانت کا علم باطل ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے کاہنوں کے باطل و کذب کو فرقان حمید کے ذریعے جس سے اللہ تعالیٰ حق و باطل میں فرق کرتا ہے، ناپید کردیا۔''[2]

اور کتاب التوحید میں ہے:

''کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو آئندہ کے حالات کے بارے میں خبر دے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کاہن اس شخص کو کہتے ہیں جو دل کی بات بتائے۔''[3]

---

1. لسان العرب: ۱۳/ ۳۶۳۔
2. لسان العرب: ۱۳/ ۳۶۳۔
3. حاشیہ کتاب التوحید لعبد الرحمن بن محمد: ص ۲۰۶۔

نجومی کی تعریف و حکم:

عربی زبان میں نجومی کو ''العراف'' کہتے ہیں، جس کے لغوی معنی کاہن کے بھی ہیں۔

عروہ بن حزام کا قول ہے:

فَقُلْتُ لِعَرَّافِ الْيَمَامَةِ دَاوِنِيْ فَإِنَّكَ إِنْ أَبْرَأْتَنِيْ لَطَبِيْبُ

''میں نے یمامہ کے کاہن و نجومی سے کہا کہ میرا علاج کر! اگر تو نے مجھے شفا دے دی تو بلاشبہ تو حکیم ہے۔'' ①

اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَتَى عَرَّافًا أَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ②

''جو شخص غیب کی خبریں بتانے والے کے پاس آئے یا کسی کاہن و نجومی کے پاس آئے اور ان کی باتوں کی تصدیق کرے تو اس نے نبی ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا انکار کیا۔''

یہاں عراف سے مراد نجومی یا حازی یعنی قیافہ شناس ہے جو علم غیب کا دعویٰ کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم میں خاص کر رکھا ہے۔ کتاب التوحید میں ہے:

''بغوی رحمہ اللہ نے کہا: ''کاہن یا عراف اس شخص کو کہتے ہیں جو بعض مقدمات و تمہیدات کے ذریعے معاملات کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے جن سے وہ مسروقہ و گم شدہ مال کے موقع و محل وغیرہ پر استدلال کرتا ہے۔'' اور اس کے حاشیہ میں

---

❶ لسان العرب: ۲۳۸/۹۔

❷ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ۵۹۳۹ ۔ ابو داوٗد، کتاب الطب، باب فی الکهان: ۳۹۰۴۔

کہا: ''کاہن یا عراف وہ شخص ہے جو مختلف واقعات کی اطلاع دیتا ہے، چوری کے مال اور چور کے بارے میں خبر دیتا ہے، اسی طرح گم شدہ چیز اور اس کی جگہ کے متعلق بتاتا ہے۔ وہ کچھ اسباب و مقدمات، باطل قیاسات اور شیطانی خیالات کے سہارے ان چیزوں کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے۔ بعض اوقات ان کے پاس شیطان بھی آتے ہیں اور نجومی کی خبیث سانسیں اپنے شیطان بھائیوں کی خبیث سانسوں کے ساتھ مل کر چلتی ہیں (یعنی جو خبر شیطان دیتا ہے، وہی یہ آگے پھیلا دیتے ہیں)۔''[1]

کاہن و نجومی کے پاس علاج کے لیے جانے کا حکم:

بلا شبہ صحت و عافیت کا لباس ایک ایسی ضرورت ہے جس کے لیے ہر شخص جدوجہد اور تگ و دو کرتا ہے اور وہ یہ کوشش کیسے نہ کرے جبکہ وہ صحتمند لوگوں کے سروں کا تاج ہے، جسے صرف مریض اشخاص ہی سمجھ سکتے ہیں اور ہمارے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے:

((نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِيهِمَا كَثِيرٌ مِّنَ النَّاسِ الصَّحَّةُ وَالْفَرَاغُ))[2]

''دو نعمتیں یعنی صحت اور فارغ البالی ایسی ہیں جس میں بہت سے لوگ فریب خوردہ ہیں۔''

لیکن اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ایک مسلمان شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کے ذریعے علاج کروانا جائز ہے؟ اور کیا وہ اس چیز کے ساتھ بھی شفا طلب کر سکتا ہے جو محض وہم و جھوٹ ہے؟ اسی طرح کیا ایک مسلمان جادوگروں، کاہنوں اور

---

1. حاشیه کتاب التوحید لعبد الرحمن بن قاسم: ص ٢٠٦۔
2. صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الصحة والفراغ...... الخ: ٦٤١٢۔ ترمذی: ٢٣٠٤۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ٦٧٧٨۔

نجومیوں سے علاج کروا سکتا ہے؟

تو اس کا جواب ایک بار بھی نفی میں ہے اور ہزار بار بھی نفی ہی میں ہے۔ کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے حرام چیزوں سے علاج کرنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ أَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءً ، فَتَدَاوَوْا وَلَا تَتَدَاوَوْا بِحَرَامٍ)) ①

''بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے مرض اور علاج دونوں کو پیدا فرمایا ہے اور ہر مرض کے لیے دوا بنائی ہے اس لیے تم دوا اور علاج کرو لیکن حرام چیزوں سے علاج نہ کرو۔''

رہا ان چیزوں میں شفا تلاش کرنا جو حقیقت میں شفا نہیں بلکہ ایک فریب و دھوکا اور جھوٹ ہیں، تو ان میں شفا تلاش کرنے کے نتائج بہت برے ہیں۔ بہت سارے لوگ ان جھوٹے اوہام و خرافات کے پیچھے بھاگتے ہیں اور بسا اوقات ان سے مطمئن بھی ہو جاتے ہیں۔ خصوصاً اس وقت جب یہ دجال و کذاب بہ حسن و خوبی اپنے جھوٹے پیشے کو سرانجام دیتے ہیں تو سادہ لوح لوگ ان کے فریب کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اور جادوگر، شعبدہ باز اور نجومی جو غیب دانی کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کے پاس جانا ایک بڑا گناہ اور کھلی برائی و غلطی ہے۔ شیخ عبدالعزیز ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کاہنوں، نجومیوں، شعبدہ بازوں اور ان جیسے دوسرے لوگوں سے جو غیب کی خبر دیتے ہیں، سوال کرنا حرام اور ناجائز ہے اور ان کی تصدیق کرنا اور بھی سخت گناہ اور حرام ہے بلکہ نبی ﷺ کے قول کی وجہ سے کفر کے ضمن میں آتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

---

① ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الأدویة المکروهة : ۳۸۷۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے، ضعیف ابوداؤد : ۳۸۷۴۔

((مَنْ اَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ صَلَاتُهُ اَرْبَعِينَ يَوْمًا)) ①

''جو شخص کاہن کے پاس آئے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کرے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔''

اور صحیح مسلم ہی میں سیدنا معاویہ بن حکم سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ اِتْيَانِ الْكُهَّانِ وَسُؤَالِهِمْ)) ②

''بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجومی و کاہن کے پاس جانے سے اور اس سے سوال کرنے سے منع فرمایا ہے۔''

اور اہل سنن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ اَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا يَقُوْلُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)) ③

''جو شخص کاہن کے پاس آئے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کردہ شریعت کا انکار کیا۔''

اس معنی کی اور بہت ساری حدیثیں ہیں، اس لیے مسلمانوں کو چاہیے کہ کاہنوں، نجومیوں اور ان تمام لوگوں سے جو غیب کی خبر دینے کا دعویٰ کرتے ہیں اور طب وغیرہ کے نام سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، ان سے سوال کرنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گزشتہ ارشادات

---

❶ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة وإتیان الکهان، قبل الحدیث: ۲۲۲۸۔

❷ مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکهانة وإتیان الکهان: ۲۲۳۰۔

❸ ابو داؤد، کتاب الطب، باب فی الکهان: ۳۰۰۴۔ ترمذی، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی کراهیة إتیان الحائض: ۱۳۵۔ ابن ماجه، کتاب الطهارة، باب النهی عن إتیان الحائض: ۶۳۹۔

میں ممانعت کی وجہ سے پرہیز کریں، آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے۔

اس ممانعت میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو طب کے نام سے غیبی امور کے جاننے کا دعویٰ کرتے ہیں کہ انھیں مریض کی پگڑی اور رومال یا مریضہ عورت کا دوپٹا وغیرہ سونگھنے سے حالات کا پتا چل جاتا ہے اور کہتا ہے کہ مریض یا مریضہ نے ایسا کہا ہے، اسے ایسا ہوا ہے یعنی ایسے غیبی امور کا پتا دیتا ہے کہ جن پر ان چیزوں کو سونگھنا دلالت ہی نہیں کرتا ہے۔ لیکن اس سے اس کا مقصد عوام کو گمراہ کرنا ہوتا ہے یہاں تک کہ لوگ اسے طب کا ماہر اور امراض کے اسباب کا تجربہ کار کہنے لگتے ہیں اور کبھی کبھی وہ لوگوں کو کچھ دوائیں دے دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے مطابق شفا کے موافق ہوجاتی ہیں، جسے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اس کی دوا کے اسباب سے ہے اور کبھی کبھی مرض ان جنات وشیاطین کے سبب سے ہوتا ہے جو اس ڈھونگی طبیب کے خادم ہوتے ہیں اور اسے بعض ان غیبی امور کی اطلاع دیتے ہیں جن پر وہ مطلع رہتے ہیں، اور یہ انھیں ان کے شایان شان عبادت سے راضی کرتا ہے، جس کے سبب یہ اس مریض سے دور ہوجاتے ہیں اور اسے تکلیف و ایذا دینا بھی ترک کردیتے ہیں اور یہ جن و شیطان اور ان کے ساتھ معاملات کرنے والوں کے بارے میں بہت ہی معروف ومشہور چیز ہے۔''[1]

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کہانت کا پیشہ اختیار کرنا، کاہن کے پاس جانا، کہانت کا علم حاصل کرنا، ریت پر لکیریں کھینچنا اور جَو کے دانوں کا یا کنکریوں کو بکھیر کر قسمت آزمائی کرنا، ان سب کی تعلیم حرام ہے اور ان کے عوض لی جانے والی اجرت بھی صحیح نص سے حرام ہے۔''[2]

---

1. اقامة البراهين على من استغاث بغير الله أو صدق الكهنة والعرافين لابن باز : ص ٣٤، ٣٥۔
2. روضة الطالبين للنووي : ٩/ ٣٤٦۔

شعبدہ بازوں اور دجالوں سے ہوشیار

آج کل شعبدہ بازوں، کاہنوں اور دجالوں کا ہر طرف دور دورہ ہے جیسا کہ ہر دور میں ان کا یہ فتنہ عروج پر رہا ہے۔ شعبدہ باز لوگوں کے عقائد کو خراب کرنے اور انھیں اللہ تعالیٰ کی توحید خالص سے پھیرنے کی انتھک کوشش میں رہتے ہیں جس سے لوگ اللہ تعالیٰ سے ناتا جوڑنے کی بجائے ان سے ناتا جوڑ لیتے ہیں۔

لوگوں کے ایمان پر ڈاکا ڈالنے کے علاوہ ان شعبدہ بازوں اور دجالوں کے اور بھی بہت سے مقاصد ہیں۔

ان جھوٹوں اور جادوگروں میں سے اکثر بلکہ سب کو یہ بات معلوم ہے کہ یہی دجل و فریب کی راہ وہ راہ ہے جس کے ذریعے سے ہم لوگوں کے اموال پر قبضہ کر سکتے ہیں اور فریب خوردہ معصوم لوگوں کی دولت پر ہاتھ صاف کر سکتے ہیں، لہٰذا ان ایمان اور مال کے ڈاکوؤں سے ہوشیار رہنا بہت ضروری ہے اور ہمیں اچھے اور برے عامل کی تمیز، جس کا بیان آگے آرہا ہے، کرنی چاہیے۔

ایک شعبدہ باز سے جب اس کی تحقیق کی گئی اور پوچھا گیا کہ تم نے یہ پیشہ کیوں اور کیسے اختیار کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں ایک ٹیکسی ڈرائیور تھا کہ مجھے پتا چلا کہ شعبدہ بازی ہی وہ آسان راستہ وطریقہ ہے جس سے لوگوں کے مال پر آسانی سے قبضہ کیا جا سکتا ہے۔

مختصر یہ کہ جو بھی اس پیشہ کو اختیار کرتا ہے وہ جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے میں ماہر ہوتا

ہے۔ وہ چند ٹوٹکے آزماتا ہے اور الٹی سیدھی عبارتیں یاد کر لیتا ہے اور ساتھ مبہم سی گفتگو کرتا ہے اور پھر سادہ لوح لوگوں کو اپنے جال میں پھانس لیتا ہے۔

اچھے اور برے عامل کی پہچان کے طریقے:

یہاں ہم ایسی علامات و نشانیاں بیان کر رہے ہیں جن سے جادوگروں، کاہنوں، نجومیوں، شعبدہ بازوں، دجالوں اور ان کے علاوہ جو اس بدبودار جوہڑ میں غرق ہیں انھیں پہچانا جاسکتا ہے تاکہ کوئی مسلمان ان لوگوں کے ہاں قربانی کا بکرا بن کر اپنے دین و ایمان اور مال میں نقصان نہ اٹھائے۔ تو اس جگہ ہم بعض وہ علامات بیان کر رہے ہیں جن کے ذریعے ایک عام قاری بھی آسانی سے ایک اچھے اور برے عامل میں فرق کر سکتا ہے، وہ علامات مندرجہ ذیل ہیں:

① ماں کا نام پوچھنا اور یہی ان کے نزدیک اصل ہے، پھر حقائق کی پردہ پوشی کے لیے کبھی کبھی باپ کا نام بھی پوچھ لیتے ہیں بہرحال وہ دونوں میں سے جس کا نام بھی پوچھیں تو ہمیں ان سے اس کی وجہ پوچھنی چاہیے کہ ان کی اس نام سے کیا غرض ہے۔ اے مسلمان بھائی! جب تو دیکھے کہ وہ اس سلسلے میں سوال کر رہا ہے تو اس سے ایسے بھاگ نکلو جیسے کہ شیر سے بھاگا جاتا ہے۔

② مریض کے آثار میں سے کسی اثر کا طلب کرنا، جیسے رومال، کپڑا، دوپٹا وغیرہ، پس جب تم سے وہ یہ چیزیں طلب کرے تو ایسے ہی بھاگو جیسے پہلے بھاگے تھے۔

③ ایسے کلام کے ساتھ دم کرنا جو غیر معروف ہو اور اس کا معنی سمجھ میں نہ آئے۔ کبھی کبھی یہ شعبدہ باز قرآنی آیات بھی پڑھتے ہیں تاکہ لوگوں سے حقائق کو چھپا سکیں۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ دم کی شروط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ وہ عربی زبان میں ہو یا کسی ایسی زبان میں ہو جو معروف ہو اور اس کا معنی معلوم ہو۔

④ عامل کا ایسے تعویذ دینا جو بعض حروف مقطعات اور مختلف خانوں اور شکلوں پر مشتمل ہوتے ہیں اور کبھی کبھار ان میں قرآن کا بھی کچھ حصہ ہوتا ہے تا کہ مریض وغیرہ کو گمان ہو کہ یہ شعبدہ باز جو کچھ کر رہا ہے وہ عین شرع کے مطابق ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ شعبدہ باز اور جادوگر اپنے شکار کو بند تعویذ دیتے ہیں اور اسے کھولنے سے منع کر دیتے ہیں، جیسا کہ اس طرح کا ایک تعویذ ہمارے پاس بھی ہے، لانے والا شخص کہہ رہا تھا کہ عامل نے اسے کھولنے سے منع فرمایا ہے۔ جس وقت ہم نے اسے کھولا تو شعبدہ باز کا شکار شخص سخت پریشان ہوا گویا کہ وہ ایک بم ہے جو پھٹنے والا ہے۔

⑤ شعبدہ باز اور جادوگر وغیرہ کا خلاف شرع کام کرنے کا حکم دینا، جیسے ایک معینہ مدت تک پانی کو ہاتھ نہ لگانا، غسل نہ کرنا۔ اس سے انسان وضو، نماز اور دوسرے لوگوں سے مصافحہ کرنے سے محروم رہے گا اور مجھے یاد ہے کہ میں ایک شخص سے ملنے گیا تھا، اس کا بھائی بھی وہاں اس کے پاس موجود تھا، میں نے اسے سلام کر کے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا تو اس نے اپنا ہاتھ نہ بڑھایا۔ جب میں نے اس کے بھائی سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے بتایا کہ وہ ان شعبدہ بازوں میں سے کسی کے پاس علاج کے لیے گیا تھا جس نے اسے اس کی تلقین کی ہے۔ کبھی یہ عامل اپنے مریض کو لوگوں سے ایک معینہ مدت تک الگ رہنے کی بھی تلقین کرتے ہیں جسے وہ پردہ و آڑ کا نام دیتے ہیں۔

⑥ کوئی چیز مریض کو دے کر اسے کسی خاص جگہ دفن کرنے کا حکم کرتے ہیں، یا کسی حیوان کو ذبح کرنے اور اسے کسی جگہ دفن کرنے کا کہتے ہیں اور اس جیسے دوسرے غیر شرعی کام کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

آسیب زدہ کو دم کرنے کا طریقہ

عامل یعنی دم کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ سے تعلق مضبوط ہو، گناہ کے کاموں سے بچنے والا ہو، کیونکہ بندے کا اپنے رب سے جس قدر رابطہ گہرا ہوگا اسی قدر اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کا رعب اس کے دشمن کے دل میں ڈال دے گا۔

دم کرنے والے کے لیے یہ مستحسن ہے کہ وہ مضبوط جسم و جاں والا ہو اور ٹھوس قوت ارادہ کا مالک ہو، باکردار ہو اور اگر ہو سکے تو اس کی معاونت کے لیے کوئی نیک شخص اس کے ساتھ ہو۔

دم کی دعائیں:

دم کرنے والے کو سب سے پہلے مریض کے کان میں اذان کہنی چاہیے، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ أَدْبَرَ الشَّيْطَانُ لَهُ ضُرَاطٌ حَتّٰى لَا يَسْمَعَ التَّأْذِيْنَ)) [1]

”جب نماز کے لیے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اذان نہیں سنتا اور اس کی ہوا خارج ہو جاتی ہے۔“

اذان کے بعد عامل مریض کے سر پر ہاتھ رکھے اور مندرجہ ذیل آیات اور مسنون

[1] بخاری، کتاب الأذان، باب فضل التأذين: ٦٠٨۔ مسلم، کتاب الصلوۃ، باب فضل الأذان: ٣٨٩)

دعائیں پڑھنا شروع کر دے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمُ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّيْنَ ﴾

(الفاتحة : ١ ـ ٧)

﴿ الٓمّٓ ○ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ○ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴾ (البقرة : ١ ـ ٥)

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ لَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ (القبرة : ٢٥٥)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا

كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ (البقرة: ٢٨٤-٢٨٦)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ: ﴿ الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ۝ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ اَنْزَلَ التَّوْرٰةَ وَ الْاِنْجِيْلَ ۝ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ اَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۝ هُوَ الَّذِیْ يُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ هُوَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَ مَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَ مَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝ رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَ لَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَاُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ﴾

(آل عمران: ١-١٠)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ: ﴿ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ

الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

(آل عمران : ١٨)

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴾ (آل عمران : ٢٦، ٢٧)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ يُغْشِی الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ○ وَ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّ طَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَ هُوَ الَّذِیْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَیْ رَحْمَتِهٖ حَتّٰٓی اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰی لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴾

(الأعراف : ٥٣-٥٧)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ○ وَّ جَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ

وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ۝ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰٓی اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ۝ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰی هُوَ قُلْ عَسٰٓی اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ (بنی اسرائیل : ٤٥۔٥١)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰی مُوْسٰٓی اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴾ (الاعراف : ١١٧۔١١٩)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓی اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَ يُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ (یونس : ٧٩۔٨٢)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓی اِمَّآ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰی ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَ عِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی ۝ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً مُّوْسٰی ۝ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ۝ وَاَلْقِ مَا فِیْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا

اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَ لَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴾

(طٰه : ٦٥-٦٩)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ○ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ○ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ (المؤمنين : ١١٥-١١٨)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ : ﴿ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ○ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ○ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ○ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ○ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ ○ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ○ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ○ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ○ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ○ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ○ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ○ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ○ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ○ وَقَالُوْا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ○ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ○ اَوَآبَاؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ○ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴾

(الصافات : ١-١٨)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يَسْئَلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ○ فَبِاَيِّ اٰلَاءِ رَبِّكُمَا

تُكَذِّبٰنِ ○ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَا الثَّقَلٰنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾

(الرحمٰن : ٢٨ ـ ٣٤)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴾

(الحشر : ٢١ ـ ٢٤)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ تَبَارَكَ الَّذِیْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ○ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَّهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ ○ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ○ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ﴾

(الملك : ١ ـ ٤)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ○ وَمَا هُوَ اِلَّا

ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ (القلم: ٥١-٥٢)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ وَاَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ﴾ (الجن: ٣)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴾ (الكافرون: ١-٦)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾ (اخلاص: ١-٤)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ (الفلق: ١-٥)

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ : ﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ مَلِكِ النَّاسِ ۝ اِلٰهِ النَّاسِ ۝ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾ (الناس: ١-٦) [1]

« اَللّٰهُمَّ رَبَّ النَّاسِ مُذْهِبَ الْبَاْسِ، اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ، لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا، اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْعِ »

''اے میرے اللہ! اے لوگوں کے رب! اے بیماری کو دور کرنے والے! تو شفا

❶ الشیخ ابن باز رحمہ اللہ نے اضافہ کیا ہے کہ معوذات یعنی آخری تینوں قل تین تین بار پڑھے جائیں۔

دے دے! تو ہی شفا دینے والا ہے۔ نہیں شفا دینے والا مگر تو ہی، ایسی شفا دے جو کوئی بیماری نہ چھوڑے! تو اس تکلیف پر اپنی رحمت سے رحمت اور اپنی شفا سے شفا اتار۔‘‘

((’’ بِسْمِ اللّٰهِ ‘‘ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ الَّذِیْ لَیْسَ مِنْهُ شَیْءٌ مُمْتَنَعٌ، وَبِعِزَّةِ اللّٰهِ الَّتِیْ لَا تُرَامُ وَلَا تُضَامُ، وَبِسُلْطَانِ اللّٰهِ الْمَنِیْعِ نَحْتَجِبُ بِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی کُلِّهَا عَائِذِیْنَ بِاللّٰهِ مِنَ الْاَبَالِسَةِ، وَمِنْ شَرِّ کُلِّ مُسِرٍّ وَمُعْلِنٍ، وَمِنْ شَرِّ مَا یَکْمُنُ بِالنَّهَارِ وَ یَخْرُجُ بِاللَّیْلِ، وَمِنْ شَرِّ مَا یَکْمُنُ بِاللَّیْلِ وَیَخْرُجُ بِالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ، وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّیْلِ وَالنَّهَارِ، وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَابَّةٍ، رَبِّیْ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ))

’’میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں، ہم ایمان لائے اس اللہ کے ساتھ جس کے سامنے کوئی چیز ناممکن نہیں، اللہ کی اس عزت کے ساتھ جس کا قصد نہیں کیا جا سکتا اور نہ مقابلہ کیا جا سکتا ہے اور ہم ایمان لائے اللہ کی اس سلطنت کے ساتھ جو بہت ہی مضبوط ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ کے پردہ میں آتے ہیں، اللہ کی پناہ پکڑتے ہیں ہر ابلیس سے اور ہر شر سے جو پوشیدہ اور ظاہر ہو اور ہر برائی سے جو چھپتی ہے دن کو اور نکلتی ہے رات کو اور ہر برائی سے جو چھپتی ہے رات کو اور نکلتی ہے دن کو اور ہر اس شر سے جو اس نے پھیلایا اور جسے تخلیق کیا۔ اور ہر برائی سے جو اترنے والی ہے رات کو اور دن کو اور ہر جانور کے شر سے، میرا رب اس جانور کی پیشانی پکڑے ہوئے ہے۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔‘‘

((" بِسۡمِ اللّٰهِ " اٰمَنۡتُ بِاللّٰهِ الۡعَظِیۡمِ وَ کَفَرۡتُ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ وَاسۡتَمۡسَکۡتُ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰی لَا انۡفِصَامَ لَهَا، وَاللّٰهُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ، حَسۡبِیَ اللّٰهُ وَ کَفٰی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنۡ دَعَا لَیۡسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مُنۡتَهًی رَضِیۡتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِالۡاِسۡلَامِ دِیۡنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَرَسُوۡلًا))

''شروع اللہ کے نام سے، میں اللہ عظیم کے ساتھ ایمان لایا ہوں، میں شیطان اور بت کا انکار کرتا ہوں اور میں مضبوط کڑا پکڑتا ہوں جس کے لیے ٹوٹنا نہیں اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔ کافی ہے مجھے اللہ، سن لیا اللہ نے اس کو جس نے اس سے دعا کی، اللہ کے سوا کوئی انتہا نہیں، میں راضی ہوا اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کے ساتھ اور اسلام کے دین ہونے کے ساتھ اور محمد ﷺ کے نبی اور رسول ہونے کے ساتھ۔''

((بِسۡمِ اللّٰهِ الَّذِیۡ لَا یَضُرُّ مَعَ اسۡمِهٖ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَهُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ))

''شروع اس اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں دیتی، زمین میں اور آسمان میں، وہ سننے والا جاننے والا ہے۔''

((اَعُوۡذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ))

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے پورے کلمات کے ساتھ، اس چیز سے جو اس نے پیدا کی۔''

((اَعُوۡذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِیۡ لَا یُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّ لَا فَاجِرٌ مِّنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنۡ شَرِّ مَا یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنۡ شَرِّ مَا یَعۡرُجُ فِیۡهَا وَمِنۡ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِی الۡاَرۡضِ وَمِنۡ شَرِّ مَا یَخۡرُجُ مِنۡهَا وَمِنۡ شَرِّ فِتَنِ اللَّیۡلِ

وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِلَّا طَارِقٌ يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ!))

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے ان مکمل کلمات کے ساتھ جن سے آگے نہیں گزر سکتا کوئی نیک اور نہ کوئی بدکار اور میں پناہ مانگتا ہوں اس برائی سے جو اس نے پیدا کی اور اس برائی سے جو اس نے زمین میں پیدا کی اور اس برائی سے جو زمین سے نکلتی ہے اور رات اور دن کے فتنوں کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں اور رات اور دن میں آنے والوں کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں، مگر وہ جو آنے والا ہے بھلائی کے ساتھ، اے رحمٰن!''

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ))

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے پورے کلمات کے ساتھ ہر شیطان سے اور ہر زہریلی چیز سے اور ہر اس نظر سے جو لگ جانے والی ہے۔''

((اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَ شَرِّ عِبَادِهٖ وَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ))

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے پورے کلمات کے ساتھ اس کے غضب سے، اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کی برائی سے اور شیطان کے وسوسوں سے اور یہ کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔''

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَاْثَمَ وَالْمَغْرَمَ اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ))

''اے میرے اللہ! میں تیرے معزز چہرے کی پناہ میں آتا ہوں اور تیرے

پورے کلمات کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کی برائی سے جس کی پیشانی تو پکڑنے والا ہے۔ اے میرے اللہ! تو دور کرتا ہے گناہ اور قرض کو، اے میرے اللہ! آپ کا لشکر شکست خوردہ نہیں ہوتا اور نہیں خلاف ہوتا آپ کا وعدہ، تو پاک ہے اپنی تعریف کے ساتھ۔''

((اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ لَا شَیْءَ اَعْظَمَ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَبِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ لَا اُطِيْقُ شَرَّهٗ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ))

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے عظیم چہرہ کے ساتھ، وہ کہ کوئی چیز بھی اس سے بڑی نہیں اور اس کے ان کلمات کے ساتھ جو پورے پورے ہیں، جن سے آگے نہ تو نیکوکار جا سکتا ہے اور نہ بدکار۔ اور اللہ کے اسمائے حسنٰی کے ساتھ جو مجھے معلوم ہیں یا نہیں اور ہر اس چیز کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں جس کی پیشانی کو وہ پکڑنے والا ہے۔ بے شک میرا رب سیدھی راہ پر ہے۔''

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰی كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا))

''اے میرے اللہ! تو میرا رب ہے، نہیں کوئی معبود مگر تو ہی، تیرے اوپر میرا توکل ہے اور تو عرش عظیم کا رب ہے۔ جو اللہ چاہے گا ہوگا اور جو نہ چاہے گا وہ

نہ ہوگا۔ نہیں طاقت برائی سے پھرنے کی اور نہیں طاقت نیکی کرنے کی مگر اللہ کی دی گئی توفیق کے ساتھ۔ میں جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اپنے علم کے لحاظ سے اور اس نے شمار کیا ہے ہر چیز کی تعداد کو۔‘‘

((تَحَصَّنْتُ بِالْإِلٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ اِلَیْهِ كُلُّ شَیْءٍ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّ كُلِّ شَیْءٍ وَّتَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَاسْتَدْفَعْتُ الشَّرَّ بِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ، حَسْبِیَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ، حَسْبِیَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِ، حَسْبِیَ الرَّازِقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِ، حَسْبِیَ اللّٰهُ هُوَ حَسْبِیْ، اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ، حَسْبِیَ اللّٰهُ وَكَفٰی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا، وَلَیْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مَرْمٰی، وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ))

’’میں اس الٰہ کی پناہ میں آتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہر چیز اس کی طرف جھکتی ہے۔ میں پناہ میں آتا ہوں اپنے رب اور ہر چیز کے رب کی اور میں اس زندہ رہنے والے پر، جسے موت نہیں آئے گی، توکل کرتا ہوں اور میں شر دور کرتا ہوں ’’لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ‘‘ (نہیں برائی سے پھرنے کی طاقت اور نہیں نیکی کرنے کی طاقت مگر اللہ کے ساتھ) کے ذریعے سے۔ مجھے اللہ کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے۔ بندوں سے مجھے میرا رب ہی کافی ہے۔ مخلوق سے مجھے میرا خالق ہی کافی ہے۔ مجھے رازق کافی ہے رزق دیے گئے لوگوں سے، مجھے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے وہ جس کے دست قدرت میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اسے پناہ نہیں دی جاتی۔ کافی ہے مجھے اللہ میرا

رب، سن لیا جس نے اسے پکارا، اللہ کے سوا میرا کوئی مطمح نظر نہیں اور اے اللہ! ہمارے سردار محمد ﷺ پر رحمت اور سلامتی نازل فرمائے!''

② قدرتی دوائیں:

قرآن مجید اور حدیث شریف کا مطالعہ کرنے سے پتا چلتا ہے کہ جادو اور آسیب زدگی کے لیے کچھ قدرتی علاج اور ادویات بھی پائی جاتی ہیں جو نہایت مفید اور مؤثر ہیں، اگر انسان ان ادویات کو پورے وثوق اور مکمل توجہ کے ساتھ یہ اعتقاد رکھتے ہوئے استعمال کرے کہ شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے تو ان شاء اللہ وہ شفایاب ہو جائے گا۔

علاوہ ازیں جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ کچھ معجون اور دیگر دوائیں بھی پائی جاتی ہیں جو انسانی تجزیہ اور تجربہ کی روشنی میں تیار کی جاتی ہیں جن سے بعض لوگوں کو فائدہ بھی ہوا ہے، ایسی دواؤں کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک کہ ان میں کوئی حرام چیز نہ ہو۔

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین فرماتے ہیں کہ دوا حصول شفا کا ایک سبب ہے اور سبب کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے اس لیے بغیر مشیت ربانی کے کوئی شے از خود کسی چیز کا سبب بننے سے قاصر ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب دو طرح کے ہیں:۔

① شرعی اسباب

② حسی اسباب

① شرعی اسباب:

مثلاً قرآن کریم اور مسنون دعائیں۔ رسول اکرم ﷺ نے سورۂ فاتحہ کے بارے میں ایک قبیلے کے سردار کو دم کرنے والے صحابی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورۂ فاتحہ دم ہے؟'' اور خود رسول اللہ ﷺ دعا کے ذریعے دم فرمایا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی دعاؤں سے جسے چاہتا شفایاب کر دیتا تھا۔

② حسی اسباب:

جیسے کہ مادی ادویات جو شریعت مطہرہ سے معلوم ہوئی ہیں مثلاً شہد وغیرہ، یا تجربہ کی روشنی میں معلوم کی گئی ہوں جیسے موجودہ دور کی ادویات۔ اس دوسری نوع کی ادویات کے لیے ضروری ہے کہ ان کی تاثیر براہ راست محسوس کی جائے اور اس کا انحصار وہم وگمان پر نہ ہو اور جب اس کی تاثیر معلوم ہو جائے تو انھیں دوا کی شکل دے دی جائے، ان شاء اللہ مفید ہوگا۔

واضح ہو کہ اگر کسی دوا کا تجربہ کسی ایسے شخص پر ہوا ہے جو فی الواقع مریض نہیں ہے، بس وہم وگمان اور شک کا مریض ہے، جسے اس دوا سے نفسیاتی سکون مل گیا ہے یا اس کا مرض کم ہوگیا یا اس کا وہم ہی ختم ہوگیا اور وہ صحیح ہوگیا، تو اس کی تاثیر پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو دوا تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ تاکہ انسان خواب وخیال ہی میں گم نہ ہو جائے۔ اسی لیے شفا کا اعتقاد رکھتے ہوئے غیر شرعی تعویذ گنڈے اور چھلا وغیرہ کے استعمال سے منع کیا گیا، کیونکہ یہ نہ تو شرعی سبب ہے اور نہ حسی۔ اس لیے جب تک کسی چیز کا شرعی یا حسی سبب ثابت نہ ہو جائے اس کو سبب ماننا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ سے جنگ وجدل کرنے کے مترادف ہے اور اسباب کی خود ساختہ ایجاد شرک ہے۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے اپنی تصنیف ''کتاب التوحید'' میں باب باندھا ہے ''باب من الشرك لبس الحلق والخيط ونحوهما لدفع البلاء ورفعه'' یعنی تعویذ گنڈا اور چھلا کو شفا کا سبب جان کر پہننا شرک ہے۔[1]

کچھ مفید دوائیں درج ذیل ہیں جن کے استعمال سے باذن اللہ تعالیٰ شفا کا حصول ممکن ہے:۔

① شہد

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن العثمین: ۱/ ٦٦ ۔ ٦٩ ۔

② کلونجی

③ زیتون کا تیل

④ آب زم زم اور بارش کا پانی

⑤ غسل کرنا، صفائی رکھنا اور خوشبو استعمال کرنا

① شہد:

شہید ہر قسم کی بیماری کے لیے تریاق کا حکم رکھتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاءٌ لِلنَّاسِ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴾ (النحل ٦٨، ٦٩)

''اور تمھارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور (اونچی اونچی) چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں، گھر بناؤ اور ہر قسم کے میوے کھاؤ اور اپنے پروردگار کے صاف رستوں پر چلتی جاؤ۔ ان کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اس میں لوگوں (کے کئی امراض) کی شفا ہے۔ بے شک سوچنے والوں کے لیے اس میں نشانی ہے۔''

اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلشِّفَاءُ فِىْ ثَلَاثٍ شَرْبَةِ عَسَلٍ وَشَرْطَةِ مِحْجَمٍ وَ كَيَّةِ نَارٍ وَاَنْهٰى اُمَّتِىْ عَنِ الْكَيِّ)) [1]

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب باب الشفاء فی ثلاث : ٥٦٨٠۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی : ٣٧٣٤۔

''تین چیزوں میں شفا ہے شہید کا گھونٹ پینا، سینگی لگوانا اور آگ سے داغنا، لیکن میں اپنی امت کو آگ سے داغنے سے منع کرتا ہوں۔''

بذریعہ شہد مرگی کے علاج کا طریقہ:

صبح نہار منہ ایک کپ شہد پیا جائے اور شام کو ایک کپ گرم پانی میں شہد ملا کر اس پر سورۂ جن پڑھ کر دم کر کے پی لیا جائے، بعد ازاں مریض سو جائے۔ یہ عمل ایک ہفتہ تک جاری رکھا جائے، ان شاء اللہ مکمل شفا نصیب ہوگی۔ [1]

② کلونجی تمام امراض کے لیے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ فَإِنَّ فِيهَا شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامُ، وَهُوَ الْمَوْتُ)) [2]

''سیاہ دانہ یعنی کلونجی ضرور استعمال کرو، کیوں کہ اس میں موت کے علاوہ تمام بیماریوں کی شفا موجود ہے۔''

③ زیتون کا تیل:

زیتون کا درخت ایک مبارک درخت ہے اور اس کے پھل میں برکت ہے۔ زیتون کا ذکر قرآن کریم میں مختلف مقامات پر کیا گیا ہے:

﴿ وَالتِّينِ وَالزَّيْتُونِ ○ وَطُورِ سِينِينَ ﴾ (التين : ١-٢)

---

❶ معجزات الشفاء محمد عزت : ص ٣٢۔

❷ صحيح بخاری، كتاب الطب، باب حبّة السوداء : ٥٦٨٧۔ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب التداوی بالحبّة السوداء : ٢٢١٥۔ مسند احمد : ١٣٨/٦۔

''انجیر کی قسم! زیتون کی قسم! طور سینا کی قسم!''

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَاَنۢبَتۡنَا فِیۡهَا حَبًّا ۝ وَّ عِنَبًا وَّ قَضۡبًا ۝ وَّ زَیۡتُوۡنًا وَّ نَخۡلًا ۝ وَّ حَدَآئِقَ غُلۡبًا ۝ وَّ فَاکِهَةً وَّ اَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّکُمۡ وَ لِاَنۡعَامِکُمۡ ﴾ (عبس: ۲۷ ـ ۳۲)

''پھر ہم نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاری۔ اور زیتون اور کھجوریں۔ اور گھنے گھنے باغ۔ اور میوے اور چارا۔ (یہ سب کچھ) ہم نے تمھارے اور تمھارے چارپایوں کے لیے بنایا۔''

تیسرا فرمان اقدس ہے:

﴿ وَ شَجَرَةً تَخۡرُجُ مِنۡ طُوۡرِ سَیۡنَآءَ تَنۡۢبُتُ بِالدُّهۡنِ وَ صِبۡغٍ لِّلۡاٰکِلِیۡنَ ﴾ (المؤمنون: ۲۰)

''اور وہ درخت بھی (ہم ہی نے پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے (یعنی زیتوں کا درخت کہ) کھانے کے لیے روغن اور سالن لیے ہوئے پیدا ہوتا ہے۔''

چوتھے مقام پر فرمایا:

﴿ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّکُمۡ مِّنۡهُ شَرَابٌ وَّ مِنۡهُ شَجَرٌ فِیۡهِ تُسِیۡمُوۡنَ ۝ یُنۡۢبِتُ لَکُمۡ بِهِ الزَّرۡعَ وَ الزَّیۡتُوۡنَ وَ النَّخِیۡلَ وَ الۡاَعۡنَابَ وَ مِنۡ کُلِّ الثَّمَرٰتِ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴾ (النحل: ۱۰،۱۱)

''وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، جسے تم پیتے ہو اور اس سے درخت بھی (شاداب ہوتے ہیں) جنھیں تم اپنے چارپایوں کو چراتے ہو۔ اسی پانی سے وہ تمھارے لیے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور (اور بے شمار درخت) اگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل پیدا کرتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لیے اس

میں (اللہ تعالیٰ کی قدر کی بڑی) نشانی ہے۔"

امام ابن کثیر رحمہ اللہ "والزیتون" کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"کعب الاحبار، قتادہ اور ابن زید رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ زیتون بیت المقدس کا درخت ہے۔" ①

اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ سب سے عمدہ و افضل روغن زیتون کا ہے جو مبارک سرزمین یعنی بیت المقدس کا درخت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ سُبْحَانَ الَّذِىْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِىْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ ﴾ (الاسراء:۱)

"وہ ذات پاک ہے جو ایک رات اپنے بندے کو مسجد الحرام (خانہ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک، جس کے گرداگرد ہم نے برکتیں رکھیں ہیں، لے گیا۔"

تجربہ اور ریسرچ سے بھی یہ ثابت ہوگیا ہے کہ سب سے افضل تیل زیتون کا ہے۔

زیتون احادیث کی روشنی میں:

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوا بِهٖ فَاِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ)) ②

"زیتون کا تیل کھاؤ اور اس سے مالش بھی کرو، اس لیے کہ یہ ایک مبارک درخت سے ہے۔"

---

❶ تفسیر ابن کثیر: ٥٢٦/٤)

❷ ترمذی، کتاب الأطعمة، باب ما جاء فی أکل الزیت: ١٨٥١۔ ابن ماجه: ٣٣٢٠۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ٤٤٩٨۔ الأحادیث الصحیحة: ٣٧٩۔

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِئْتَدِمُوْا بِالزَّيْتِ وَادَّهِنُوْا بِهِ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ)) ①

''زیتون کے تیل کا سالن بناؤ اور اس سے مالش کرو، کیونکہ وہ بابرکت درخت سے ہے۔''

ابن السنی اور ابونعیم دونوں ابن الجوزی سے سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((عَلَيْكُمْ بِزَيْتِ الزَّيْتُوْنِ فَكُلُوْهُ وَادَّهِنُوْا بِهِ فَإِنَّهُ يَنْفَعُ مِنَ الْبَوَاسِيْرِ)) ②

''روغن زیتون کو لازم پکڑو، اسے کھاؤ اور اس سے مالش کرو اور وہ بواسیر کے لیے مفید ہے۔''

اور ایک روایت میں ہے:

((مَنِ ادَّهَنَ بِالزَّيْتِ لَمْ يَقْرَبْهُ الشَّيْطَانُ)) ③

''جو روغن (زیتون) سے مالش کرتا ہے شیطان اس کے قریب نہیں پھٹکتا۔''

روغن زیتون کے فوائد:

روغن زیتون گرم و تر ہے، اس کی یہ دونوں خاصیتیں اسے معتدل رکھتی ہیں۔ زہر

---

❶ ابن ماجه، كتاب الأطعمة، باب الزيت: ٣٣١٩۔ صحيح الجامع الصغير للالباني: ١٨۔

❷ المنهل الروى فى الطب النبوى ابن طولون: ص ٢٢٤۔ يه حديث ضعيف هے، ضعيف الجامع الصغير للالبانى: ٣٧٨٤۔

❸ المنهل الروى فى الطب النبوى ابن طولون: ص ٢٢٤۔يه حديث سخت ضعيف هے۔ ضعيف الجامع الصغير: ٣٧٨٨۔

کے لیے تریاق اور مسہل ہوتا ہے، پیٹ کے کیڑوں کو نکالتا اور بڑھاپے کو جلد آنے سے روکتا ہے۔ مسوڑھوں کو مضبوط بناتا ہے۔ اس کا استعمال بالوں اور دیگر اعضا کو قوت بخشتا ہے۔ سوائے روغن زیتون کے دیگر تمام روغن معدہ کو کمزور کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ ذات الجنب یعنی پھیپھڑوں کے مریض کے لیے روغن زیتون اور ورس (زرد بوٹی) تجویز فرمایا کرتے تھے۔ [1]

④ آب زمزم اور بارش کا پانی:

آب زم زم کو روئے زمین کے ہر قسم کے پانی پر فوقیت اور برتری حاصل ہے، یہ سب سے افضل، اشرف اور بہتر ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جناب ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جو کعبہ اور اس کی چار دیواری میں تیس دن تک مقیم رہے اور آب زم زم کے سوا ان کے پاس کوئی دوسرا توشہ نہ تھا: ''آب زم زم کھانوں میں سے ایک کھانا ہے۔'' [2]

امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَيْرُ مَاءٍ عَلَى الْأَرْضِ مَاءُ زَمْزَمَ فِيهِ طَعَامُ الطُّعْمِ وَشِفَاءُ السُّقْمِ وَشَرُّ مَاءٍ عَلَى الْأَرْضِ مَاءُ بَوَادِيْ بَرْهُوتٍ بِقِيَّةِ بِحَضَرَ مُوتَ كَرِجْلِ الْجَرَادِ مِنَ الْهَوَامِ تُصْبِحُ تَتَدَفَّقُ وَتُمْسِيْ لَا بَلَالَ فِيهَا)) [3]

---

❶ الأطعمة القرآنية غذاء ودواء، محمد کمال عبد العزيز : ٢٢٥/٧۔ ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی دواء ذات الجنب : ٢٠٧٨، ٢٠٧٩۔ ابن ماجه : ٣٤٦٧۔ یہ حدیث ضعیف ھے۔ ضعیف ترمذی : ٢٠٧٨، ٢٠٧٩۔

❷ صحیح مسلم، باب من فضائل أبی ذر رضی الله عنه : ٢٤٧٣۔

❸ صحیح الجامع الصغیر للالبانی : ٣٣٢٢ ۔ طبرانی کبیر : ٩٨/١١ ۔ الصحیحة : ١٠٥٦۔

''روئے زمین پر سب سے عمدہ پانی آب زمزم ہے، اس میں غذائیت اور شفا ہے اور سب سے بدتر پانی حضر موت کے برہوت جنگلوں کا ہے۔ ٹڈی کے پیروں کی مانند کیڑے مکوڑے اس پر صبح شام اچھلتے کودتے ہیں اور اس پانی میں شفا وسیرابی اور تری نہیں ہے۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''میں اور میرے علاوہ دیگر لوگوں نے آب زم زم کو بطور شفا آزمایا ہے اور مجھے باذن اللہ آب زم زم کے ذریعے متعدد امراض سے نجات مل گئی ہے۔''

رہا آب باراں یعنی بارش کا پانی تو اس کے بارے اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبَارَكًا ﴾ (ق : ۹)

''اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا۔''

⑤ غسل، صفائی اور خوشبو کا استعمال:

ان کا شمار سنن نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((اِنَّ لِلّٰهِ حَقًّا عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ يَّغْتَسِلَ فِيْ كُلِّ سَبْعَةِ اَيَّامٍ وَاِنْ كَانَ لَهٗ طِيبًا اَنْ يَّمَسَّ مِنْهُ)) [1]

''ہر مسلمان پر اللہ تعالیٰ کا ایک حق یہ ہے کہ وہ ہر سات دن میں غسل کرے اور اگر خوشبو میسر ہو تو اسے بھی لگائے۔''

خوشبو:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

❶ ابن حبان (موارد) : ۵۵۷۔

((حُبِّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمُ النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَیْنِیْ فِی الصَّلَاةِ)) ①

''دنیا کی چیزوں میں عورت اور خوشبو مجھے عزیز ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔''

اور صحیح حدیث ہے:

((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَرُدُّ الطِّیْبَ)) ②

''آپ ﷺ خوشبو واپس نہیں فرماتے تھے۔''

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عُرِضَ عَلَیْهِ رَیْحَانٌ فَلَا یَرُدَّهٗ فَاِنَّهٗ خَفِیْفُ الْمَحْمَلِ طَیِّبُ الرِّیْحِ)) ③

''جس شخص کو تحفہ میں پھول پیش کیا جائے وہ اسے واپس نہ کرے، کیونکہ وہ اٹھانے میں ہلکا اور عمدہ خوشبو ہے۔''

جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ عُرِضَ عَلَیْهِ طِیْبٌ فَلَا یَرُدَّهٗ فَاِنَّهٗ خَفِیْفُ الْمَحْمَلِ طَیِّبُ الرَّائِحَةِ)) ④

''جس شخص کو عطر پیش کیا جائے اسے چاہیے کہ وہ اسے رد نہ کرے کیونکہ یہ اٹھانے میں ہلکی ہوتی اور اس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے۔''

---

❶ مسند احمد: ۳/ ۱۲۸۔ نسائی، کتاب عشرة النساء، باب حب النساء: ۳۳۹۱۔ صحیح الجامع الصغیر: ۳۱۲۴۔

❷ صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب من لم یرد الطیب: ۵۹۲۹۔

❸ صحیح مسلم، کتاب الألفاظ من الأدب، باب استعمال المسك ...... الخ: ۲۲۵۳۔

❹ نسائی، کتاب الزینة، باب الطیب: ۵۲۶۱۔ ابوداوٗد: ۴۱۷۲۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ۶۳۹۳۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب طبِ نبوی میں خوشبو اور حفظان صحت سے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت وہدایت کی ایک فصل قائم کی ہے، جس میں درج ہے کہ عمدہ خوشبو روح کو غذا مہیا کرتی ہے اور روح طاقت وقوت کی سواری ہے اور خوشبو سے قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ خوشبو قلب و ذہن اور اعضائے باطنہ کو قوت بخشتی ہے اور قلب و جگر اور روح کو فرحت و انبساط مہیا کرتی ہے اور روح کے لیے نہایت مفید و نفع بخش ہے بلکہ ان دونوں میں بڑی مناسبت ہوتی ہے اور خوشبو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو دنیاوی محبوب چیزوں میں سے ایک ہے۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ مزید بیان کرتے ہیں: ''خوشبو کی ایک خاصیت یہ ہے کہ فرشتے اسے پسند کرتے ہیں اور شیاطین اس سے نفرت کرتے ہیں، انھیں بدبودار مکروہ چیزیں محبوب ہوتی ہیں، اس لیے کہ اچھی روحیں اچھی چیزوں اور عمدہ خوشبوؤں کو پسند کرتی ہیں جبکہ چند بدبخت اور خبیث روحیں خبیث اور مکروہ چیزوں سے لگاؤ رکھتی ہیں۔ ہر روح اس چیز کی طرف مائل ہوتی ہے جو اس کے مناسب اور شایان شان ہوتی ہے۔ خبیث عورتیں خبیث مردوں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہیں، پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہیں۔ اگرچہ یہ بیان مردوں اور عورتوں کے بارے میں ہے لیکن قول وفعل، کردار وگفتار، خورد ونوش، زیب و زینت اور لباس اور خوشبو میں بھی لفظ کی عمومیت یا خصوصیت معنی کے اعتبار سے یہی قاعدہ اور اصول نافذ ہوگا۔''[1]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے خوشبو استعمال فرماتے، مکروہ اور بدبودار چیزیں آپ پر بہت شاق اور ناگوار گزرتی تھیں۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں: ''جس طرح خورد ونوش، تواضع وسنجیدگی، فرحت وانبساط، احباب واقارب کے ساتھ خوش باش اور پسندیدہ امور کے باعث قوت میں اضافہ

---

[1] الطب النبوی لابن قیم، تحقیق عبد المعطی: ص ٤٣٧۔

ہوتا ہے، اسی طرح خوشبو سے بھی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اور یہ روح کو تقویت اور فرحت بخشتی ہے۔ خوشبو صحت کی حفاظت کرتی ہے اور اپنی قدرتی اور فطری قوت کے سبب بہت سارے امراض و آلام کا خاتمہ کر دیتی ہے۔''[1]

امام شافعی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ چار چیزیں بدن کو قوت پہنچاتی ہیں:۔

① گوشت کھانا

② خوشبو سونگھنا

③ بغیر ہمبستری کے بکثرت غسل کرنا

④ سوتی کپڑا استعمال کرنا۔

عمدہ اور نفع مند خوشبوئیں:

عطر میں سب سے عمدہ اور نفع بخش خوشبو عود ہے جسے ''الوّہ'' کہتے ہیں۔ سیدنا نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا اسْتَجْمَرَ اسْتَجْمَرَ بِالْاُلُوَّةِ غَيْرَ مُطَرَّاةٍ وَبِكَافُورٍ يَطْرَحُهُ مَعَ الْاُلُوَّةِ ، ثُمَّ قَالَ هٰكَذَا كَانَ يَسْتَجْمِرُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ))[2]

''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما خالص عود (اگر بتی) جلاتے تھے، اس میں کوئی اور چیز نہیں ملاتے تھے البتہ کچھ کافور ملا لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح عود کی خوشبو جلاتے تھے۔''

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل جنت کی نعمتوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

---

❶ الطب النبوی لابن قیم، تحقیق عبد المعطی: ص ۵۰۹۔

❷ صحیح مسلم، کتاب الألفاظ من الأدب، باب استعمال المسك ...... الخ: ۲۲۵۴۔

((مَجَامِرُهُمُ الْأُلُوَّةُ)) ①

''ان کی خوشبوئیں الوہ (اگر بتی) کی ہیں۔''

مجامر مجمر کی جمع ہے، یہ اس چیز کو کہتے ہیں جو خوشبو کے لیے استعمال کی جائے۔ اس کی بہت ساری انواع و اقسام ہیں، سب سے عمدہ ''عود ہندی'' ہے پھر ''چینی'' پھر ''قماری'' اور اس کے بعد ''مندلی'' کا شمار ہوتا ہے۔ ان میں بھی سب سے عمدہ عود وہ ہے جو سیاہ، نیلگوں، ٹھوس اور چکنا ہو۔ عود جتنا ہلکا اور پانی میں تیرتا ہوگا وہ عمدگی کے اعتبار سے اتنا ہی کمتر ہوگا۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ مجمر ایک درخت ہوتا ہے جسے کاٹ کر ایک سال تک زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے، زمین بے فائدہ چیزوں کو کھا کر خالص عود کو باقی چھوڑ دیتی ہے، اس پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا ہے۔ ایسا کرنے سے اس کا چھلکا اور بے خوشبو حصہ متعفن ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔

یہ جسم کے مسام اور گیس کو رفع کرتا ہے۔ جسم سے زائد رطوبت کو نکالتا، قلب و جگر اور دیگر اعضا کو تقویت و فرحت بخشتا ہے۔ ذہن و دماغ اور حواس کے لیے بے حد مفید ہے۔ پیٹ کو سمارٹ بناتا ہے اور سلسل البول کے مرض کو جو مثانہ کی برودت کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے، ختم کرتا ہے۔

ابن سمجون کا بیان ہے: ''عود کی بہت ساری انواع و اقسام ہیں جن کا جامع نام الوہ ہے نیز عود کا استعمال داخلی و خارجی دونوں طریقوں پر ہوتا ہے۔ اسے تنہا اور کسی دوسری چیز کے ساتھ ملا کر دونوں طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ اسے کافور کے ساتھ ملا کر ڈھانپ کر بھاپ لینا طبی نقطۂ نظر سے بہت اچھا ہے۔ عود کافور سے اور کافور عود سے مل کر دونوں ایک

---

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی صفة الجنّة وأنها مخلوقة : ٣٢٤٥۔ صحیح مسلم، کتاب الجنة : ٢٨٣٤۔

دوسرے کی اصلاح کر دیتے ہیں۔ یہ ان چھ ضروری اشیاء میں سے ہے جن کی اصلاح سے بدن کی اصلاح رہتی ہے۔"[1]

ان تمام باتوں کو جاننے کے بعد ضروری ہے کہ ہم اس کے استعمال کے فرق کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لیں یعنی عود کا استعمال جو خوشبو کے لیے کیا جاتا ہے اس میں اور شعبدہ بازوں کی دھونی میں فرق ہے جو گھاس پھوس اور مختلف جڑی بوٹیوں وغیرہ کی آگ کے ساتھ دھونی سلگاتے ہیں۔ اس سلسلے میں مملکت سعودی عرب کی فتاویٰ کی اعلیٰ کمیٹی سے ایک سوال کیا گیا جو درج ذیل ہے۔

سوال کیا نظر بد سے بچنے کے لیے آگ اور مختلف قسم کی گھاس پھوس اور پتوں کی دھونی سلگانا جائز ہے؟

جواب نظر بد اور جادو ٹونے کا علاج مذکورہ طریقے سے جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ نظر بد کے عام علاج اور اسباب میں سے نہیں ہے بلکہ عموماً اس دھونی کا مقصد شیاطین کو خوش کرنا اور ان سے حصول شفا کے لیے مدد مانگنا ہوتا ہے۔ اس کا علاج شرعی دم ہے جو قرآن مجید کی تلاوت کے ساتھ کیا جاتا ہے، جس کا کتاب وسنت سے ثبوت ملتا ہے۔[2]

قرآن اور شہد کو ملا کر علاج کرنا:

قرآن اور شہد کو ملا کر علاج کرنے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالشِّفَاءَيْنِ الْعَسَلُ وَالْقُرْآنُ))[3]

"دو شفا کی چیزوں کو لازم پکڑو، ایک شہد اور دوسرا قرآن۔"

---

1. الطب النبوی لابن قیم تحقیق عبدالمعطی: ص ۵۱۷۔
2. مجموع الفتاویٰ اللجنة الدائمة، رقم: ۴۳۹۳۔
3. ابن ماجه، کتاب الطب، باب العسل: ۳۴۵۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف ابن ماجه: ۶۹۳۔ ضعیف جامع الصغیر للالبانی: ۴، ۳۰۔

ابن طولون نے کہا ہے: ''آپ ﷺ نے اپنے اس فرمان'' دو شفا کی چیزوں یعنی قرآن اور شہد کو لازم پکڑو'' میں طب الٰہی، طب انسانی، روحانی و طبعی تاثیر، علاج اجسام و ارواح اور اسباب ارضی و سماوی کو جمع کر دیا ہے: ''نبی ﷺ کا یہ فرمانا کہ ''شفا والی چیزوں کو لازم پکڑو'' اس میں ایک لطیف اشارہ ہے کہ صرف قرآن کریم کے دم پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے اور کوشش ترک نہیں کرنی چاہیے بلکہ جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرنا چاہیے اور حصول رزق کی کوشش میں لگے رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے استعانت و توفیق طلب کرنی چاہیے۔''[1]

---

[1] المنهل الروى فى الطب النبوى لابن طولون: ص ۲۵۰۔

چند ضروری باتیں

گزشتہ سطور میں ہم قرآن کریم اور دیگر قدرتی اشیاء کے ذریعے حصول شفا کے متعلق بیان کر چکے ہیں، ساتھ ہی اس بات کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہ قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ اس کے بعد قرآن کریم اور شہد کو جمع کر کے شفا حاصل کرنے کے متعلق بھی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اب آگے چند ایسے امور کا تذکرہ کیا جا رہا ہے جو نہایت ہی اہم ہیں، ان کو مؤثر اور کامیاب علاج کے لیے مد نظر رکھنا بہت ہی ضروری ہے، ان میں سے پانچ زیادہ اہم درج ذیل ہیں:۔

① نماز کا اہتمام کرنا۔

② اللہ تعالیٰ کے سامنے دعا اور گریہ وزاری کرنا۔

③ صبر کرنا۔

④ مریض کی عیادت کرنا، اسے تسلی دینا، اس کی شفا کے لیے دعا کرنا۔

⑤ صدقات وخیرات کرنا اور لوگوں کے ساتھ احسان اور حسن سلوک سے پیش آنا۔

① نماز کی پابندی کرنا:

بعض لوگ جب کسی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو نماز سے سستی وغفلت برتنے لگتے ہیں اور بیماری کی وجہ سے اپنے آپ کو معذور سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے، اس لیے کہ نماز پر ہمیشگی اور اس کی حفاظت کرنا فرض ہے بلکہ مریض کو زیادہ توجہ اور انہماک سے نماز پڑھنی

چاہیے بلکہ مرض و مصیبت کو دور کرنے اور حصول شفا میں نماز کی تاثیر کا بڑا عمل دخل ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ ﴾
(البقرة : ٤٥)

''(رنج و تکلیف میں) صبر اور نماز سے مدد لیا کرو، بے شک یہ بہت ہی بڑا کام ہے مگر ڈرنے والوں کے لیے نہیں (ان کے لیے آسان ہے)۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ﴾ (طٰهٰ: ١٣٢)

''اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کرو اور اس پر قائم رہو۔''

حدیث شریف میں مذکور ہے:

((كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَهُ أَمْرٌ فَزَعَ إِلَى الصَّلٰوةِ)) [1]

''جب نبی ﷺ کو کوئی تشویش ناک معاملہ درپیش ہوتا تو آپ ﷺ نماز کا سہارا لیتے تھے۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نماز رزق لانے والی، صحت کی حفاظت کرنے والی، تکلیف کو دور کرنے، امراض کو بھگانے، دل کو تقویت پہنچانے، چہرہ تر و تازہ اور روشن کرنے، نفس کو فرحت بخشنے، سستی و کاہلی کو دور کرنے، اعضا و جوارح کو مضبوط و چست کرنے، طاقت و ہمت پیدا کرنے، شرح صدر کرنے، روح کو غذا فراہم

---

[1] مسند احمد : ٥/٣٨٨۔ ابو داوٗد ، کتاب التطوع، باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل: ١٢١٩۔ صحیح الجامع الصغیر : ٤٧٠٣۔

کرنے، قلب و جگر کو روشن کرنے، رحمت و نعمت کی حفاظت کرنے، زحمت و عذاب کو دور کرنے، برکت لانے، شیطان سے دور کرنے اور رحمٰن سے قریب کرنے والی ہے۔ نماز ہی میں دنیا و آخرت کے آلام و مصائب کو دور کرنے کی ایک عجیب تاثیر ہے بشرطیکہ وہ مکمل توجہ اور انہماک اور اپنے تمام تر حقوق کے ساتھ ادا کی جائے۔ بلکہ دنیا و آخرت کے مصائب و مشکلات کو دور کرنے اور منافع و مصالح کو لانے میں نماز کی مثل کوئی شے نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ بندہ اپنے رب سے جتنا تعلق و قربت رکھتا ہے اسی قدر اس پر خیرات و برکات کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اسی قدر اس پر برائیوں کے دروازے اور اسباب بند کردیے جاتے ہیں اور اس پر رحمت الٰہی کے دروازے کھل جاتے ہیں، پھر صحت وعافیت، غنی وغنیمت، راحت و اطمینان اور فرحت ومسرت یہ چیز حاضر خدمت ہو جاتی ہے۔''[1]

② اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا:

اللہ تعالیٰ کا فرمان اقدس ہے:

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ﴾ (البقرة:١٨٦)

''اور (اے پیغمبر!) جب تم سے میرے بندے میرے بارے دریافت کریں تو کہہ دو کہ میں تو (تمھارے) پاس ہوں۔''

مصائب کو دور کرنے اور مشکلات کو رفع کرنے میں دعا کا بڑا اثر ہوتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہی شافی اور نجات دہندہ ہے، جیسا کہ فرمان گرامی ہے:

---

[1] الطب النبوی لابن قیم تحقیق عبد المعطی : ص ٥٠٣۔

﴿ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ﴾ (الشعراء: ۹۰)

''اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہ مجھے شفا بخشتا ہے۔''

لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم صدق ویقین کے ساتھ دعا کریں۔

چند مفید دعائیں:

صحیحین میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مصیبت کے وقت فرمایا کرتے تھے:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الْحَلِيْمُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ)) ①

''نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ جو بڑا اور بردبار ہے۔نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ جو عرش عظیم کا رب ہے،نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ جو ساتوں آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور عرش کریم کا رب ہے۔''

جامع الترمذی میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی معاملہ پریشان کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے:

((يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ)) ②

''اے زندہ وقائم رہنے والے! ہم تیری رحمت ومدد کے طلب گار ہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بھی آپ کو کوئی پریشان کن معاملہ درپیش ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے اور '' سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ'' پڑھتے تھے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء عند الکرب: ٦٣٤٦۔ ملسم: ٢٧٣٠۔ مسند احمد: ١/٢٥٤۔ ابن ماجه: ٣٨٨٣۔

❷ ترمذی، کتاب الدعوات، باب: ٣٥٢٤۔ صحیح الجامع الصغیر: ٤٧٧٧۔

اور جب اصرار مطلوب ہوتا تھا تو "یَا حَيُّ یَا قَيُّومُ" پڑھا کرتے تھے۔ ①

مسند امام احمد میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کسی بندے پر غم واندوہ اور حزن وملال کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں اور وہ یہ دعا پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے حزن وملال کو دور کر کے اسے فرحت ومسرت بخش دیتا ہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّی عَبْدُكَ وَ ابْنُ عَبْدِكَ وَ ابْنُ اَمَتِكَ نَاصِیَتِی بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُكَ، عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُكَ اَسْئَلُكَ بِکُلِّ اسْمٍ ھُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِی کِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوِ اسْتَاْثَرْتَ بِهٖ فِی عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِی وَ نُوْرَ صَدْرِی وَجَلاَءَ حُزْنِی وَ ذَھَابَ ھَمِّی)) ②

"اے اللہ! میں تیرا بندہ ہوں، تیرے بندے اور تیری بندی کا بیٹا ہوں۔ میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، مجھ میں تیرا ہی حکم چلتا ہے اور میرے متعلق تیرا ہر فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہے۔ میں تجھ سے تیرے ان اسمائے حسنیٰ کے ذریعے سوال کرتا ہوں جن سے تو نے اپنے آپ کو مسمیٰ کر رکھا ہے یا اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا اپنی مخلوقات میں سے کسی کو سکھایا ہے یا اپنے علم غیب میں خاص کر رکھا ہے کہ قرآن عظیم کو میرے دل کی بہار، سینے کا نور اور حزن وملال کا مداوا بنا دے۔"

جامع ترمذی میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"یونس ذوالنون علیہ السلام کی وہ دعا جس سے انھوں نے اپنے رب کو اس وقت پکارا تھا

---

① ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء ما یقول عند الکرب : ۳۴۳۶۔ یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ ضعیف ترمذی : ۳۴۳۶۔

② مسند احمد : ۳۹۴/۱ ۔ مستدرک حاکم : ۵۰۹/۱ ۔

جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے، اس کے ذریعے جو مسلمان کوئی دعا مانگے اور جس وقت مانگے گا تو وہ قبول ہوگی:

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ)) ①

"نہیں ہے کوئی معبود مگر (اے اللہ!) تو ہی، تو پاک ہے اور یقیناً میں ہی ظالم ہوں۔"

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: "تم میں سے جس کسی کو یا اس کے بھائی کو کسی قسم کی شکایت و پریشانی کا سامنا ہو، وہ یہ دعا پڑھے تو شفا یاب ہوگا:

((رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ وَاَمْرُكَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْاَرْضِ اغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَ خَطَایَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ عَلٰی هٰذَا الْوَجَعِ)) ②

"اے ہمارے رب! تو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس و متبرک ہے۔ زمین و آسمان میں تیرا ہی حکم نافذ ہے، جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے زمین پر بھی نازل فرما دے۔ ہماری خطاؤں اور گناہوں کو معاف فرما دے، تو نیکوکاروں کا رب ہے (اس بیماری اور پریشانی کو دور کرنے کے لیے) اپنی رحمت اور شفا نازل فرما۔"

---

① ترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی دعوة ذی النون: ۳۵۰۵۔ مسند احمد: ۱/۱۷۰۔

② ابو داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی: ۳۸۹۲۔ مستدرك حاکم: ۱/۳۴۴۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف ابو داؤد: ۳۸۹۲۔

③ صبر کرنا:

اللہ تعالیٰ نے دنیاوی زندگی تخلیق فرما کر اسے غم و اندوہ، حزن و ملال، مصائب و آلام اور پریشانیوں سے بھر دیا ہے۔ ایک دن کی خوشی کے عوض کتنے دنوں کی غمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

هَبِ الدُّنْيَا تَوَافِيْنَا سَنِيْنًا　　فَتُكَدِّرُ سَاعَةً وَتَلَذُّ حِيْنًا

''چھوڑ دو اس دنیا کو جو ایک عرصہ تک ساتھ رہنے کے باوجود ایک گھنٹہ کی مکدر زندگی کے عوض چند لمحہ کا سرور ولذت دیتی ہے۔''

جب دنیا کی یہ حالت ہے تو گویا اس سے مقابلہ آرائی کی ضرورت ہے لیکن سوائے مومن صادق کے کہ جس کا دل ایمان سے معمور ہو، کوئی دوسرا اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا کیونکہ اس کے لیے ایمان اور مصائب و آلام پر صبر اور قضا و قدر پر رضا کی ضرورت ہے اور اس سے مقابلہ کے لیے یہی سب سے عمدہ ہتھیار ہے۔ گویا کہ ایمان و اسلام میں صبر کی وہی اہمیت وحیثیت ہے جو جسم میں سر کی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ﴾ (البقرة: ١٥٥، ١٥٦)

''اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمھاری آزمائش کریں گے، تم صبر کرنے والوں کو (اللہ کی خوشنودی کی) خوشخبری سنا دو، ان لوگوں پر جب کوئی مصیبت واقع ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ ہی کا مال ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ ﴾ (النحل:١٢٦)

''اور اگر (تم) صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے لیے بہت اچھا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

''جب تم میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے اور وہ یہ دعا پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی فریاد سن لیتے ہیں:

((اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ! اُجُرْنِیْ فِیْ مُصِيْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَيْرًا مِّنْهَا)) [1]

''ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ اے اللہ! تو مجھے میری اس پریشانی کے بدلے اجر و ثواب سے نواز دے اور اس کے عوض اس سے بہتر شے عطا فرما دے۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ دعا مصیبت زدہ شخص کے علاج معالجہ کے لیے نہایت ہی اہم ہے اور جلد یا بدیر ہر دو صورتوں میں مفید و مؤثر بھی ہے کیونکہ یہ دعا دو عظیم امور پر مشتمل ہے اگر ان دونوں کو بندہ سمجھ لے تو مصیبت سے نجات پا جائے۔ ایک یہ کہ بندہ اس کے اہل و عیال اور اس کی دولت و ثروت سب حقیقی معنوں میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ دوسرا یہ کہ بندے کا مرجع و ماوی اور ٹھکانا اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، اسے لازمی طور پر اس دنیا سے رشتہ توڑ کر، اسے چھوڑ کر تن تنہا اپنے رب کے پاس جانا ہے۔ پس جب بندہ اپنی ابتدا و انتہا کی حقیقت کو سمجھ لے گا تو حاصل شے پر خوش ہوگا اور مفقود پر رنجیدہ نہیں ہوگا۔ اس لیے ہر ایک کو چاہیے کہ اپنی

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند المصیبت : ٩١٨۔

ابتدا اور انتہا پر غور کرے، یہی اس دنیا کے مصائب و امراض کا علاج ہے۔''①

صبر کا طریقہ:

① انسان کو چاہیے کہ وہ اس بات پر یقین رکھے کہ جن مصائب سے وہ دو چار ہوا ہے اسے قضا و قدر کے مطابق ان کا سامنا کرنا ہی تھا اور جن مشکلات سے محفوظ رہا ہے ان سے اسے محفوظ ہی رہنا تھا، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ لِكَيْ لَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَا آتَاكُمْ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ﴾

(الحدید: ۲۲، ۲۳)

''کوئی بھی مصیبت زمین پر اور خود تم پر نہیں آتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں، وہ ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے تاکہ جو (چیز) تم سے فوت ہوگی ہے اس کا غم نہ کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر گھمنڈ نہ کرو اور اللہ کسی اترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔''

② اپنی مصیبت و پریشانی پر غور کرے تو اسے پتا چلے گا کہ اس کے رب نے اسی جیسی یا اس سے بہتر دوسری نعمتیں اس کے لیے باقی رکھی ہیں اور اگر وہ صبر و رضا کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑے گا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاں اس کے لیے اس آنے والی مصیبت کے عوض بہت زیادہ ثواب ذخیرہ کر رکھا ہے جو اس مصیبت سے کہیں زیادہ ہے۔ یہاں اس عورت کا قصہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جسے عہد نبوی میں مرگی کی شکایت تھی۔ آپ ﷺ نے اسے اختیار دے دیا کہ وہ چاہے تو آپ اس کے لیے

---

① الطب النبوی لابن قیم تحقیق عبدالمعطی ص: ۳۳۸۔

شفا کی دعا فرما دیں اور وہ شفا پا جائے یا صبر کرلے اور اس کے عوض جنت حاصل کرلے، تو وہ عورت صبر پر راضی ہوگئی۔ [1]

③ انسان کو چاہیے کہ اپنی مصیبت کی تپش کو دیگر اہل مصائب کی ہمدردی اور غم خواری سے ٹھنڈا کرلے اور یہ جان لے کہ یہاں کوئی بھی شخص آسودہ حال و خوش نہیں ہے، اگر انسان اپنے دائیں بائیں نظر دوڑائے تو اسے سوائے حسرت و ندامت، مصائب و آلام کے کچھ نظر نہیں آئے گا اور اگر پوری دنیا کی چھان بین کرے تو ہر شخص مصیبت زدہ و پریشان ملے گا۔ کوئی محبوب کی جدائی کے قلق میں ہے تو کوئی کسی مصیبت و مرض میں مبتلا ہے۔ غرضیکہ دنیا کی فرحت و مسرت کی حقیقت ایک خواب اور ڈھلتی چھاؤں سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر اس دنیا نے کسی کو ہنسایا ہے تو رلایا بھی بہت ہے اور ایک دن کی خوشی کے بدلے طویل عرصہ کی رنجیدگی بھی دکھائی ہے یعنی اگر غور کیا جائے تو یہاں غم واندوہ، مصائب اور مشکلات کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"لِكُلِّ فَرْحَةٍ تَرْحَةٌ وَمَا مَلِئَ بَيْتٌ فَرْحًا اِلَّا مَلِئَ تَرْحًا"

"ہر خوشی کے لیے غمی ہے اور کوئی ایسا گھر نہیں جہاں خوشی کے بعد غمی نہ آئی ہو۔"

ایک بادشاہ نعمان جس کی حکومت چھین لی گی تھی، اس کی بیٹی ہند سے کسی نے اس کے گزرے ہوئے حالات کے بارے میں سوال کیا تو اس نے جواب دیا:

"صبح کے وقت ہماری یہ حالت تھی کہ عرب کا ہر باشندہ ہمارے در پر امیدیں وابستہ کیے ہوئے تھا لیکن شام کے وقت ہمارا یہ حال تھا کہ عرب کا کوئی بھی باشندہ ایسا نہ تھا جو ہمارے حال پر ترس نہ کھا رہا ہو۔"

---

[1] مسلم، كتاب البر والصلة، باب ثواب المؤمن ...... الخ: ٢٥٧٦۔ بخاری: ٥٦٥٢۔

کسی شاعر نے شاید کوئی ایسا ہی منظر دیکھ کر کہا ہو۔

فَبَيْنَا نَسُوسُ النَّاسَ وَالْأَمْرُ أَمْرُنَا   إِذَا نَحْنُ فِيهِمْ سُوقَةٌ نَتَنَصَّفُ

''ایک وقت وہ تھا جب ہم لوگوں کی قیادت کرتے تھے اور ہمارا حکم چلتا تھا اور ایک وقت یہ ہے کہ اب ہم گھٹیا اور خادم شمار کیے جاتے ہیں۔''

فَأُفٍّ لِدُنْيَا لَا يَدُومُ نَعِيمُهَا   تَقَلَّبُ تَارَاتٍ بِنَا وَتَصَرَّفُ

''تف ہے اس دنیا پر جس کی نعمتیں پائیدار نہیں ہیں، اس کا الٹ پھیر اور گردش دوراں ہمارے ساتھ جاری رہتا ہے۔''

④ انسان اس بات پر یقین رکھے کہ جزع فزع کرنے اور حزن وملال کے اظہار سے مصیبت اور دکھ سے نجات نہیں ملتی بلکہ اس میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے سچے مومن کے شایان شان یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم وتقدیر پر راضی وخوش رہے اور دنیاوی امور میں اپنے سے کمتر اور اپنے سے بڑی مصیبت میں مبتلا شخص کو دیکھے جس سے اس کے قلب وجگر کو سکون وراحت ملے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی تقسیم وقضا پر قانع وصابر ہو جائے گا۔

④ مریض کی عیادت اور اس کے لیے دعا:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَى الْمَرِيضِ فَنَفِّسُوا لَهُ فِي الْأَجَلِ فَإِنَّ ذٰلِكَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَهُوَ يَطِيبُ بِنَفْسِ الْمَرِيضِ)) [1]

---

❶ ترمذی، کتاب الطب، باب تطیب نفس المریض : ۲۰۸۷۔ ابن ماجه، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی عیادة المریض : ۲٦۸۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف ترمذی : ۲۰۸۷۔ ضعیف ابن ماجه : ۱٤۳۸۔

''جب تم کسی مریض کی عیادت کرو تو موت کے سلسلے میں اپنی باتوں سے اسے تسلی اور اطمینان پہنچاؤ۔ اس سے کوئی چیز لوٹ تو نہیں سکتی، کچھ ہونے والا تو نہیں ہے تاہم مریض کی روح کو سکون ملتا ہے۔''

امام ابن القیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''مریض کی شفا اور اس کے مرض کی کمی میں تسلی و تشفی اور سرور انبساط کا بڑا عمل دخل ہے، اس سے اعضا و ارواح کو تقویت ملتی ہے اور یہ طبیعت کو امراض و آلام کے دفع کرنے میں مدد دیتے ہیں اور یہ مشاہدہ سے بھی ثابت ہے کہ مریض کے اعصاب اور اعضا کو ان اشخاص و احباب کی زیارت و عیادت اور گفت و شنید سے تقویت ملتی ہے جو ان کے نزدیک محبوب اور محترم ہوتے ہیں۔''[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مریض سے اس کی تکلیف اور دکھ کے بارے میں پوچھتے تھے اور شفا کے لیے دعا کرتے ہوئے اس مرض سے متعلق مفید چیز کی تلقین فرماتے تھے اور کہتے تھے:

((لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تعالٰی))[2]

''کوئی حرج نہیں، اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو یہ بیماری باعث طہارت و مغفرت ہوگی۔''

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَ عُوْدُوا الْمَرِيْضَ وَ فُكُّوا الْعَانِيَ))[3]

''بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، مریضوں کی عیادت کرو اور قیدیوں کو رہائی دلاؤ۔''

---

1. زاد المعاد: ٤/١١٦۔
2. صحیح بخاری، کتاب المرض، باب عیادة الأعراب: ٥٦٥٦۔
3. صحیح بخاری، کتاب الأطعمة، باب قول الله تعالی ...... الخ: ٥٣٧٣۔

⑤ صدقہ وخیرات:

مصائب و مشکلات کے دفع کرنے میں صدقات وخیرات اور احسان کی تاثیر کے متعلق بحث گزر چکی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((دَاوَوا مَرضَاكُم بِالصَّدَقَةِ))[1]

''صدقہ وخیرات کے ذریعے اپنے مریضوں کا علاج کیا کرو۔''

[1] صحیح الجامع الصغیر: ۳۳۵۳۔

باب چہارم

جادو کا بیان

جادو کی لغوی و اصطلاحی تعریف:

عربی زبان میں جادو کو سحر کہتے ہیں جس کا معنی ہے وہ شے جس کا سبب پوشیدہ اور لطیف ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿ سَحَرُوٓا أَعْيُنَ النَّاسِ ﴾ (الاعراف: ١١٦)

''انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظر بندی کر دی)۔''

اور جادو سے متعلق نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا)) ①

''بعض بیانات میں جادو کا سا اثر ہوتا ہے۔''

اہل عرب کے ہاں سحر کا اطلاق مکر و فریب، دھوکا دہی اور چالبازی پر بھی ہوتا ہے، اس لیے کہ اس کا سبب بھی پوشیدہ و دقیق ہوتا ہے، جس پر لبید شاعر کا قول شاہد ہے:

فَإِنْ تَسْأَلِينَا فِيمَ نَحْنُ فَإِنَّنَا
عَصَافِيرُ فِي هٰذَا الْأَنَامِ الْمُسَحَّرِ

❶ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب أن من البیان سحرا: ٥٧٦٧۔

❷ لسان العرب: ١٠٦/٢۔

''اگر تم ہمارے بارے میں دریافت کر رہی ہو کہ ہم کس حال میں ہیں تو ہماری مثال ان دھوکے باز لوگوں میں پرندوں کی سی ہے۔''

جادو ایک فن ہے، اس لیے کہ وہ اس شخص سے جو اسے بطور پیشہ اختیار کرنا چاہتا ہے مہارت و تجربے کا تقاضا کرتا ہے اور جادو ایک باطل علم بھی ہے، اس لیے اس کے اصول و مناہج اور ٹھوس قواعد وضوابط ہیں۔

جادو کے قواعد وضوابط پیچیدہ، خفیہ اور رازدارانہ ہوتے ہیں، اس لیے ان لوگوں کی تعداد جو اپنے آپ کو جادوگر سمجھتے ہیں بہت زیادہ ہے اور درحقیقت یہی لوگ وہ دجال ہیں جو مکر وفریب اور لوٹ کھسوٹ کی کوشش کرتے ہیں۔ ①

اصطلاحی طور پر جادو سے مراد ایسے تعویذ گنڈے اور گرہیں وغیرہ ہیں جو جسم میں اثر انداز ہوتے ہیں اور جس سے آدمی بیمار اور ہلاک و برباد ہوجاتا ہے یہاں تک کہ میاں بیوی کے مابین تفرقہ پیدا ہوجاتا ہے اور وہ ایک دوسرے سے بے پروا ہوجاتے ہیں جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ (البقرة : ١٠٢)

''پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِي الْعُقَدِ ﴾ (الفلق : ٤)

''اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے۔''

---

① الانسان والسحر لسعيد اسماعيل : ص ٢٨۔

یہاں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر جادو کی کوئی حقیقت و ماہیت نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس سے پناہ مانگنے کا حکم نہ دیتا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آیت میں "النفّٰثٰت" سے مراد اذیت دینے والی بدروحیں ہیں۔

جادو کے واقع ہونے کا ثبوت:

جادو کا واقع ہونا کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

① کتاب الٰہی سے دلائل:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَ مَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (البقرة:۱۰۲)

"اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان کے عہدِ سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور جو کچھ اتارا گیا شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اور وہ دونوں کسی کو اس وقت تک کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں، تم کفر میں نہ پڑو۔ غرض لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ

کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور وہ (جادو کی) کچھ ایسی چیزیں سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتی اور کچھ فائدہ نہ دیتی اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بری تھی، کاش وہ اس بات کو جانتے۔''

سورۂ اعراف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَلَمَّا اَلْقَوْا سَحَرُوْا اَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَاءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴾ (الأعراف : ١١٦)

''جب انھوں نے (جادو کی چیزیں) ڈالیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا (یعنی نظر بندی کر دی) اور (لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا کر) انھیں ڈرایا اور وہ بہت بڑا جادو لائے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿ وَقَالُوْا مَهْمَا تَأْتِنَا بِهٖ مِنْ آيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الأعراف : ١٣٢)

''اور کہنے لگے کہ تم ہمارے پاس خواہ کوئی بھی نشانی لاؤ تا کہ اس سے ہم پر جادو کرو، مگر ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔''

سورۂ مومنون میں ہے:

﴿ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴾ (المؤمنون :٨٩)

''فوراً کہہ دیں گے کہ (ایسی بادشاہی تو) اللہ ہی کی ہے تو کہو کہ پھر تم پر کہاں سے جادو کیا جاتا ہے؟''

سورۂ مائدہ میں ہے:

﴿ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ (المائدة : ۱۱۰)

''تو جو ان میں سے کافر تھے کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔''

سورۂ انعام میں ہے:

﴿ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ (الانعام : ۷)

''پس یہ اسے اپنے ہاتھوں سے بھی ٹٹول لیتے تو جو کافر ہیں وہ یہی کہہ دیتے کہ یہ تو صاف جادو ہے۔''

سورۂ سبا میں ہے:

﴿ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ﴾ (سبا : ۴۳)

''اور کافروں کے پاس جب حق آیا تو اس کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ تو صریح جادو ہے۔''

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا:

﴿ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴾ (طٰهٰ : ۵۷)

''کہنے لگا اے موسیٰ! تم ہمارے پاس اس لیے آئے ہو کہ اپنے جادو (کے زور) سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دو۔''

سورۂ طٰہٰ میں ہے:

﴿ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴾ (طه : ۶۶)

”تو اچانک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں موسیٰ علیہ السلام کے خیال میں ایسی آنے لگیں کہ وہ (میدان) میں ادھر ادھر دوڑ رہی ہیں۔“

سورۂ یونس میں ہے:

﴿ أَ سِحْرٌ هٰذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُوْنَ ﴾ (یونس : ۷۷)

”کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پائیں گے۔“

اور ایک دوسری جگہ فرمایا:

﴿ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُوْسٰى اَلْقُوْا مَا اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴾ (یونس : ۸۰)

”جب جادوگر آئے تو موسیٰ (علیہ السلام) نے ان سے کہا کہ جو تم کو ڈالنا ہو ڈالو۔“

ان کے علاوہ قرآن پاک میں اور بھی کئی آیات ہیں جن سے جادو کا وجود ثابت ہوتا ہے۔

② سنت نبوی ﷺ سے دلائل:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

((سُحِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى يُخَيَّلَ اِلَيْهِ اَنَّهُ يَفْعَلُ الشَّيْءَ وَمَا يَفْعَلُهُ حَتّٰى كَانَ ذَاتَ يَوْمٍ دَعَا وَ دَعَا ثُمَّ قَالَ اَشَعَرْتِ اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَفْتَانِيْ فِيْمَا فِيْهِ شِفَائِيْ اَتَانِيْ رَجُلَانِ فَقَعَدَ اَحَدُهُمَا عِنْدَ رَأْسِيْ وَالْآخَرُ عِنْدَ رِجْلِيْ فَقَالَ اَحَدُهُمَا لِلْآخَرِ مَا وَجَعُ الرَّجُلِ ؟ قَالَ مَطْبُوْبٌ قَالَ وَمَنْ طَبَّهُ ؟ قَالَ: لَبِيْدُ بْنُ الْاَعْصَمِ قَالَ : فِيْمَاذَا ؟ قَالَ فِيْ مُشْطٍ وَمُشَاقَةٍ وَجُفِّ طَلْعَةٍ ذَكَرٍ قَالَ فَاَيْنَ هُوَ؟ قَالَ فِيْ بِئْرِ ذَرْوَانَ فَخَرَجَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَجَعَ فَقَالَ لِعَائِشَةَ حِيْنَ

رَجَعَ: نَخْلُهَا كَأَنَّهُ رُؤُوسُ الشَّيَاطِيْنِ فَقُلْتُ اسْتَخْرَجْتَهُ؟ فَقَالَ : لَا ، أَمَّا أَنَا فَقَدْ شَفَانِيَ اللّٰهُ وَخَشِيْتُ أَنْ يُّثِيْرَ ذٰلِكَ عَلَى النَّاسِ شَرًّا ثُمَّ دُفِنَتِ الْبِئْرُ)) [1]

''نبی ﷺ پر جادو کر دیا گیا اور جادو کا اثر اس حد تک ہو گیا کہ آپ ﷺ کو خیال آتا تھا کہ آپ ﷺ نے فلاں کام کر لیا ہے حالانکہ وہ کام آپ ﷺ نے نہیں کیا ہوتا تھا یہاں تک کہ آپ نے ایک دن اللہ تعالیٰ سے بہت دعا کی، اس کے بعد مجھے فرمایا: ''کیا تجھے معلوم ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے باخبر کر دیا ہے کہ کس چیز میں میری شفا یابی ہے؟ اس طرح سے کہ دو آدمی میرے پاس آئے، ان میں سے ایک میرے سرہانے اور دوسرا میری پائنتی کی طرف بیٹھ گیا پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے پوچھا: ''اس شخص کو کیا بیماری ہے؟'' دوسرے نے جواب دیا: ''سحر زدہ ہے (یعنی اسے جادو کیا ہوا ہے)۔'' پہلے نے پوچھا: ''جادو کس نے کیا ہے؟'' دوسرے نے کہا: ''لبید بن اعصم نے کیا ہے۔'' پھر اس نے پوچھا: ''جادو کس طرح کیا گیا؟'' اس نے جواب دیا: ''کنگھی کے دندانوں اور آپ کے بالوں کے ساتھ کھجور کے خوشہ میں کیا گیا ہے۔'' اس نے دریافت کیا: ''یہ کہاں ہے؟'' اس نے جواب دیا: ''ذروان کے کنویں کے اندر پڑا ہوا ہے۔'' بعد ازاں نبی ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے اور جب واپس آئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''اس (جگہ) کی کھجوریں شیطانوں کے سر کی طرح ہیں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: ''کیا آپ نے اسے کنویں سے نکال دیا ہے؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں،

---

[1] صحیح بخاری، کتاب الطب، بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده : ۳۲۶۸۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب السحر : ۲۱۸۹۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا دے دی اور میں نے اس ڈر سے اسے نہیں نکالا کہ وہ لوگوں کے لیے باعث فتنہ نہ ہو جائے۔'' پھر اس کنویں کو بند کر دیا گیا ہے۔''

③ اجماع سے ثبوت:

قرافی کہتے ہیں:

''جادو کے وقوع و تاثیر کے سلسلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جانتے اور اس کی حقیقت سے واقف تھے بلکہ قدریہ کے ظہور سے پہلے جادو کے وقوع پر صحابہ کا اجماع تھا۔''①

کیا جادو کی کوئی حقیقت ہے؟

جادو حق ہے اور یہ ایک حقیقی تاثیر رکھتا ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول شاہد ہے:

﴿ وَجَاءُو بِسِحْرٍ عَظِيمٍ ﴾ (الأعراف: ١١٦)

''اور وہ بہت بڑا جادو لائے۔''

تمام مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ سورۃ الفلق کے نزول کا سبب لبید بن اعصم کا نبی ﷺ پر جادو کرنا ہے، نیز رسول اکرم ﷺ کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا یاب کر دیا ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ پر جادو کا اثر تھا کیونکہ لفظ شفا کا استعمال برموقع و محل اسی وقت ہوسکتا ہے جب انسان کسی بیماری سے نجات پائے۔ اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ جادو حق ہے اور اس کی ایک حقیقت اور تاثیر ہے۔ اس لیے جادوگر کے ہاتھوں خرق عادت واقعات کے وجود وظہور سے انکار نہیں کیا جا سکتا، جو عام انسان کے بس کی بات نہیں ہوا کرتی، جیسے کسی کو بیمار کر دینا، تفرقہ پیدا کرنا، عقل ضائع کر دینا، کسی عضو کو ٹیڑھا کر دینا اور

---

① الفروق للقرافي: ٤/ ١٥٠۔

ہلاک کر دینا۔ قرافی کا بیان ہے:

''جادو ایک حقیقت ہے جس کی وجہ سے سحر زدہ شخص مرسکتا ہے، اس کی عادات واطوار میں تبدیلی آسکتی ہے اگرچہ فوری اس کا اثر ظاہر نہ بھی ہو، امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ بھی اسی بات کے قائل ہیں۔''①

امام نووی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

''صحیح بات یہی ہے کہ جمہور کا قطعی فیصلہ اور عام علماء کی رائے بھی یہی ہے اور کتاب وسنت سے بھی یہی ثابت ہے۔''②

جادو سیکھنے کا حکم:

جادو سیکھنا کفر ہے، اس لیے کہ یہ شیاطین سے استعانت ومدد اور ان کی عبودیت کے بغیر پورا نہیں ہوسکتا۔ مزید برآں اس میں حرام اور کفر وشرک کے کاموں کا ہونا ضروری ہے، کیونکہ یہ اس کے لازمی اجزا ہیں جنھیں جادوگر دانستہ اور نادانستہ طور پر کرتا رہتا ہے۔ اس لیے کسی مومن کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ جادو سیکھے۔ جادوگر کے کافر ہونے کے بہت سارے دلائل ہیں جن میں سے چند ایک کو یہاں بیان کیا جارہا ہے:۔

① ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ﴾

(البقرۃ:۲:۱۰۲)

''وہ دونوں اس وقت تک کسی کو بھی (جادو) نہیں سکھاتے تھے جب تک وہ (اسے) یہ نہ کہہ دیتے کہ بلاشبہ ہم آزمائش ہیں تو (جادو سیکھ کر) کفر نہ کر۔''

---

❶ الفروق للقرافی: ص ۸۹۔

❷ روضة الطالبین للنووی: ۳٤٦/۹۔

یہ آیت صراحت کے ساتھ جادو سیکھنے والے کے کافر ہو جانے پر دلالت کرتی ہے۔

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِجْتَنِبُوا الْمُوْبِقَاتَ : الشِّرْكُ بِاللّٰهِ وَ السِّحْرُ)) ①

''ہلاک کر دینے والی چیزوں سے بچو اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو ہے۔''

③ جادو کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ نقصانات ہیں اگرچہ بعض حضرات کا گمان ہے کہ اس میں فوائد بھی ہیں اور شریعت اسلام نے ہر اس چیز کو حرام قرار دیا ہے جس میں صرف نقصانات ہوں یا اس کے نقصانات اس کے فوائد سے زیادہ ہوں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ آیت کریمہ ﴿ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ ﴾ کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

''اس آیت سے یہی استدلال کیا گیا ہے کہ جادو کا سیکھنا کفر ہے اور اس کو سیکھنے والا کافر ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جادو کا عمل حرام ہے اور اس کے کبیرہ ہونے پر علماء کا اجماع ہے نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جادو کو سات ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا ہے۔'' ②

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ کا بیان ہے:

''جادو سیکھنا وسکھانا حرام ہے اور اس میں میرے علم کے مطابق اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔'' ③

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

---

❶ صحيح بخارى، كتاب الطب، باب الشرك والسحر من الموبقات : ٥٧٦٤۔ صحيح مسلم، كتاب الايمان، باب بيان الكبائر و أكبرها : ٨٩ ۔

❷ فتح البارى : ١٠/٢٢٤۔

❸ المغنى لابن قدامة : ٨/١٥١۔

”تیسرا کبیرہ گناہ جادو ہے، اس لیے کہ جادوگر کفر کے ارتکاب سے بچ نہیں سکتا۔“①

جادوگر کی سزا:

جادوگر کا حکم یہ ہے کہ اس کی گردن اڑا دی جائے جیسا کہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((حَدُّ السَّاحِرِ ضَرْبَةٌ بِّالسَّيْفِ))②

”جادوگر کی سزا یہ ہے کہ (اس کی گردن) تلوار سے اڑا دی جائے۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے دو ماہ پہلے اپنے گورنروں کو ایک حکم نامہ جاری کرتے ہوئے فرمایا:

((اُقْتُلُوْا كُلَّ سَاحِرٍ وَّ سَاحِرَةٍ))③

”تمام جادوگروں اور جادوگرنیوں کا سر قلم کر دیا جائے۔“

امام مالک نے مؤطا میں روایت کی ہے:

((اَنَّ حَفْصَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِيْنَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَتْ بِقَتْلِ جَارِيَةٍ لَّهَا سَحَرَتْهَا فَقُتِلَتْ))④

”ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنی اس لونڈی کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا

---

❶ الکبائر للذھبی: ١٤۔

❷ جامع ترمذی، کتاب الحدود، باب ما جاء فی حد الساحر: ١٤٦٠۔ مستدرك حاکم: ٣٦٠/٤۔ بیھقی: ١٣٦/٨۔ یہ حدیث ضعیف ھے، ضعیف ترمذی: ١٤٦٠۔

❸ مسند احمد: ١٩٠/١، ١٩١۔ ابوداود، کتاب الخراج، باب فی أخذ الجزية من المجوس: ٣٠٤٣۔

❹ مؤطا امام مالك، کتاب العقول، باب ما جاء فی الغيلة والسحر: ١٣۔ بیھقی: ١٣٦/٨۔

جس نے ان پر جادو کر دیا تھا اور وہ قتل کر دی گئی۔''

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وہ جادوگر جو سیخ، تنکا یا جھاڑو پر سوار ہو کر ہوا میں اڑتا ہے یا اس جیسا کوئی دوسرا عمل کرتا ہے تو وہ اس کے سبب کافر ہو جائے گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔''①

جادوگر کی توبہ کا حکم:

اہل علم کا اس مسئلہ میں اختلاف مشہور ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ جادوگر سے توبہ کرنے کے لیے نہیں کہا جائے گا بلکہ اس کا سر تن سے جدا کر دیا جائے گا۔

امام مالک رحمہ اللہ کی بھی یہی رائے ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان جادوگروں سے توبہ طلب نہیں کی تھی جن کے بارے انھوں نے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا۔

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ اس سے توبہ کرنے کو کہا جائے گا، اگر اس نے توبہ کر لی تو اسے چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ اس کا گناہ شرک سے بڑھ کر نہیں ہے، تو جب مشرک سے توبہ کے لیے کہا جائے گا اور اس کی توبہ قبول کی جائے گی، تو پھر یہی حکم جادوگر کے لیے بھی ہونا چاہیے۔ یہ اختلاف توبہ کے وقت سزا کے ختم کر دینے سے متعلق ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے درمیان کوئی حائل نہیں ہے، اگر اس نے سچے دل سے توبہ کی تو ان شاء اللہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔

① المقنع لابن قدامة: ۳/۵۲۳۔

جادو سے بچاؤ کے طریقے

اسلامی شریعت میں وہ تمام وسائل و ذرائع موجود ہیں جو خیر و برکت کو قریب اور شر و فساد کو دور کرنے والے ہیں، انہی وسائل و ذرائع میں وہ ادعیہ واذکار بھی ہیں جو کتاب و سنت میں وارد ہیں، جن کی تفصیل شر سے بچاؤ کے طریقے میں بیان کی جاچکی ہے، اس لیے یہاں صرف جادو سے بچاؤ کے طریقے ہی بیان کیے جا رہے ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

اذکار اور تعوذات:

شر و فساد سے بچاؤ کے طریقے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا:

''جب دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے معمور ہو اور زبان پر تعوذات اور ادعیہ واذکار کا ورد جاری ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف انابت و توجہ ہو اور دل زبان کا ہم نوا بھی ہو یعنی دل زبان کی کہی ہوئی بات کی طرف متوجہ بھی ہو تو یہ جادو سے بچاؤ کا سب سے عمدہ طریقہ ہے اور اگر جادو ہو جائے تو اس کا سب سے بہتر علاج ہے۔ جادو کے متعلق یہ بات مشہور ہے کہ وہ ان پر زیادہ اثر کرتا ہے جن کے دل (ایمان کے لحاظ سے) کمزور اور جلدی متاثر ہونے والے ہوتے ہیں اور نفسانی خواہشات سے مغلوب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ دین میں کمزور، توکل سے خالی، توحید سے عاری اور مسنون وظائف نہیں کرتے ان پر جادو زیادہ ہوتا ہے۔'' [1]

---

[1] الطب النبوی لابن قیم: ۲۷۰۔

عجوہ کھجور:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَةٍ لَمْ تَضُرُّهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ سِمٌّ وَلَا سِحْرٌ، وَ فِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ مَنْ اَكَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِمَّا بَيْنَ لَابَتَيْهَا حِيْنَ يُصْبِحُ لَمْ يَضُرُّهُ سِمٌّ حَتّٰى يُمْسِيَ))[1]

''جس شخص نے صبح سات عجوہ کھجوریں کھالیں اس دن اس پر زہر اور جادو کا اثر نہیں ہوسکتا۔'' اور مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص سات کھجوریں، جو مدینہ کے دونوں پہاڑوں کے درمیان ہیں، صبح کے وقت کھالے تو شام تک اس کو کوئی زہر نقصان نہیں پہنچا سکتا۔''

ابن طولون طب نبوی کے موضوع پر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''عجوہ مدینہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور ہے جو صیحانی سے بڑی اور سیاہی مائل ہے، اس کھجور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود لگایا تھا اور شاید یہ اتنے سارے فوائد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لگانے کی برکت کی وجہ سے ہیں، جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر دو شاخیں رکھی تھیں، جنھیں عذاب دیا جا رہا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''شاید یہ ان شاخوں کے خشک ہونے تک عذاب سے بچ جائیں۔'' تو یہ عذاب کا رک جانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کی وجہ سے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قبروں پر دو شاخیں رکھی تھیں۔''[2]

امام خطابی رحمہ اللہ نے کہا ہے:

---

1. صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الدواء بالعجوۃ للسحر: ٥٧٦٩۔ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب فضل تمر المدينة: ٢٠٤٧۔
2. المنهل الروی فی الطب النبوی لابن طولون: ص ١٩٠۔

''عجوہ کی وجہ سے زہر اور جادو کا اثر نہ کرنا یہ مدینہ کی کھجور کے لیے نبی ﷺ کی دعا کی برکت کی وجہ سے ہے، کھجور کی خاصیت نہیں ہے۔''①

امام نووی رحمہ اللہ کا بیان ہے:

''عجوہ کی تخصیص اور سات عدد کی تخصیص کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، بس اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ نماز کی تعداد رکعات اور زکوٰۃ کا نصاب۔''②

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اولیٰ و مناسب یہی ہے کہ یہ خصوصیات مدینہ کی عجوہ کھجور ہی کے ساتھ خاص مانی جائیں۔ لیکن ایک سوال ہے کہ آیا اس کی یہ خصوصیت زمانہ نبوی کے ساتھ خاص تھی یا اب بھی ہے؟ بہر حال ان دونوں کا احتمال ہے اور یہ احتمال تجربہ سے دور کیا جا سکتا ہے، اگر کوئی شخص اس کا تجربہ کرے اور اسے زہر اور جادو اثر نہ کرے تو یہ بات طے ہو جائے گئی کہ اس کی یہ خصوصیت ہمیشہ کے لیے ہے ورنہ اسی زمانہ کے ساتھ خاص سمجھی جائے گی۔''③

صحیح بات یہی ہے کہ یہ قیامت تک کے لیے ایک مستقل علاج ہے، اس لیے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی حدیث مطلق ہے، اس میں زمانے کی قید نہیں ہے اور یہ صرف عجوہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ مدینہ کی تمام کھجوروں میں یہ صلاحیت اور خاصیت موجود ہے کیونکہ آپ ﷺ نے مدینہ کے دو پہاڑوں کے درمیان کی کھجوریں بیان فرمایا ہے، آپ کا یہ فرمان مدینہ کی سب کھجوروں کو شامل ہے۔④

---

❶ فتح الباری: ۱۰/۲۵۰۔

❷ شرح النووی علی مسلم: ۱۴/۳۔

❸ فتح الباری لابن حجر: ۱۰/۲۔

❹ من تعلیقات لابن باز: ۱۴۱۳/۱/۸، هجری۔

جادو کا علاج:

جادو کا علاج درج ذیل دو طریقوں سے ممکن ہے:۔

① حرام طریقہ

② جائز طریقہ۔

① حرام طریقہ:

حرام طریقہ یہ ہے کہ جادوگروں اور شعبدہ بازوں کے پاس جا کر ان سے جادو کا حل طلب کیا جائے۔ یہ بالکل حرام ہے۔

② جائز طریقہ:

یہ مندرجہ ذیل شرعی طریقوں سے ہوسکتا ہے:۔

① جادو کا نکالنا اور اسے باطل کر دینا، جادو کا یہ سب سے افضل و بہتر علاج ہے۔

② سینگی کے ذریعے سے۔

③ شرعی دم کے ذریعے سے۔

① جادو کا نکالنا اور اسے باطل کر دینا:

یہ جادو کا سب سے بہتر اور مؤثر علاج ہے۔ یہاں کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ جب جادو کو مٹانے اور باطل کرنے کے لیے جادوگروں کے پاس جانا جائز نہیں ہے تو وہ کون سے شرعی وسائل و ذرائع ہیں جن سے یہ کام ہوسکتا ہے؟

تو اس بارے میں چند اہم امور حسب ذیل ہیں:۔

① اللہ تعالیٰ کی جانب خالص توجہ کرنا اور دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ اس جگہ کی رہنمائی فرما دے جہاں جادو کیا ہوا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ سے صحیح حدیث ثابت ہے کہ جب

آپ ﷺ پر جادو کیا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے رب سے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی راہنمائی فرمائی تو آپ ﷺ نے جا کر کنویں سے اس جادو کو ختم دیا جو کنگھی کے دندانوں اور آپ کے بالوں کے ساتھ نر کھجور کی کلی و شگوفہ میں کیا گیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے اسے باطل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفا دے دی اور آپ کو ایسا محسوس ہونے لگا کہ آپ ﷺ کسی بندش سے آزاد ہو گئے ہیں۔ ①

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جادو کا یہ سب سے بہتر علاج ہے اور یہ سینگی کے ذریعے جسم کے فاسد وخبیث مادے نکال دینے کی طرح ہے۔ لیکن یہاں ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ نبی ﷺ کو تو بذریعہ وحی اس کی اطلاع مل گئی تھی لیکن ہماری رہنمائی اس سلسلے میں کیسے ہو سکتی ہے؟ تو یہ بات بعید از امکان نہیں کہ جب بندہ اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا وگریہ زاری کرے تو وہ اسے بھی اپنے فضل وکرم سے اس جگہ کو خواب میں دکھا دے جہاں جادو کیا ہوا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے سحرزدہ بندے پر فضل خاص ہوگا کیونکہ یہ طریقہ انتہائی آسان ہے۔'' ②

② سینگی کے ذریعے:

جسم سے فاسد مادوں کو نکال دینا بھی جادو کے علاج میں مؤثر ہے۔ تو سینگی کے ذریعے خون اس جگہ سے نکالا جائے جہاں جادو کا اثر اور اس کی وجہ سے تکلیف ہو۔ کیونکہ جادو کی ایک تاثیر ہوتی ہے جس سے طبیعت میں ایک خاص قسم کا ہیجان اور مزاج میں تشویش

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب السحر: ٥٧٦٦۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب السحر: ٢١٨٩)

❷ الطب النبوی لابن القیم: ٢٦٧۔

پیدا ہوتی ہے، اس لیے جب کسی عضو میں جادو کا اثر ظاہر ہو اور وہاں سے فاسد مادے یعنی خون نکالنے کا امکان ہو تو یہ انتہائی مفید ثابت ہوگا۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے جسم سے فاسد مادے نکالنے کے پانچ طریقے بیان کیے ہیں: دست کے ذریعے سے، قے کے ذریعے سے، خون نکال کر، بخارات کے ذریعے اور پسینے کے ذریعے سے۔ ان میں سے سینگی یعنی خون نکلوانا سب سے زیادہ مفید ہے۔

سینگی کی تعریف:

سینگی کو عربی میں حجامت کہتے ہیں اور یہ حجم سے مشتق ہے جس کا معنی ہے کسی چیز کا ابھرنا، کیونکہ سینگی لگوانے کے بعد اس جگہ کا گوشت ابھر آتا ہے۔ حجام یعنی سینگی لگانے والے کو مصاص (خون چوسنے والا) بھی کہتے ہیں۔ ازہری نے کہا ہے کہ سینگی لگانے والوں کو حجام اس لیے کہتے ہیں کہ وہ آلۂ سینگی کے منہ پر منہ رکھ کر خون چوستا ہے۔

جادو میں سینگی کا اثر:

ابوعبید نے اپنی کتاب ''غریب الحدیث'' میں عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کے حوالے سے ذکر کیا ہے کہ جب نبی ﷺ پر جادو کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے سینگ کے ذریعے اپنے سر پر سینگی لگوائی۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ کا بیان ہے:

''اس وقت پچھنا لگوانا جادو کا سب سے عمدہ علاج تھا، اس لیے آپ ﷺ نے پچھنا لگوایا تھا اور یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی جادو کے متعلق باخبر نہیں کیا تھا، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو جادو کے بارے میں باخبر کر دیا تو آپ ﷺ جادو کے حقیقی علاج یعنی جادو کے نکالنے اور ختم کر دینے کی طرف متوجہ ہو گئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ تعالیٰ

نے آپ کی راہنمائی فرمائی اور آپ نے جادو کو نکال لیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شفا دے دی اور آپ اس طرح ہو گئے گویا کہ کسی جکڑ بندی سے آزاد ہو گئے ہیں۔“[1]

سینگی کا مفید وقت:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سینگی لگوانے کے لیے مفید وقت کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا:

((مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشَرَةَ مِنَ الشَّهْرِ وَتِسْعَ عَشَرَةَ وَإِحْدٰى وَعِشْرِيْنَ كَانَ لَهُ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ))[2]

”جس نے مہینے کی سترہ، انیس اور اکیس تاریخ کو پچھنا لگوایا تو وہ تمام بیماریوں سے شفایاب ہو جائے گا۔“

③ شرعی دام (نشرہ) سے جادو کا علاج:

نشرہ سے مراد دم ہے جس سے مجنون اور مریض کا علاج کیا جاتا ہے اور نشرہ سے مراد تعویذ بھی ہے۔[3]

ابو السعادات نے تیسیر میں بیان کیا ہے:

”نشرہ علاج اور دم کی ایک قسم ہے جس سے آسیب زدہ شخص کا علاج کیا جاتا ہے۔ نشرہ کو نشرہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس سے اس بیماری اور اثر کو ختم

---

❶ طب نبوی لابن قیم: ص ۱۱۸۔

❷ ابوداؤد، کتاب الطب، باب متى تستحب الحجامة؟: ۳۸۶۱۔ صحيح الجامع الصغير للالبانی: ۵۹۶۸ ۔ الأحاديث الصحيحة: ۶۲۲۔

❸ لسان العرب: ۵/۲۰۹۔

کر دیا جاتا ہے جو مریض کو ڈھانپے ہوئے ہوتا ہے۔امام حسن کا بیان ہے کہ نشرہ بھی ایک جادو ہے۔ امام ابن الجوزی کا کہنا ہے کہ نشرہ کے ذریعے جادو زدہ کے جادو کو ختم کر دیا جاتا ہے اور اس پر صرف وہی شخص قادر ہوتا ہے جو جادو کے اثرات کو جانتا ہو۔'' ①

نشرہ کی اقسام اور اس کا حکم:

صحیح بخاری میں قتادہ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا:

''میں نے سعید بن میسّب رحمہ اللہ سے پوچھا: ''اگر کسی شخص پر جادو کیا گیا ہو یا اسے اس کی بیوی تک پہنچنے سے باندھ دیا گیا ہو تو کیا اس کا دفعیہ کرنا اور جادو کو باطل کرنے کے لیے دم کرنا درست ہے یا نہیں؟'' تو انھوں نے جواب دیا: ''اس میں کوئی قباحت نہیں، جادو کو باطل کرنے والوں کی نیت اچھی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس بات سے منع نہیں فرمایا جس سے فائدہ ہو۔'' ②

امام ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''نشرہ یہ جادو زدہ انسان کے جادو کا حل اور علاج ہے، اس کی دو قسمیں ہیں، ایک جادو کا حل جادو کے ذریعے سے جو شیطانی عمل ہے۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے قول کو اسی پر محمول کیا جائے گا کہ ناشر (جادو کا دم کرنے والا) اور منتشر (جس پر جادو کا دم کیا جا رہا ہے) یہ دونوں شیطان کی پسندیدہ چیز کے ذریعے اس کے قریب ہو رہے ہوتے ہیں کہ جادو زدہ سے شیطانی عمل کے ذریعے جادو کا توڑ کرتے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ شرعی دم، تعوذات اور

---

① تیسیر العزیز الحمید شرح کتاب التوحید : ص ٤١٦)

② صحیح بخاری، کتاب الطب، باب هل یستخرج السحر، قبل الحدیث : ٥٧٦٥۔

جائز دواؤں کے ذریعے علاج کیا جائے، یہ طریقہ جائز ہے۔"

شارح کتاب التوحید کا بیان ہے:

"یہی دوسرا طریقہ ہے جس پر سعید بن میسّب رحمہ اللہ کا کلام محمول کیا جائے گا اور امام احمد رحمہ اللہ کا قول بھی۔ جن لوگوں کا یہ گمان ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے جادو والے کے لیے نشرہ کی اجازت دی ہے، تو ان کا یہ گمان درست نہیں ہے۔"[1]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نشرہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((هُوَ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ))[2]

"یہ شیطانی عمل ہے۔"

جادو کے لیے جائز دم:

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز رحمہ اللہ نے فرمایا:

"جادو ہوجانے کے بعد اس کا ایک بہترین علاج یہ ہے، خصوصاً اس شخص کے لیے جو بذریعہ جادو اپنی بیوی سے ہمبستر ہونے سے روک دیا گیا ہو کہ وہ بیری کے سات ہرے پتے لے، پھر اسے کسی پتھر وغیرہ سے کوٹ کر ایک برتن میں رکھے اور اس میں اتنا پانی ڈالے جو اس کے غسل کے لیے کافی ہو اور اس پانی میں مندرجہ ذیل دعائیں پڑھے۔

سب سے پہلے آیت الکرسی کی تلاوت کرے:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَهٗ مَا فِی

---

❶ تیسیر العزیز الحمید شرح کتاب التوحید : ص ٤١٩۔

❷ مسند احمد : ٣/٢٩٤ ۔ ابو داوٗد، کتاب الطب، باب فی النشرۃ : ٣٨٦٨۔

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴾ (البقرة: ٢٥٥)

اس کے بعد سورۃ الکافرون:

﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○ لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ وَلَآ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ○ وَلَآ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَآ اَعْبُدُ ○ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ﴾

پھر سورۃ الاخلاص:

﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ○ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾

پھر سورۃ الناس کو تین مرتبہ پڑھا جائے:

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴾

اس کے بعد یہ آیتیں تلاوت کرے:

﴿ وَاَوْحَيْنَا اِلٰى مُوْسٰى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ○ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴾ (الاعراف: ١١٧ ـ ١١٩)

پھر سورۂ یونس کی مندرجہ ذیل آیتیں پڑھے:

﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ○ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ○ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ○ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴾ (یونس : ۷۹ ـ ۸۲)

اور سورۂ طٰہٰ کی مندرجہ ذیل آیات پڑھیں :

﴿ قَالُوا يَا مُوسَىٰ إِمَّا أَن تُلْقِيَ وَإِمَّا أَن نَّكُونَ أَوَّلَ مَنْ أَلْقَىٰ ○ قَالَ بَلْ أَلْقُوا فَإِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ إِلَيْهِ مِن سِحْرِهِمْ أَنَّهَا تَسْعَىٰ ○ فَأَوْجَسَ فِي نَفْسِهِ خِيفَةً مُّوسَىٰ ○ قُلْنَا لَا تَخَفْ إِنَّكَ أَنتَ الْأَعْلَىٰ ○ وَأَلْقِ مَا فِي يَمِينِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوا إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ ﴾ (طٰہٰ ٦٥ـ٦٩)

مذکورہ سورتوں اور آیتوں کو پانی میں پڑھ کر پھونکنے کے بعد پانی کا کچھ حصہ پی لیا جائے، باقی سے غسل کرلیا جائے تو ان شاء اللہ بیماری ختم ہوجائے گی، اگر ضرورت محسوس ہو تو دو یا اس سے زیادہ بار بھی اسے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے یہاں تک کہ بیماری دور ہو جائے۔[1]

ابن ابی حاتم اور ابوالشیخ نے لیث بن ابی سلیم سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا:

"مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ مندرجہ ذیل آیتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جادو سے نجات مل جاتی ہے۔ وہ اس طرح کہ ایک برتن میں پانی لے کر ان آیتوں کو اس میں پڑھا جائے پھر سحر زدہ شخص کے سر پر انڈیل دیا جائے۔"

وہ آیات درج ذیل ہیں :

---

1. رسالة حكم السحر والكهانة لابن باز : ۷ـ۹۔

﴿ فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰی مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ○ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴾ (یونس : ۸۱، ۸۲)

﴿ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صَاغِرِيْنَ ○ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ○ قَالُوْا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ رَبِّ مُوْسٰی وَ هَارُوْنَ ﴾ (الاعراف :۱۱۸ ـ ۱۲۲)

﴿ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَّلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰی ﴾ (طٰهٰ : ٦٩)

ابن بطال فرماتے ہیں:

’’وہب بن منبہ کی کتاب میں ہے کہ جادو کے علاج کے لیے بیری کے سات ہرے پتے لے لیے جائیں اور انھیں دو پتھروں میں کوٹ لیا جائے پھر پانی میں ملا کر اس میں آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ لیے جائیں، بعدازاں اس سے تین گھونٹ پانی پی کر باقی سے غسل کر لیا جائے، تو ان شاء اللہ بیماری مکمل طور پر ختم ہو جائے گی۔ یہ آدمی کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوگا۔ خصوصاً ایسی صورت میں جب وہ بیوی کے ساتھ ہمبستر ہونے سے جادو کے ذریعے روک دیا گیا ہو۔‘‘ [1]

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’جادو کا سب سے بہتر اور سب سے اچھا علاج الٰہی دوائیں ہیں (یعنی شرعی دم اور مسنون وظائف وغیرہ) کیونکہ جادو سفلی بدروحوں کے اثرات کی وجہ سے ہوتا ہے، تو ان کے برے اثرات کو اسی چیز کے ساتھ ختم کیا جا سکتا ہے جو اس کا

[1] تیسیر العزیز الحمید فی شرح کتاب التوحید : ٤٢٠ ـ

مقابلہ کر سکے اور وہ مسنون اذکار اور قرآنی آیات ہیں جن کی مدد سے ان بدروحوں کے برے اثرات اوران کی تاثیر کو ختم کیا جا سکتا ہے۔''[1]

[1] الطب النبوی لابن قیم: ۲٦۹۔

باب پنجم

نظر بد کا بیان

نظر بد کی تعریف:

عربی میں نظر بد کو ''العین'' کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ''عَانَ الرَّجُلَ '' کہ اس نے فلاں شخص کو نظر لگادی۔ نظر لگانے والے کو ''عَائِنٌ'' کہتے ہیں اور جسے نظر لگی ہو اسے ''مَعِیْنٌ'' یا ''مَعْیُوْنٌ'' کہتے ہیں۔ ان میں فرق یہ ہے کہ اگر مکمل نظر نہ لگی ہو تو ''معین'' اور اگر مکمل لگی ہو تو ''معیون'' کہتے ہیں۔ تقریباً یہی فرق زجاج نے بھی بیان کیا ہے۔[1]

نظر بد کی اصطلاحی تعریف:

نظر بد کی حقیقت یہ ہے کہ نظر لگانے والا کبھی اچھی نگاہ ہی سے دیکھتا ہے اور کبھی خبیث طبع کے حسد کی آمیزش بھی ہو جاتی ہے جس سے نظر لگنے والے شخص کو نقصان پہنچتا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نظر بد ایک ایسا تیر ہے جو حاسد وبدکار اور بدطینت کی جانب سے نکل کر دوسرے شخص کی طرف جاتا ہے، یہ کبھی اس کے اندر پیوست ہو جاتا ہے اور کبھی خطا کر جاتا ہے یعنی اگر سامنے والے شخص کو یہ تیر لگے اور اس میں اس سے بچاؤ کی قوت موجود نہ ہے تو اس میں پیوست ہو کر اسے زچ وپریشان کر دیتا ہے

---

[1] لسان العرب: ۳۰۱/۱۳۔

اور اگر اس میں مدافعت کی صلاحیت پائی جاتی ہے تو یہ تیر اپنا اثر نہیں دکھا پاتا اور کبھی کبھی یہ تیر خود تیر انداز ہی کی طرف پلٹ جاتا ہے، اس لیے کہ نظر بد بھی دراصل حقیقی تیر کی مانند ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اس کا تعلق نفوس و ارواح سے ہے اور اس کا تعلق اجسام و ابدان سے ہے۔"[1]

نظر بد کا ثبوت اور اس کے دلائل:

اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کی وہ نصیحت نقل کرتے ہوئے فرمایا، جو انھوں نے اپنے بیٹوں کو کی تھی:

﴿ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِنْ بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِي عَنْكُمْ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴾ (یوسف: ٦٧)

"اے میرے بیٹو! تم ایک ہی دروازے سے (شہر میں) داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا اور میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر تو تم سے نہیں روک سکتا، بے شک حکم اسی کا ہے، میں اسی پر بھروسا رکھتا ہوں اور اہل توکل کو اسی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔"

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، مجاہد، ضحاک، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ وغیرہم فرماتے ہیں:

"سیدنا یعقوب علیہ السلام نے ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونے کا حکم صرف اس لیے دیا تھا کہ انھیں اپنے بیٹوں کو نظر لگ جانے کا ڈر تھا، کیونکہ تمام بچے بہت خوبصورت، بھلے اور جوان تھے اور نظر بد وہ شے ہے جو شہسوار کو اس کی سواری

---

[1] زاد المعاد لابن قیم: ٤/ ١٦٧۔

سے گرا دیتی ہے۔"[1]

سورۂ قلم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاِنْ یَّكَادُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ○ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴾

(القلم: ٥١، ٥٢)

"اور کافر جب یہ نصیحت (کی کتاب) سنتے ہیں تو یوں لگتے ہیں کہ تم کو اپنی نگاہوں سے پھسلا دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔ اور (لوگو!) یہ (قرآن تو) اہل عالم کے لیے نصیحت ہے۔"

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رحمہ اللہ وغیرہما کا بیان ہے کہ آیت میں " لَیُزْلِقُوْنَكَ" کا معنی "لَیُنْفِذُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ" ہے یعنی وہ لوگ بغض وحسد کی آنکھوں سے دیکھ کر آپ کو نظر بد کا شکار کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی نصرت ومدد شامل حال ہے، اس لیے وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

یہ آیت بھی نظر بد اور اس کی تاثیر پر دلالت کرتی ہے۔

اسی طرح سورۂ فلق میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ○ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ (الفلق)

"کہہ دیجیے کہ میں صبح کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے بنائی اور شب تاریک کی برائی سے جب اس کا اندھیرا چھا جائے اور گرہوں پر (پڑھ پڑھ کر) پھونکنے والیوں کی برائی سے اور حسد کرنے والے کی

---

[1] تفسیر القرآن العظیم: ٤١٩/٢۔

برائی سے جب وہ حسد کرنے لگے۔''

اس سورت میں حاسد کے حسد کے شر اور ضرر سے پناہ طلب کی گئی ہے، جس سے مراد نظر بد ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَنَهٰی عَنِ الْوَشْمِ)) ①

''نظر کا لگ جانا حقیقت ہے۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوندھنے (جسم میں رنگ بھرنے) سے منع فرمایا ہے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِسْتَعِیْذُوْا بِاللّٰهِ مِنَ الْعَیْنِ فَاِنَّ الْعَیْنَ حَقٌّ)) ②

''نظر بد سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو، اس لیے کہ نظر کا لگنا حق ہے۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَیْءٌ سَابِقُ الْقَدَرِ لَسَبَقَتْهُ الْعَیْنُ وَاِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا)) ③

''نظر بد حق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر بد اس پر سبقت کر جاتی اور جب نظر بد کو اتارنے کے لیے تم سے غسل کروایا جائے تو

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الطب، باب العین حق: ٥٧٤٠۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی: ٢١٨٧۔

❷ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ٩٣٨ ۔ ابن ماجه، کتاب الطب، باب العین: ٣٥٠٨۔ الأحادیث الصحیحة: ٧٣٧۔ مستدرك حاكم: ٤/٢١٥۔

❸ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی: ٢١٨٧۔

غسل کر لیا کرو۔"

اسی طرح سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ الْعَيْنَ لَتُوْلِعُ بِالرَّجُلِ بِاِذْنِ اللّٰهِ حَتّٰى يَصْعَدَ حَالِقًا فَيَتَرَدّٰى مِنْهُ)) [1]

"نظر بد آدمی کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے لگی رہتی ہے حتیٰ کہ اسے بلندی تک لے جاتی ہے (یعنی پہلے وہ آدمی اسے بہت اچھا لگتا ہے) پھر نیچے گرا دیتی ہے (یعنی اپنے زہریلے پن کی وجہ سے اسے بیمار کر دیتی ہے)۔"

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَكْثَرُ مَنْ يَّمُوْتُ مِنْ اُمَّتِيْ بَعْدَ قَضَاءِ اللّٰهِ وَ قَدَرِهٖ بِالْعَيْنِ)) [2]

"میری امت کے زیادہ تر لوگ قضاو قدر کے بعد نظر بد کے ذریعے موت کا شکار ہو جاتے ہیں۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((كَانَ اِذَا اشْتَكٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَقَاهُ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِيْ عَيْنٍ)) [3]

"جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو جبرئیل علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا پڑھ کر دم کرتے تھے:

---

1. مسند احمد : ٥/١٤٦۔ صحيح الجامع الصغير للالبانی : ١٦٨١ ۔ الاحاديث الصحيحة : ٨٨٩۔
2. صحيح الجامع الصغير للالبانی : ١٢٠٦ ۔ الأحاديث الصحيحة : ٧٤٧۔
3. صحيح مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى : ٢١٨٥ ۔

((بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ وَشَرِّ كُلِّ ذِي عَيْنٍ))

''اللہ کے نام کے ساتھ (دم کرتا ہوں) وہ تجھے صحت یاب کرے اور ہر بیماری سے شفا عطا فرمائے اور وہ تجھے حسد کرنے والے کے حسد سے جب وہ حسد کرے اور ہر نظر بد والے کی نظر بد سے بچائے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

((مَا لِي أَرَى أَجْسَامَ بَنِي أَخِي ضَارِعَةً (نَحِيفَةً) تُصِيبُهُمُ الْحَاجَةُ ؟ قَالَتْ لَا وَلٰكِنَّ الْعَيْنَ تُسْرِعُ إِلَيْهِمْ قَالَ ارْقِيهِمْ قَالَتْ فَعَرَضْتُ عَلَيْهِ فَقَالَ ارْقِيهِمْ))[1]

''کیا وجہ ہے کہ میں اپنے بھائی کے بیٹوں کے جسموں کو لاغر وکمزور دیکھ رہا ہوں، کیا انھیں تنگدستی لاحق ہے؟'' سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: ''نہیں، بلکہ یہ بچے بہت جلد نظر بد کا شکار ہوجاتے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم انھیں دم کردو۔'' سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: ''میں نے (اپنا دم) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا۔'' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم انھیں (یہ) دم کرو۔''

قرآن اور صحیح احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حسد بنفس خود دوسرے کو تکلیف پہنچاتا ہے، اس لیے کہ حسد از خود ایک بری چیز ہے جو دوسرے شخص تک حاسد کی آنکھ یا روح کے ذریعے پہنچتی ہے، اگرچہ حاسد اپنے دست وپا سے کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴾ (الفلق : ٥)

---

[1] صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین والنملة : ٢١٩٨۔

”(اے اللہ!) حاسد کے شر سے بچا جب وہ حسد کرے۔“

قرآن کریم کی اس آیت میں حسد کے صادر ہونے کے ساتھ اس کا برا اور ضرر رساں ہونا بھی ثابت ہے اور قرآن حکیم میں کوئی مہمل اور جھوٹ بات نہیں ہوسکتی ۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ آدمی طبعاً حاسد ہوتا ہے لیکن وہ محسود (جس سے حسد کیا جاتا ہے) سے بے خبر ہوتا ہے مگر کوئی ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ حاسد کے دل میں اس کے خلاف حسد کی جنگاری بھڑک اٹھتی ہے جس سے وہ شخص جس پر حسد کیا جاتا ہے، اذیت وتکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ سے پناہ طلب نہ کرے اور اس کی حفاظت میں نہ آئے تو اسے لازمی طور پر نقصان پہنچے گا۔ تو اللہ کی حفاظت میں آنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ مسنون وظائف واذکار کا اہتمام کرے، اللہ سے دعا کرے اور اس کی طرف متوجہ ہو اور اس کی بارگاہ میں جھکے، تو ان طریقوں سے ان شاء اللہ حاسد کے حسد اور نظر بد کی برائی سے بچ جائے گا۔ [1]

نظر بد کی قسمیں:

نظر بد کی دو قسمیں ہیں جو قرآن وحدیث سے ثابت ہیں:۔

① انسانی نظر:

② جناتی نظر:

انسانی نظر کا ثبوت:

انسانی نظر سے مراد وہ نظر ہے جو انسانوں کی طرف سے سرزد ہوتی ہے اور اس کا ثبوت آپ ﷺ کا وہ فرمان ہے جو آپ ﷺ نے سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا، جب ان کی نظر سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو لگ گئی اور وہ بیمار ہوگئے تھے، اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ تفسیر سورۃ الفلق للإمام محمد بن عبدالوھاب۔

((عَلَامَ يَقْتُلُ اَحَدُكُمْ اَخَاهُ؟)) ①

''تم اپنے بھائی کو (نظر کے تیر سے) کیوں قتل کرتے ہو؟''

جناتی نظر کا ثبوت:

اس سے مراد وہ نظر ہے جو جنوں کی طرف سے سرزد ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت بخاری و مسلم کی وہ حدیث ہے جو سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

((اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى فِيْ بَيْتِهَا جَارِيَةً فِيْ وَجْهِهَا سَفْعَةٌ فَقَالَ اسْتَرْقُوْا لَهَا فَإِنَّ بِهَا نَظْرَةً)) ②

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر ایک بچی کو دیکھا جس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا زردی مائل تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اسے دم کرواؤ، کیونکہ اسے نظر بد کی شکایت ہے۔''

حسین بن مسعود فراء بغوی کہتے ہیں:

''سفعة'' کا معنی ہے اسے جناتی نظر لگی ہوئی ہے۔'' ③

ابن قتیبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'''سفعة'' سے مراد وہ رنگت ہے جو چہرے کی رنگت سے مختلف ہو۔''

خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

---

❶ صحيح الجامع الصغير : ٤٠٢٠ ـ مؤطا امام مالك، كتاب العين، باب الوضوء من العين : ١ ـ

❷ صحيح بخارى، كتاب الطب، باب الرقية العين : ٥٧٣٩ ـ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين : ٢١٩٨ ـ

❸ زاد المعاد : ٤/١٦٤ ـ

''جنوں کی نظر (بمقابل انسان کے) زیادہ ضرر رساں اور نیزوں سے بھی زیادہ پار اترنے والی ہے۔''[1]

ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نظر بد کی دو قسمیں ہیں: انسانی نظر اور جناتی نظر۔''[2]

شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اللہ تعالیٰ کے کلام ﴿ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ میں لفظ ''حَاسِدٌ'' جن و انس سب کے لیے عام و یکساں ہے، اس لیے کہ شیطان اور اس کے پیروکار مومنین سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں عطا کردہ انعام و اکرام پر حسد کرتے ہیں۔''[3]

نظر کیسے اثر انداز ہوتی ہے؟

سب سے پہلے ہمارے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ نظر اور دیگر چیزیں اللہ تبارک و تعالیٰ کی مشیت اور ارادے کے بغیر کسی قسم کی تکلیف اور نقصان نہیں پہنچا سکتیں۔ نظر کا معاملہ یہ ہے کہ انسان کبھی خود اپنے آپ کو نظر لگا بیٹھتا ہے اور کبھی کسی غیر کو اور یہ نظر کبھی مرضی و ارادے کے ساتھ ہوتی ہے اور کبھی بغیر ارادے کے۔ یہاں تک کہ کبھی بغیر دیکھے بھی نظر لگ جاتی ہے۔ جیسے کہ کوئی نابینا ہے یا بینا ہے اور اس کے سامنے کسی غیر موجود شخص کے اوصاف بیان کر دیے گئے ہوں۔ کبھی بغیر بغض و حسد کے بلکہ پسندیدگی کی نظر بھی اثر انداز ہو جاتی ہے تو کبھی عشق و محبت کرنے والے اور بعض اوقات نیک آدمی کی نظر بھی اثر کر جاتی

---

1. عمدة القاري للعيني : ١٧/٤٠٤۔
2. زاد المعاد : ٤ /١٦٤۔
3. تفسير سورة الفلق للامام محمد بن عبد الوهاب : ص ٣٠۔

ہے۔ اس لیے جب کسی شخص کی نظر اپنے یا اپنے عزیز واقارب یا غیر کی کسی چیز پر پڑے اور وہ اسے پسند آجائے اور بہت اچھی لگے تو اس چاہیے کہ وہ اس سلسلے میں مسنون ذکر کرے، یعنی "مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" پڑھے۔

اس سلسلے میں امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"نظر بد لگانے والے کی طبیعت کی تاثیر اس کے دیکھنے ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ کبھی کسی نابینا شخص کے سامنے کسی چیز کی خوبی بیان کی جاتی ہے اور اس میں اس نابینا کا نفس یا اس کی طبیعت اثر کر جاتی ہے اگرچہ اس نے اسے دیکھا نہیں ہے اور زیادہ تر نظر لگانے والے نظر لگانے میں بغیر دیکھے چیز کے صرف اوصاف واحوال کے ذریعے ہی اثر انداز ہوتے ہیں۔"[1]

امام ابن القیم رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

"نظر کی حقیقت یہ ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی چیز پسند آجاتی ہے تو اس کی خبیث طبیعت اس کی ٹوہ میں لگ جاتی ہے، بعد ازاں اپنا زہریلا پن نظر کے ذریعے پسندیدہ شخص یا چیز میں اتار دیتی ہے اور کبھی کبھی آدمی کی خود کو نظر لگ جاتی ہے اور کبھی نظر بغیر ارادہ ومنشا کے لگ جاتی ہے جو سب سے زیادہ مہلک اور قاتل ہوتی ہے۔"[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"بعض اشخاص کے لیے یہ سمجھنا مشکل ہو گیا ہے، ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ نظر دور سے کیسے اثر انداز ہو سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں، اسی لیے کبھی کبھی نظر کا اثر اس زہر سے ہو جاتا ہے جو نظر

---

1. زاد المعاد لابن قیم: ۱۱۷/۳۔
2. زاد المعاد لابن قیم: ۱٦٧/٤۔

لگانے والے کی نظر سے نکل کر ہوا کے ذریعے دوسرے شخص کے بدن تک جا پہنچتا ہے جیسا کہ بعض نظر لگانے والوں کا کہنا ہے کہ جب وہ کوئی ایسی چیز دیکھتے ہیں جو انھیں اچھی اور بھلی معلوم ہوتی ہے تو وہ اپنی آنکھوں سے حرارت نکلتے ہوئے محسوس کرتے ہیں، تو جو چیز نظر لگانے والوں کی آنکھ سے نکلتی ہے وہ ایک معنوی تیر کی مانند ہوتی ہے۔ اگر بدن کو روگ لگ گیا اور اس میں اس سے بچاؤ کی قوت نہیں ہے تو وہ تیر اثر کر جاتا ہے ورنہ نہیں بلکہ کبھی کبھار نشانہ باز ہی کی طرف واپس آ جاتا ہے جیسے حقیقی تیر۔'' [1]

امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''نظر بد خبیث فطرت کے ذریعے اثر انداز ہوتی ہے اور اس کی مثال بالکل سانپ کی طرح ہے جس کا زہر اس وقت اثر کرتا ہے جب وہ کاٹے اور مخصوص ہیئت اور کیفیت کے ذریعے اپنا زہر اس میں اتار دے اور بعض سانپ اتنے خطرناک ہوتے ہیں کہ صرف نظر ہی سے اثر انداز ہوتے ہیں جس سے آدمی اندھا ہو جاتا ہے اور عورت کا حمل ساقط ہو جاتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے دم بریدہ اور دو نقطے والے سانپوں کے بارے میں فرمایا ہے جو بہت ہی زہریلے ہوتے ہیں۔'' [2]

---

1. فتح الباری: ۱۰/ ۲۲۰۔
2. تفسیر سورة الفلق للامام محمد بن عبد الوهاب: ص ۲۷۔

نظر بد اور حسد سے بچاؤ کے طریقے

شریعت نے نظر بد سے بچاؤ کے بہت سے طریقے بیان کیے ہیں جو درج ذیل ہیں:۔

① حاسد کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرنا:

نظر بد سے بچاؤ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہمیں حاسد کے شر سے پناہ طلب کرنی چاہیے اور معوذتین یعنی سورۂ فلق اور سورۂ ناس کی تلاوت کرنی چاہیے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ (الفلق : ٥)

''(اے اللہ!) میں حسد کرنے والے کے شر سے پناہ طلب کرتا ہوں جب وہ حسد کرے۔''

اسی طرح سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَتَعَوَّذُ مِنَ الۡجَآنِّ وَعَیۡنِ الۡاِنۡسَانِ حَتّٰی نَزَلَتِ الۡمُعَوِّذَتَان فَلَمَّا نَزَلَتَا اَخَذَ بِهِمَا وَتَرَكَ مَا سِوَاهُمَا)) [1]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن و انس کی برائی سے پناہ مانگا کرتے تھے یہاں تک کہ

---

[1] ترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی الرقیة بالمعوذتین: ٢٠٥٧۔ نسائی، کتاب الاستعاذة، باب استعاذة من عین الجآنّ: ٥٤٩٦۔ ابن ماجه، کتاب الطب، باب من استرقی من العین: ٣٥١١۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی: ٤٩٠٢۔

معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) نازل ہوگئیں، تو آپ ﷺ نے ان دونوں سورتوں کو اختیار کر لیا اور بقیہ تمام چیزوں کو چھوڑ دیا۔‘‘

② برکت کی دعا کرنا:

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ انسان جب کوئی ایسی چیز دیکھے جو اسے پسند آجائے تو اسے برکت کی دعا کرنی چاہیے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’جسے اپنی نظر لگنے کا خدشہ ہو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ جو چیز اسے اچھی لگ رہی ہے اس کے لیے برکت کی دعا کرے اور کہے: ((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِ وَلَا تَضُرَّهُ)) اور کہے: ((مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ))‘‘

امام ابن کثیر رحمہ اللہ درج ذیل آیت:

﴿ وَلَوْ لَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ﴾

(الکهف: ۲۹)

’’تو نے اپنے باغ میں داخل ہوتے وقت کیوں نہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا چاہا ہی ہونے والا ہے، کوئی قوت نہیں مگر اللہ کی مدد سے۔‘‘

اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

’’جب تم اس میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتیں اموال و اولاد اور دیگر نعمتوں کو دیکھا جو تمھارے سوا دوسروں کو نہیں عطا کی گئی تھیں اور وہ نعمتیں تمھیں بھلی معلوم ہوئیں تو تم نے کیوں نہ اللہ کی تعریف کی اور ما شاء اللہ کہا۔‘‘[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] تفسیر ابن کثیر: ۳/۷۵۔

((مَنْ رَّأَى شَيْئًا فَاَعْجَبَهُ فَقَالَ مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ لَمْ يَضُرَّهُ))[1]

''جس شخص نے کوئی چیز دیکھی اور وہ اسے پسند آ گئی تو وہ " مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ " کہہ دے تو اس چیز کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔''

اسی طرح عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا رَأَى اَحَدُكُمْ مِنْ أَخِيهِ اَوْ نَفْسِهِ وَمَالِهِ وَ اَعْجَبَهُ مَا يُعْجِبُهُ فَلْيَدْعُ بِالْبَرَكَةِ))[2]

''جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی یا اپنی ذات اور مال پر نظر ڈالے اور وہ اسے پسند آ جائے اس چیز کی وجہ سے جس سے دوسروں کو یہ چیزیں بھلی معلوم ہوتی ہیں تو اسے چاہیے کہ برکت کی دعا کرے۔''

عمدۃ القاری میں ہے کہ برکت کے لیے مختلف کلمات کہے جا سکتے ہیں، جیسے:

((تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ))

''بابرکت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات جو بہترین پیدا کرنے والا ہے۔''

یا یہ الفاظ کہیے:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِ))

''اے میرے اللہ! اس میں برکت فرما۔''

یا کہیے:

---

1. ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ : ۲۰۶۔ الوابل الصیب : ص ۳۰۷۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس میں ابو بکر ھذلی راوی متروک ہے۔ تحریر تقریب التھذیب : ۸۰۰۲۔
2. مسند احمد : ۴۴۷۔ صحیح الجامع الصغیر : ۵۵۶ ۔ صحیح الکلم الطیب : ۲۴۳/۳۔ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ : ۲۰۴،۲۰۵۔

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيهِ وَلَا تَضُرَّهُ))

''اے اللہ! اس میں برکت نازل فرما اور اسے نقصان سے بچا۔''[1]

③ صبر کرنا:

نظر لگانے والے پر صبر کرنا اور چھیڑ چھاڑ نہ کرنا اور اسے ایذا دینے سے بچنا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ذٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴾ (الحج : ٦٠)

''یہ (بات اللہ کے ہاں ٹھہر چکی ہے) اور جو شخص کسی کو اتنی ہی ایذا دے جتنی ایذا اس کو دی گئی پھر اس شخص پر زیادتی کی جائے تو اللہ اس کی مدد کرے گا بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔''

④ نظر لگانے والے پر احسان کرنا:

جو شخص نظر بد کی وجہ سے مشہور ہے اس پر احسان کرنا جیسے مالدار آدمی کا اس فقیر پر احسان کر دینا جو اس کے مال و دولت کی طرف آس و امید کی نگاہ سے دیکھتا۔

⑤ جس چیز کو نظر لگنے کا خدشہ ہو اسے چھپا کر رکھنا:

اس چیز کو پوشیدہ رکھنا جس پر نظر بد کا خوف ہو، جس پر نظر بد لگ جانے کا اندیشہ ہو اسے حتی الامکان پوشیدہ رکھے خصوصاً اس شخص کے سامنے جو نظر بد کی وجہ سے مشہور ہو، اس یقین کے ساتھ کہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ﴾ (البقرة : ١٠٢)

---

[1] عمدة القاری شرح صحیح البخاری : ١٧/ ٤٠٤، ٤٠٥۔

''وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی ایک کو بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔''

اور یہ بھی مروی ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک بار ایک خوبصورت بچے کو دیکھا تو فرمایا:

''اس کی ٹھوڑی میں جو گہری جگہ (جس سے خوبصورتی میں اضافہ ہوتا) ہے اس پر کالا رنگ یا کاجل لگا دو تا کہ نظر بد سے محفوظ رہے۔''[1]

⑥ نظر بد والے سے اجتناب کرنا:

قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''بعض علماء کا بیان ہے کہ جو شخص نظر بد سے معروف ہو اس سے مکمل اجتناب واحتراز کرنا چاہیے۔''

⑦ تکمیل حاجات کو پوشیدہ رکھنا:

نظر بد سے بچاؤ کا ایک طریقہ یہ ہے کہ جس کام میں کامیابی پر کسی کی نظر لگ جانے کا خوف ہو تو اسے چھپا کر رکھا جائے۔

⑧ اللہ کا تقویٰ اور اس کی اطاعت:

اللہ سے ڈرنے اور اس کے اوامر ونواہی کا خیال رکھنے سے بھی نظر بد سے بچا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے خوف کھاتا ہے اور اس کے اوامر ونواہی کا خیال رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کی ذمہ داری لے لیتا ہے اور اس کا معاملہ کسی اور کے سپرد نہیں کرتا ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

﴿ وَاِنۡ تَصۡبِرُوۡا وَتَتَّقُوۡا لَا يَضُرُّكُمۡ كَيۡدُهُمۡ شَيۡـًٔا ﴾ (آل عمران : ۱۲۰)

''اور اگر تم نے (تکلیفوں پر) صبر کیا اور پرہیز گاری اختیار کی تو ان کا فریب

---

[1] شرح السنة للبغوی تحقیق زهیر الشاویش و شعیب الارناؤوط : ۱۶۶/۱۲۔

تمھیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔''

⑨ دشمن کی ایذا پر صبر کرنا:

نظر بد سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہم دشمن کی دشمنی و عداوت پر صبر کریں، اس سے لڑائی جھگڑا نہ کریں اور نہ اس کی ایذا رسانی کا ذکر اس سے کرے۔

⑩ اللہ پر توکل کرنا:

نظر بد سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے کافی ہوتا ہے۔

⑪ اللہ کی طرف متوجہ ہونا:

اللہ کی طرف اخلاص کے ساتھ متوجہ ہو جانے اور اس کی محبت و رضا کو دل میں بسا لینے سے بھی نظر بد سے بچا جا سکتا ہے۔ جب ایسی صورت حال پیدا ہو جائے تو پھر انسان کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ کسی حاسد کی پریشانی کو اپنے دل میں جگہ دے اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے اور کسی دوسرے کے خوف کو دل میں جگہ نہیں دیتا تو اللہ اسے ہر قسم کی پریشانی سے نجات دے دیتا ہے۔

⑫ گناہوں سے توبہ کرنا:

ان گناہوں سے توبہ کرنا جنھوں نے اس پر اس کے دشمنوں کو مسلط کر دیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ﴾
(الشوریٰ : ۳۰)

''اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے وہ تمھارے اپنے ہاتھوں کی کمائی ہوتی ہے

اور وہ بہت سے گناہ تو معاف ہی کر دیتا ہے۔''

⑬ برائی کا بدلا بھلائی سے دینا:

یہ چیز نفس پر سب سے زیادہ شاق اور مشکل ہے اور یہ صرف کوئی سعادت مند شخص ہی کرسکتا ہے۔ حاسد اور ظالم وغیرہ کے حسد و ظلم کی آگ کو اس پر احسان کر کے بجھا دینا چاہیے، یعنی جتنا زیادہ وہ ظلم کرتا جائے اس کے مقابلے میں اتنا ہی احسان و کرم اور شفقت کا مظاہرہ کیا جائے۔

⑭ خالص توحید پر کار بند ہونا:

یہ آخری سبب سب سے جامع ہے بلکہ تمام مذکورہ اسباب کا دارومدار بھی اسی پر ہے۔ وہ یہ ہے کہ خالص توحید پر قائم ہوجانا اور اسباب و علل میں اپنی مہار فکر کو اللہ کی طرف موڑنا ہے جو مسبب الاسباب ہے، جب بندہ ایسا کرے گا تو اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر چیزوں کا خوف نکل جائے گا اور جو شخص صرف اللہ سے ڈرتا ہے تو دیگر تمام چیزیں اس سے خوف کھاتی ہیں اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے اور جو اللہ کے علاوہ کسی اور چیز سے ڈرتا ہے وہ اس پر مسلط کر دی جاتی ہے۔[1]

---

[1] بدائع الفوائد: ۲/۲۳۸۔ یہ فہد بن عبدالرحمٰن رومی نے شیخ محمد بن عبدالوہاب کی کتاب تفسیر سورۂ فلق کی تحقیق میں لکھی ہے۔

نفسیاتی امراض

ہم ان نفسیاتی بیماریوں کے سپیشلسٹ ڈاکٹرز تو نہیں ہیں جو اس وقت پائی جاتی ہیں، ان کی اصل صورت حال تو ان کے ماہرین ہی جانتے ہیں، ہم ان کا احترام کرتے ہیں لیکن بعض نفسیاتی حالات ایسے واضح ہیں کہ انھیں جاننے کے لیے کسی سپیشل کورس کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ اتنے عام ہیں کہ انھیں عام لوگ بھی جانتے ہیں، تو عرف عام میں انسانی نفس اور طبیعت کا پریشانی اور الجھن کا شکار ہو جانا اور قرار نہ پانے کو نفسیاتی حالات سے تعبیر کیا جاتا ہے جس کے سبب انسان حزن وملال اور قلق کا شکار رہتا ہے۔

اس کے مختلف اسباب ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ سے اعراض کرنا، اس کے ذکر و اذکار سے غفلت برتنا اور اس کے احکامات کی نافرمانی کرنا نفسیاتی پریشانی اور تکلیف کا باعث ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴾ (طٰه : ١٢٤)

”اور جو میری نصیحت سے منہ پھیرے گا اس کی زندگی تنگ ہو جائے گی اور قیامت کو ہم اس کو اندھا کر کے اٹھائیں گے۔“

نفسیاتی دباؤ اور زندگی کی مشکلات بھی کبھی انسان کے اندر نفسیاتی تغیر و تبدل کا سبب بن جاتی ہیں اور انسان اپنی اس زندگی میں بہت سارے ایسے تغیرات کا سامنا کرتا ہے جو

اس کی نفسیات پر اثر ڈالتے ہیں اور نفسیاتی آرام وسکون کو ختم کر دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر جب کسی انسان کو اچانک اپنے دوست یا کسی رشتہ دار کی موت کی خبر پہنچتی ہے اور اس کے اندر وہ ایمانی قوت وحرارت نہیں ہوتی جو اسے اللہ تعالیٰ اور قضا وقدر پر راضی کر دے تو اس کی نفسیاتی حالت بہت متاثر ہوتی ہے، مزید یہ کہ ایک مدت تک اس پر غم واندوہ اور حزن وملال کے بادل چھائے رہتے ہیں۔

جسمانی امراض بھی مریض کی نفسیات پر اثر انداز ہوتے ہیں حتیٰ کہ اہل وعیال اور دیگر لوگوں سے اس کے معاملات پر بھی اس کا اثر ہوتا ہے جیسا کہ ایک انسان پریشان ہو اور پوری رات اسے نیند نہ آئے تو اس کی حالت کیسی ہوگی؟ یہاں تک کہ بے کاری بھی انسان کے لیے انتہائی مہلک ہے اور اس کے نفسیاتی سکون وآرام کو چھین لیتی ہے۔

ہماری اس کتاب کا موضوع نفسیاتی حالات سے بھی متعلق ہے، اس لیے کہ جادو بھی کبھی انسان کو نفسیاتی مریض بنا دیتا ہے جیسے آپ سحرزدہ شخص کو اکثر وبیشتر حیران وپریشان دیکھتے ہیں، وہ کبھی پرسکون نظر نہیں آتا اور ایسے ہی مرگی میں مبتلا شخص کی حالت ہوا کرتی ہے۔ بہرحال نفسیاتی امراض کی وحشت وحیرانی انتہائی عجیب وغریب ہوتی ہے۔ انسان کو جب بھی کوئی بیماری لاحق ہو تو اس کا علاج ایمان، قرآن اور رجوع الی اللہ کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر راضی رہتے ہوئے کرنا چاہیے۔ نفسیاتی ودیگر امراض کے لیے جدید طریقہ علاج بھی درست ہے جب تک اس میں کوئی حرام چیز نہ ہو۔ ہمارے لیے یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ نفسیاتی علاج جب تک ایمان اور انابت الی اللہ سے نہ ہو اس سے مکمل شفایابی نہیں ہوتی۔ نفسیاتی علاج کے ایک ماہر کا کہنا ہے کہ ہمارے پاس مریض آتے ہیں جن میں سے بعض کو فائدہ نہیں ہوتا، ایک مدت کے بعد وہ بہتر نظر آتے ہیں اور جب ہم ان سے اس کے بارے میں پوچھتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم نے قرآن حکیم سے علاج کیا ہے۔

ہم نے " اَلْقَلَقُ وَ کَیْفَ نَتَخَلَّصُ مِنْهُ ؟" نامی کتاب کا مطالعہ کیا ہے جو ہمیں بہت پسند آئی، اس لیے کہ اس کے مؤلفین نے رنج وغم اور قلق کے علاج کو قرآن کریم سے مربوط کیا ہے اور اس مرض کے علاج کا انھوں نے جو طریقہ تجویز کیا وہ بہت ہی اچھا ہے اور مفید بھی ہے۔ (ان شاء اللہ!)

بندے پر گناہوں کے اثرات

گنہگار اور خطا کار پر اس کی نافرمانی اور گنہگاری کے اثرات دنیا و آخرت ہر دو جہاں میں نمایاں ہوتے ہیں۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''دنیا میں جو بھی بلا اور مصیبت نازل ہوتی ہے وہ صرف نافرمانی اور سرکشی کے سبب ہوتی ہے۔''

آج کل کتنے ایسے لوگ ہیں جو گناہ و معصیت کے قیدی بن چکے ہیں اور معصیت نے ان کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر اس طرح جکڑ دیا ہے کہ اس سے نکلنا ان کے لیے دشوار ہوگیا ہے اور شیاطین جن و انس نے ایسا گھیرا ڈالا ہے کہ ان کی زندگی تنگ اور برباد ہوچکی ہے۔ سحر زدہ اور آسیب زدہ لوگوں میں سے اکثر ایسے ملیں گے جو اللہ تعالیٰ سے دور ہوتے ہیں۔

نفسیاتی بیماریاں بہت زیادہ ہیں اور ان میں سے اکثر کا سبب اللہ تعالیٰ سے دوری اور برائیوں کا ارتکاب ہوتا ہے۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ آدمی کے قلب اور نفس پر گناہوں کے اثرات کے بارے میں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''گناہوں کے آثار میں سے ایک یہ ہے کہ گناہ گار بندہ گناہوں کی وجہ سے اپنے دل میں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک لاتعلقی اور اجنبیت سی محسوس کرتا ہے۔ اس اجنبیت کا موازنہ گناہوں کو چھوڑنے کی لذت سے نہیں کیا جا سکتا (یعنی گناہوں کو چھوڑنے کی ایک اپنی ہی لذت ہے) لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ بندہ پہلے گناہ کرلے اور پھر اس لذّت کو پانے کے لیے گناہ ترک کرے، کیونکہ اس طرح تو خطرہ ہے کہ بندہ (اپنے اور اللہ کے درمیان) اجنبیت اور لاتعلقی کا شکار ہو جائے

گا۔ تو جب گناہ کو چھوڑنے کی لذت بہت زیادہ ہے تو پھر عقل مند کے لائق یہی ہے کہ وہ گناہوں کو چھوڑ دے۔ ایک شخص نے کسی اللہ والے سے کہا کہ میں اپنے اور اللہ کے درمیان اپنے دل میں اجنبیت و لاتعلقی محسوس کرتا ہوں تو اس نے جواب دیا کہ یہ تیرے گناہوں کی وجہ سے ہے، تو انھیں چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو جا۔"

امام صاحب آگے فرماتے ہیں: "گناہ کی وجہ سے گناہ گار اور لوگوں کے درمیان ایک اجنبیت اور لاتعلقی پیدا ہو جاتی ہے، خصوصاً گناہ گار اور اہل خیر یعنی نیک لوگوں کے درمیان زیادہ ہوتی ہے۔ اس لاتعلقی کی وجہ سے گناہ گار اہل خیر کی مجالس سے دور رہتا ہے اور ان کی مجالس سے برکات حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے۔ یہ جس قدر اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دور ہوتا جاتا ہے، ان سے دلی تعلق توڑتا ہے اسی قدر یہ شیطان کے چیلوں کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ مزید گناہوں کی وجہ سے اس میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی بیوی بچوں اور عزیز و اقارب سے بھی لاتعلقی محسوس کرتا ہے حتیٰ کہ وہ اپنے آپ سے بھی بیزار ہو جاتا ہے۔"

امام صاحب مزید فرماتے ہیں: "نافرمان و خطا کار اپنے دل میں اندھیری رات کی سی تاریکی محسوس کرتا ہے اور جب اس کے دل میں موجود معصیت کی تاریکی اور بڑھ جاتی ہے، تو بصارت کی حس تاریکی کی مانند ہو جاتی ہے اس لیے کہ اطاعت و فرمانبرداری نور اور روشنی ہے جبکہ معصیت و سرکشی تاریکی و ظلمت ہے، جتنی تاریکی و ظلمت بڑھتی جائے گی اتنی ہی نافرمان کی حیرانی و پریشانی بڑھتی جائے گی۔"

نظر بد کا علاج

نظر بد کے علاج کے دو طریقے ہیں۔ پہلا طریقہ یہ ہے کہ جب نظر لگانے والا معلوم ہو جائے تو اس سے غسل کروایا جائے۔ یہ نظر بد کا سب سے بہتر علاج ہے، جب نظر لگانے والا غسل کر لے تو وہ پانی جس سے اس نے غسل کیا ہے اسے نظر بد سے متاثر شخص کے سر پر ڈال دیا جائے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ نظر لگانے والے کے پاس ایک ٹب (بڑے برتن) میں پانی لایا جائے، وہ اس میں سے اپنی ہتھیلی میں پانی لے کر کلی کرے اور کلی کا پانی اسی برتن میں ڈال دے، پھر اسی برتن میں اپنا منہ دھوئے، پھر اپنا بایاں ہاتھ اس میں ڈال کر داہنے ہاتھ کی ہتھیلی پر پانی ڈالے پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر اسی ٹب میں سے ایک مرتبہ پانی ڈالے پھر بائیں ہاتھ سے دائیں کہنی پر اور دائیں ہاتھ سے بائیں کہنی پر پانی ڈالے۔ اس کے بعد بائیں ہاتھ سے دائیں قدم اور دائیں ہاتھ سے بائیں قدم پر پانی ڈالے پھر بائیں ہاتھ سے دائیں گھٹنے پر اور دائیں ہاتھ سے بائیں گھٹنے پر پانی ڈالے۔ یہ سارا کام اس ٹب یا برتن کے اندر ہی ہونا چاہیے۔ آخر میں اپنی تہ بند کے اندرونی حصے کو بھی اس برتن میں دھوئے اور برتن کو زمین پر رکھے بغیر نظر زدہ آدمی کے سر پر پیچھے سے ایک ہی بار ڈال دیا جائے۔[1]

---

❶ العين حق لأحمد عبد الرحمن الشميمرى: ص٤٤ ـ سنن بيهقى: ٩/٢٥٢ـ

غسل کا یہ طریقہ نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے، حضرت امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اِغْتَسَلَ اَبِیْ سَھْلُ بْنُ حُنَیْفٍ بِالْخَرَارِ فَنَزَعَ جُبَّةً کَانَتْ عَلَیْهِ وَعَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ یَنْظُرُ اِلَیْهِ وَ کَانَ سَھْلٌ شَدِیْدُ الْبَیَاضِ حُسْنُ الْجِلْدِ وَقَالَ عَامِرٌ مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ جِلْدَ مُخْبَأَةٍ عَذْرَاءَ فَوُعِكَ سَھْلٌ مَکَانَهُ وَاشْتَدَّ وَعْکُهُ فَاُخْبِرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِوَعْکِهٖ فَقِیْلَ لَهُ مَا یَرْفَعُ رَأْسَهُ فَقَالَ هَلْ تَتَّھِمُوْنَ لَهُ اَحَدًا ؟ قَالُوْا عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَةَ فَدَعَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَتَغَیَّظَ عَلَیْهِ فَقَالَ عَلَامَ یَقْتُلُ اَحَدُکُمْ اَخَاهُ ؟ اَلَا بَرَّکْتَ اِغْتَسِلْ لَهُ فَغَسَلَ عَامِرٌ وَجْھَهُ وَیَدَیْهِ وَمِرْفَقَیْهِ وَ رُکْبَتَیْهِ وَاَطْرَافَ رِجْلَیْهِ وَدَاخِلَةَ اِزَارِهٖ فِیْ قَدَحٍ ثُمَّ صُبَّ عَلَیْهِ مِنْ وَّرَآءِهٖ فَبَرِئَ سَھْلٌ مِنْ سَاعَتِهٖ)) [1]

”میرے باپ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ نے خزار جگہ میں بہتے ہوئے پانی میں غسل کے ارادے سے اپنا کپڑا اتارا تو عامر بن ربیعہ (رضی اللہ عنہ) انھیں دیکھ رہے تھے، میرے والد محترم بہت زیادہ خوبصورت اورگورے چٹے تھے۔ عامر بن ربیعہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا: ”اس کی خوبصورتی ایک ماہ پارہ دوشیزہ کی طرح ہے، اتنا خوبصورت جسم میں نے آج تک نہیں دیکھا۔“ بس یہ کہنا تھا کہ سہل بن حنیف (رضی اللہ عنہ) وہیں گر پڑے اور انھیں سخت بخار ہوگیا، ان کی بیماری کی خبر رسول اکرم ﷺ کو دی گئی اور بتایا گیا کہ وہ سر نہیں اٹھا رہے (یعنی بہت زیادہ

---

1 مؤطا امام مالك، كتاب العين، باب الوضوء من العين : ١ ـ صحيح الجامع الصغير : ٤٠٢٠ ـ ابن ماجه : ٣٥٠٩)

بیمار ہیں) آپ ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم لوگوں کو کسی آدمی پر شک ہے کہ اس کی وجہ سے ایسا ہوا ہے؟'' لوگوں نے کہا: ''ہاں! عامر بن ربیعہ (رضی اللہ عنہ) کی وجہ سے ایسا ہوا ہے۔'' آپ ﷺ نے انھیں بلایا اور غصے سے فرمایا: ''آخر تم میں سے کوئی اپنے ہی بھائی کو کیوں ہلاک کرتا ہے؟ اس کے لیے تم نے برکت کی دعا کیوں نہیں کی؟ اس کے لیے غسل کرو۔'' تب جناب عامر (رضی اللہ عنہ) نے اپنا چہرہ، دونوں کہنیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں اور اپنی تہ بند کا اندرونی حصہ ایک برتن میں دھویا، پھر وہی پانی جناب سہل (رضی اللہ عنہ) پر پیچھے سے انڈیل دیا گیا اور وہ اسی وقت شفایاب ہو گئے۔''

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

((اِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا)) ①

''جب کوئی تم سے (نظر بد کی وجہ سے) غسل کروائے تو تم اس کے لیے غسل کرو۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نظر لگانے والے کو وضو کا حکم دیا جاتا تھا پھر نظر سے متاثر ہونے والا اس پانی سے غسل کیا کرتا تھا۔'' ②

نظر بد والے کی پہچان اور اس کا شرعی حکم:

نظر بد والے کو پہچاننے کے چند طریقے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر درج ذیل ہے:۔

① وہ عوام الناس میں نظر بد کے حوالے سے مشہور و معروف ہوگا۔ جس مجلس میں ایسا

❶ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی: ۲۱۸۸۔

❷ ابوداؤد، کتاب الطب، باب ما جاء فی العین: ۳۸۸۰۔

شخص ہوگا اگر اس میں کسی کو نظر لگ جائے تو غالب گمان یہی ہوگا کہ یہ نظر اس کی لگی ہے۔

② کبھی نظر لگانے والے کی گفتگو سے بھی پتا چل جاتا ہے کہ وہ کسی کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے، جس کے بارے میں وہ گفتگو کر رہا ہے وہ اس وقت موجود بھی ہوسکتا ہے اور نہیں بھی۔ اگر وہ نظر لگنے والے کے سامنے گفتگو کر رہا ہے تو وہ خود اسے غسل کے لیے کہے اور اگر وہ وہاں موجود نہیں تو جس کی موجودگی میں نظر لگانے والا باتیں کر رہا ہے وہ اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کی نصیحت کرے لیکن اگر اسے علم ہو جائے کہ یہ شخص جس کے بارے میں باتیں کر رہا تھا اسے اس کی نظر لگ گئی ہے تو پھر اسے چاہیے کہ نظر لگانے والے کو غسل کا حکم دے۔

پہچان کر لینے کے بعد نظر لگانے والے کا سامنا:

نظر زدہ یا اس کے عزیز و اقارب کو سب سے بڑی پریشانی یہ لاحق ہوتی ہے کہ وہ نظر لگانے والے کا سامنا کیسے کریں؟ وہ اس کے اور اس کے اہل و عیال کے غیظ و غضب سے خوف زدہ رہتے ہیں اور انھیں یہ ڈر بھی رہتا ہے کہ کہیں یہ قطع رحمی کا سبب نہ بن جائے۔ تو اس کا حل درج ذیل ہے:۔

① نظر بد والے کی پہچان کے سلسلے میں اچھی طرح تحقیق کر لینا ضروری ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے کیا تھا کہ جب عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی نظر سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو لگی تھی۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے اس ضمن میں دریافت فرمایا تو لوگوں نے جواب دیا کہ نظر لگانے والے عامر بن ربیعہ (رضی اللہ عنہ) ہیں، تب آپ ﷺ نے انھیں بلایا۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں سے تصدیق کرائی تھی جو وہاں موجود تھے اور یہ تحقیق یا تو اس بات سے ہوگی جو نظر لگانے والے نے کہی ہو یا اس کے بارے کسی اور کے ذریعے سے معلوم ہو یا کوئی قرینہ ہو جو

نظر لگانے والے کی نظر بد پر دلالت کرے۔

② اگر پوری تحقیق نہ ہو سکے تو غالب گمان کے مطابق عمل کیا جائے گا۔

③ نظر لگانے والے کو دیکھا جائے گا، اگر وہ ان لوگوں میں سے ہو جن کو اللہ تعالیٰ کا خوف ہے اور سامنے آنے کے لیے تیار ہے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے سے اس سے کھلے طور پر بات کی جائے گی۔

④ جب کسی شخص کے بارے میں صرف گمان ہو اور یہ ڈر بھی ہو کہ اگر اس سے بالمشافہ اس سلسلے میں بات کریں گے تو وہ ناراض ہو جائے گا تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ سے ڈرایا جائے گا اور اس کے کسی بہت ہی قریبی دوست کو بھیج کر نظر زدہ کے لیے ہمدردی کا مطالبہ کیا جائے گا۔

⑤ اگر نظر لگانے والا غسل سے انکار کر دے تو کیا اس پر جبر و زبردستی کی جائے گی؟ اس سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام مازری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''میرے نزدیک اس کے لیے غسل کرنا واجب ہے، خصوصاً ایسے وقت میں جب نظر زدہ ہلاکت کے قریب ہو تو نظرِ لگانے والے پر واجب ہے کہ وہ غسل کرے اور ایک ہلاکت کے قریب شخص کو ہلاکت کے گڑھے سے نکال لے۔''[1]

نظر بد سے نجات کے لیے دم کرنا:

نظر بد کے علاج کا دوسرا طریقہ شرعی دم ہے جس سے متعلق نبی کریم ﷺ سے صحیح احادیث مروی ہیں، جن میں سے چند ایک کا ذکر یہاں کیا جا رہا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

❶ شرح النووی: ۳۷/۵۔

((اَمَرَنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ اَمَرَ اَنْ یُّسْتَرْقَی مِنَ الْعَیْنِ)) ①

''نبی کریم ﷺ نے ہمیں نظر بد کی وجہ سے دم کرنے کا حکم دیا ہے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِی الرُّقْیَۃِ مِنَ الْحُمَۃِ وَالْعَیْنِ وَالنَّمْلَۃِ)) ②

''نبی کریم ﷺ نے ڈنک لگنے، نظر لگنے اور نملہ (پہلو کی پھنسیوں، پھوڑوں) کی وجہ سے دم کرنے کی رخصت دی ہے۔''

اسی طرح سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُعَوِّذُ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ وَیَقُوْلُ : اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ وَیَقُوْلُ ھٰکَذَا کَانَ اِبْرَاھِیْمُ یُعَوِّذُ اِسْحَاقَ وَاِسْمَاعِیْلَ عَلَیْھِمَ السَّلَامُ)) ③

''نبی اکرم ﷺ حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو یہ دعا پڑھ کر دم کیا کرتے تھے:

((اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ))

---

❶ بخاری، کتاب الطب، باب رقیة العین : ٥٧٣٨۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقیة من العین ...... الخ : ٢١٩٥۔

❷ صحیح مسلم، کتاب السلام، استحباب الرقیة من العین : ٢١٩٦۔

❸ صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب : ٣٣٧١۔ ابو داوٗد، کتاب السنة، باب فی القرآن : ٤٧٣٧۔ ابن ماجه، کتاب الطب، باب ما عوذ به النبی ﷺ : ٣٥٢٥۔

''میں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے مکمل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان سے، ہر زہریلی چیز سے اور ہر لگ جانے والی نظر سے۔''

اور آپ ﷺ فرماتے تھے: ''سیدنا ابراہیم (علیہ السلام) بھی اسحاق و اسماعیل (علیہما السلام) کے لیے یہی دعا پڑھتے تھے۔''

نظر بد کے علاج کے لیے دعائیں:

نظر بد سے بچاؤ کے لیے کئی ایک مسنون دعائیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:۔

① ((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ))[1]

''میں اللہ کے نام سے تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تجھے ایذا پہنچاتی ہے ہر نفس کے شر سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے، اللہ تجھے شفا دے، میں اللہ کے نام سے تجھے دم کرتا ہوں۔''

② ((بِسْمِ اللّٰهِ يُبْرِيْكَ وَمِنْ كُلِّ دَاءٍ يَشْفِيْكَ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ وَ شَرِّ كُلِّ ذِيْ عَيْنٍ))[2]

''میں اللہ کے نام کے ساتھ (دم کرتا ہوں) وہ تجھ کو نجات دے اور ہر تکلیف سے تجھ کو شفا دے اور ہر حاسد کے شر سے بچائے جب وہ حسد کرے اور ہر بری نظر والے کے شر سے تجھے محفوظ رکھے۔''

---

❶ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی : ۲۱۸٦۔ صحیح الجامع الصغیر : ۷۰ ۔ مسند احمد : ۲۸/۳۔

❷ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی : ۲۱۸۵۔

③ «اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ»[1]

''میں اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ ان تمام چیزوں کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جو اس نے پیدا کی ہیں۔''

④ «اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّ هَامَّةٍ وَ مِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ»[2]

''میں ہر شیطان اور زہریلے جانور اور ہر لگ جانے والی نظر سے اللہ کے مکمل کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔''

⑤ «اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّ لَا فَاجِرٌ مِّنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْأَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقٌ يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ!»[3]

''میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے کامل کلمات کے ساتھ جن سے آگے نہ نیک بڑھ سکتا ہے اور نہ بد، ہر اس چیز کے شر سے جو پیدا ہوئی اور عدم سے وجود میں آئی اور ہر اس چیز کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جو آسمان پر جاتی ہے اور ہر اس چیز کے شر سے جو زمین میں داخل ہوتی ہے اور نکلتی ہے اور ہر اس چیز کے شر سے جو رات اور دن کے کسی بھی حصے میں آتی ہے مگر وہ رات کو

---

❶ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فی التعوذ من سوء القضاء: ۲۷۰۹۔ ابو داوٗد، کتاب الطب، باب کیف الرقی: ۳۸۹۸۔ ترمذی: ۳۶۰۴۔

❷ صحیح بخاری، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب: ۳۳۷۱۔

❸ مؤطا امام مالك، كتاب الشعر، باب ما يؤمروا به من التعوذ عند النوم: ۱۲۔ مسند احمد: ۴۱۹/۳۔ مجمع الزوائد: ۱۳۰/۱۰۔ صحیح الجامع الصغیر: ۷۴۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة: ۸۴۰۔

آنے والا جو خیریت سے آئے اے رحمٰن!۔''

⑥ ((اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ وَ شَرِّ عِبَادِهٖ وَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ))[1]

''میں اللہ کے مکمل کلمات کی پناہ پکڑتا ہوں اس کے غصے اور اس کی سزا سے اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانوں کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ میرے پاس حاضر ہوں۔''

⑦ ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَأْثَمَ وَالْمَغْرَمَ اَللّٰهُمَّ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَ لَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ))

''اے اللہ! میں پناہ مانگتا ہوں تیرے عزت والے چہرے اور تیرے مکمل تاثیر والے کلمات کے ساتھ اس چیز کے شر سے جس کی پیشانی تو پکڑے ہوئے ہے۔ اے اللہ! گناہوں اور تاوان کو تو ہی دور کرنے والا ہے۔ اے اللہ! تیرا لشکر شکست نہیں کھا سکتا اور تیرے وعدے کی خلاف ورزی بھی نہیں ہو سکتی، تو پاک ہے اپنی حمد کے ساتھ۔''

⑧ ((اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِیْ لَا شَیْءَ اَعْظَمُ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَبِاَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاً وَبَرَاً وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِیْ شَرٍّ لَا اُطِيْقُ شَرَّهٗ وَمِنْ

---

❶ ابو داوٗد، کتاب الطب، باب کیف الرقی : ۳۸۹۳۔ ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء الفزع فی النوم : ۳۵۲۸۔ مسند احمد : ۲/۱۸۱)

شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ))

''میں پناہ مانگتا ہوں عظمت والے اللہ کے چہرے کے ساتھ جس سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے اور اس کے کامل کلمات کے ساتھ جن سے آگے نہ نیک بڑھ سکتا ہے نہ بد۔ اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کے اسمائے حسنٰی کے ساتھ جن کا مجھے علم ہے اور جن کا مجھے علم نہیں، ہر اس چیز کے شر سے جو پیدا ہوئی اور عدم سے وجود میں آئی اور ہر اس چیز کے شر سے جس کے شر (سے مقابلہ) کی مجھ میں طاقت نہیں اور ہر شریر کے شر سے کہ تو ہی اسے پیشانی سے پکڑنے والا ہے، بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔''

⑨ ((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ مَا شَاءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَأْ لَمْ يَكُنْ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ وَشَرِّ الشَّيْطَانِ وَشِرْكِهٖ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَآبَّةٍ اَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ))

''اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی الٰہ نہیں، تجھ پر میں نے توکل کیا اور تو رب ہے عرش عظیم کا۔ جو اللہ چاہے وہ ہوتا ہے جو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ (مجھ میں) نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی قوت مگر اللہ عظیم کی توفیق کے ساتھ۔ میں جانتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر شے پر قدرت رکھتا ہے اور بے شک اللہ نے اپنے علم کے ساتھ ہر شے کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر شے کی گنتی کر رکھی ہے۔ اے اللہ! میں آپ کی پناہ میں آتا ہوں اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر سے اور اس کی شرکت سے اور ہر چوپائے کے شر

سے جس کی پیشانی کو تو پکڑے ہوئے ہے، بے شک میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔“

⑩ ((تَحَصَّنْتُ بِاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلٰهِيْ وَاِلٰهُ كُلِّ شَيْءٍ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّيْ وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَّ تَوَكَّلْتُ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَاسْتَدْفَعْتُ الشَّرَّ بِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، حَسْبِيَ اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ، حَسْبِيَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ، حَسْبِيَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِ، حَسْبِيَ الرَّازِقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِ، حَسْبِيَ اللّٰهُ هُوَ حَسْبِيْ، حَسْبِيَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ، حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى، سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ دَعَا وَلَيْسَ وَرَاءَ اللّٰهِ مَرْمًى، حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ))

”میں اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ میرا اور ہر چیز کا مشکل کشا ہے، میں اپنے اور ہر چیز کے رب کی مہربانی سے گناہ سے باز رہتا ہوں اور میں نے بھروسا کیا اس زندہ وجاوید ہستی پر جسے کبھی موت نہیں آئے گی اور میں تمام قسم کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا کرتا ہوں اللہ بزرگ و برتر کے ساتھ جس کی توفیق کے بغیر نہ نیکی کرنے کی طاقت ہے اور نہ برائی سے بچنے کی ہمت، مجھے اللہ کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے، کافی ہے مجھے میرا پروردگار تمام بندوں سے، کافی ہے مجھے میرا خالق تمام مخلوق سے، کافی ہے مجھے میرا رازق تمام رزق مہیا کیے گئے لوگوں سے، کافی ہے مجھے میرا اللہ، وہی مجھے کافی ہے، کافی ہے مجھے وہ ذات جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے ہر چیز کی، وہ پناہ دیتا ہے نہیں پناہ دی جاتی اس کے مقابلے میں، کافی ہے مجھے میرا اللہ، سن لیا اللہ نے اس شخص کی دعا کو جس نے اس کو پکارا، اللہ کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر میں نے بھروسا کیا اور وہی عرش

عظیم کا مالک اور پروردگار ہے۔''

جس شخص نے ان مذکورہ دعاؤں پر عمل کیا اور پڑھا ہے وہ ان دعاؤں کی ضرورت اور فوائد کو بہتر طور پر سمجھتا ہے۔ یہ نظر بد کو اثر انداز ہونے سے روکتی ہیں اور اگر کسی پر اس کا اثر ہو چکا ہو تو اسے ختم کر دیتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ آپ اسے ایمان ویقین کی قوت کے ساتھ پڑھیں اور عمل پیرا ہوں، آپ کا ایمان ویقین جتنا مضبوط ہوگا، جتنی تیاری ومحنت کے ساتھ آپ پڑھیں گے اور عمل کریں گے اتنا ہی اس کا اثر ہوگا۔ ان دعاؤں کو آپ ایک ہتھیار اور اسلحہ سمجھیں، آپ جتنی قوت سے ہتھیار یا اسلحہ استعمال کریں گے اتنا ہی گہرا اس کا زخم اور اثر ہوگا۔

باب ششم

حسد کا بیان

حسد کی تعریف:

حسد کا لغوی معنی ہے زوال نعمت کی تمنا کرنا یا دوسرے سے نعمت کے زوال اور اپنے لیے حصول کی تمنا کرنا۔ یعنی اپنے کسی بھائی پر کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ وہ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے۔

حسد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ وہ اس نعمت سے محروم ہو جائے اگرچہ اسے بھی وہ نعمت حاصل نہ ہو یا یہ تمنا کرے کہ کسی دوسرے کو کوئی نعمت حاصل ہی نہ ہو۔

رشک:

رشک کے معنی ہیں کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کی نعمت کو دیکھ کر یہ تمنا کرے کہ اسے بھی ویسی ہی نعمت حاصل ہو جائے اور دوسرے کی نعمت بھی برقرار رہے۔[1]

حسد کا ثبوت قرآن سے:

قرآن وسنت سے لوگوں میں حسد کا پایا جانا ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا

---

❶ لسان العرب: ۳/۱٤۸، ۱٤۹۔

حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ ﴾ (البقرۃ : ۱۰۹)

''ان اہل کتاب میں سے اکثر لوگ (باوجود حق واضح ہو جانے کے) محض حسد وبغض کی بنا پر تمھیں بھی ایمان سے ہٹا کر کافر بنا دینا چاہتے ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿ اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ آتَاهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ (النساء: ۵۴)

''یا یہ (یہودی) لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انھیں دیا ہے۔''

حسد کا ثبوت احادیث سے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ))[1]

''حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے (یعنی جلا ڈالتی ہے)۔''

ایک اور موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَقَاطَعُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا وَلَا تَدَابَرُوْا وَكُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰهِ إِخْوَانًا))[2]

''(اے لوگو!) آپس میں ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، نہ آپس میں قطع تعلق کرو، نہ بغض رکھو اور نہ ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرو، بلکہ اللہ تعالیٰ کے نیک

---

❶ ابو داوٗد، کتاب الأدب ، باب في الحسد : ۴۹۰۳۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب الحسد : ۴۲۱۰۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف ابو داوٗد : ۴۹۰۳۔

❷ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تحریم الظن والتجسس : ۲۵۶۳۔

بندے اور بھائی بن کر رہو۔''

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّهُ سَيُصِيبُ أُمَّتِي دَاءُ الْأُمَمِ قَالُوا وَمَا دَاءُ الْأُمَمِ؟ قَالَ الْأَشَرُ وَالْبَطَرُ وَالتَّكَاثُرُ وَالتَّنَافُسُ فِي الدُّنْيَا وَالتَّبَاعُدُ وَ التَّحَاسُدُ حَتّٰى يَكُونَ الْبَغْيُ ثُمَّ الْهَرَجُ)) ①

''عنقریب میری امت کو دیگر امتوں کی سی بیماریاں لگ جائیں گی۔'' لوگوں نے پوچھا: ''وہ بیماریاں کیا ہیں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''برائیاں عام ہوں گی، حق کا انکار کیا جائے گا، مال و اولاد کی کثرت پر لوگ فخر کریں گے، دنیاداری میں سبقت لے جانے کی کوشش کریں گے، ایک دوسرے سے قطع تعلق اور حسد کریں گے یہاں تک کہ سرکشی و بغاوت پیدا ہوگی، پھر قتل و غارت ہوگی۔''

حاسد اور نظر لگانے والے میں فرق:

نظر بد لگانے والا اور حاسد دونوں ایک چیز میں مشترک ہیں اور ایک میں مختلف ہیں۔ دونوں میں قدر مشترک یہ ہے کہ ان دونوں کا مقصد اپنے نفس اور توجہ کی خاص کیفیت سے دوسرے کو اذیت میں مبتلا کرنا ہوتا ہے۔ نظر لگانے والے شخص کے نفس میں کسی چیز کو دیکھ کر یا اس کی موجودگی میں وہ خاص کیفیت پیدا ہوتی ہے جبکہ حاسد کا حسد محسود کی موجودگی و عدم موجودگی دونوں صورتوں میں نقصان پہنچاتا رہتا ہے۔ لیکن ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ نظر لگانے والا شخص کبھی کبھی ایسی چیزوں کو دیکھتا ہے جن سے اسے کسی قسم کا حسد نہیں ہوتا اور وہ انھیں کسی قسم کا نقصان وضرر بھی پہنچانا نہیں چاہتا، جیسے کوئی جانور اور کھیتی وغیرہ اگرچہ

① صحيح الجامع الصغير للالباني: ٣٦٥٨۔ سلسلة الأحاديث الصحيحة: ٦٨٠۔ مستدرك حاكم: ١٦٨/٤۔ مجمع الزوائد: ٣٠٨/٧۔

وہ ان کے مالک سے حسد نہ رکھتا ہو لیکن اس کا حیرت واستعجاب اور پسندیدگی سے گھور کر تیز نظروں سے دیکھنا ہی قاتل ثابت ہو جاتا ہے جبکہ اس کے نفس میں ساتھ ہی وہ کیفیت اور ہیئت بھی پیدا ہو جاتی ہے جو دوسرے کو ہلاک کر دیتی ہے۔[1]

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حاسد نظر لگانے والے کے مقابلے میں عام ہے یعنی ہر نظر لگانے والا حاسد ہو سکتا ہے لیکن ہر حاسد نظر لگانے والا نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی شخص حاسد کے شر سے اللہ کی پناہ طلب کرے تو گویا وہ نظر لگانے والے کے شر سے بھی پناہ طلب کر رہا ہے۔

حسد کے مراتب:

حسد کے تین مراتب ہیں:۔

① دوسرے کی نعمت چھن جانے کی تمنا کرنا، یہ انتہائی خطرناک اور سخت حرام ہے۔

② کسی کے لیے یہ تمنا کرنا کہ وہ ہمیشہ نعمت سے محروم رہے یعنی انسان یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ کسی کو کسی نعمت سے نہ نوازے بلکہ جو جس پریشانی میں ہے وہ اس میں مبتلا رہے، یہ بھی حرام ہے۔

③ تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ آدمی یہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے بھی ان نعمتوں سے نواز دے جن نعمتوں سے اس نے دوسروں کو نوازا ہے۔ اس طرح کی تمنا کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ایسا آدمی قابل ملامت نہیں ہے بلکہ اس کا معنی "منافسة" (رغبت رکھنا) کے قریب ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴾ (المطففين: ٢٦)

"رغبت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس (جنت) میں رغبت کریں۔"

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] تفسير سورة الفلق لمحمد بن عبد الوهاب: ص ۲۹، ۳۰۔

((لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَهُ عَلٰى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ وَ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يَقْضِي بِهَا وَ يُعَلِّمُهَا النَّاسَ))①

''صرف دو چیزوں میں حسد یعنی رشک جائز ہے، ایک وہ آدمی کہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا اور راہ حق میں خرچ کرنے کی توفیق بخشی اور دوسرے وہ آدمی کہ جسے اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت سے نوازا، جس سے وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کرتا ہے اور انھیں تعلیم دیتا ہے۔''

حسد کے اسباب:

حسد کے چند اسباب ہیں جو اس کے معاونین اور طبیعت وفطرت کو غذا اور قوت فراہم کرتے ہیں، جس سے حاسد کا دل، جس سے وہ حسد کرتا ہے، اس کے خلاف غیظ وغضب سے بھر کر سیاہ ہوجاتا ہے اور مخالف کے قتل پر بھی آمادہ ہوجاتا ہے۔

انہی اسباب میں سے چند اہم اسباب کا ذکر کیا جارہا ہے:۔

① دنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ کی تقسیم وتقدیر پر راضی وقانع نہ ہونا، ایسا شخص ہمیشہ غم وغصے میں رہتا ہے اور سوچتا رہتا ہے کہ فلاں کے پاس مال و دولت ہے، میرے پاس کیوں نہیں ہے؟ اور فلاں قابل قدر و منزلت ہے میں کیوں نہیں ہوں؟ تمام باتیں وہ اسی طرح سوچتا رہتا ہے۔

② کینہ وبغض اور عداوت رکھنے والا شخص اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت مخالف کے پاس دیکھنا قطعی پسند نہیں کرتا، بلکہ اس کی خواہش اس کے برعکس ہوتی ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے:

---

❷ مسند احمد : ۳۸۵/۱۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الاغتباط فی العلم والحکمة : ۷۳۔ صحیح مسلم : ۸۱٦۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی : ۷٤۸۹۔

﴿ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ﴾ (آل عمران: ۱۲۰)

”اور اگر تمھیں رنج پہنچے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔“

اور یہ سبب اسے مخالف کو قتل کرنے، اس کی جائداد ہڑپ کرنے اور تذلیل و توہین کرنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔

③ حسد کا ایک سبب خود پسندی ہے، یہ ایک ایسا مہلک مرض ہے جو خود پسند شخص کو حسد بلکہ حق کے انکار پر آمادہ کر دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ ﴾ (الاعراف: ٦٣)

”کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا ہے کہ تمھی میں سے ایک شخص کے ہاتھ تمھارے پروردگار کی طرف سے تمھارے پاس نصیحت آئی۔“

اسی طرح خود پسند اور مغرور شخص کسی دوسرے کو اپنے سے آگے بڑھا ہوا دیکھنا پسند نہیں کرتا۔

④ ہم پیشہ و ہم منصب ہونا بھی حسد کا باعث بن جاتا ہے۔ جیسے ایک ہی جماعت اور معاشرہ میں اہل علم کا ایک دوسرے سے حسد کرنا اور ایک تاجر کا دوسرے تاجر سے حسد کرنا وغیرہ۔ یہ آپس میں حسد کرتے ہیں کسی دوسرے معاشرے اور دوسرے پیشے سے تعلق رکھنے والے سے حسد نہیں کرتے۔

حسد کا علاج:

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ حسد ایک خطرناک مرض ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کا علاج کیا ہے؟ تو اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے:۔

① حاسد کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ اس نے مومنین سے حسد کر کے اللہ کے دشمنوں کی مشارکت اختیار کی ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے دشمن مومنین پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا

اثر دیکھنا ناپسند کرتے ہیں اور وہ بھی ان کا شریک کار ٹھہرا ہے۔

② حاسد یہ بھی جان لے کہ اس کا حسد مخالف کو کوئی ضرر و نقصان نہیں پہنچا سکے گا، بلکہ حسد کی وجہ سے اس کا تمام تر حزن وملال اور غم وغصہ اور قلق اسی کے لیے نقصان دہ ثابت ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ تمام حاسدین کی خواہش کے مطابق کام کر دے تو مخالفین پر کوئی بھی نعمت باقی نہ رہے۔

③ اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر مکمل طور پر راضی ہونا اور دنیا کی کسی چیز کے فوت ہونے یا نہ ملنے پر قطعی افسوس نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ اس کا انجام کار آخر فنا و زوال ایک لازمی امر ہے، ساتھ ہی حاسد اس بات کو بھی ذہن میں رکھے کہ اس کا حسد اللہ تعالیٰ کے حکم اور قضا و قدر کے خلاف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَةَ رَبِّكَ نَحۡنُ قَسَمۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّعِيۡشَتَهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَرَفَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ فَوۡقَ بَعۡضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَـتَّخِذَ بَعۡضُهُمۡ بَعۡضًا سُخۡرِيًّا وَرَحۡمَتُ رَبِّكَ خَيۡرٌ مِّمَّا يَجۡمَعُوۡنَ ﴾ (الزخرف: ۳۲)

''کیا یہ لوگ تمھارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں؟ ہم نے ان میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کیے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے اور جو کچھ (مال ومتاع) یہ جمع کرتے ہیں تمھارے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔''

معاشرے پر حسد کا اثر:

حسد ایک بیماری ہے جو سابقہ امتوں سے چلی آرہی ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((دَبَّ اِلَیْکُمْ دَاءُ الْاُمَمِ قَبْلَکُمْ الْحَسَدُ وَالْبَغْضَاءُ)) ①

''آہستہ آہستہ پہلی امتوں کی بیماریاں تم میں سرایت کر جائیں گی اور وہ حسد اور بغض ہیں۔''

اور جس امت میں حسد کی بیماری پیدا ہو جائے وہ تباہ و برباد ہو جاتی ہے، اس کی عظمت و بلندی نیست و نابود ہو جاتی ہے، قوت و سلطنت ختم ہو جاتی ہے، لوگوں میں مکر و فریب اور چالبازی آ جاتی ہے اور ایک دوسرے پر برتری جتانا اور بغض وعداوت بالکل عام سی چیز ہو جاتی ہے۔ غرضیکہ اس معاشرہ کی زندگی جہنم بن جاتی ہے، اس لیے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور کینہ وکدورت کی میل کچیل سے اپنے دل کو صاف کر کے اپنے افکار و خیالات اور کردار درست کر لے اور معاملات کو سنوار کر رسول اکرم ﷺ کی سنت کے سانچے میں ڈھل جائے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا)) ②

''ایک مسلمان دوسرے کے لیے عمارت کی مانند ہے جس کا بعض حصہ بعض کو تقویت دیتا ہے۔''

اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ)) ③

---

❶ ترمذی، کتاب صفة القيامة والرقائق، باب فی فضل صلاح ذات البين: ٢٥١٠۔ صحيح-الجامع الصغير للالبانی۔ ٣٣٦١۔ الا ارواء الغليل: ٧٧٧۔ مسند احمد: ١٦٤/١۔

❷ صحيح بخاری، کتاب الصلوة، باب تشبيك الأصابع فی المسجد: ٤٨١۔ صحيح مسلم، کتاب البر والصلة، باب تراحم المؤمنين: ٢٥٨٥۔

❸ صحيح بخاری، کتاب الإيمان، باب من الإيمان أن يحب لإخيه ما يحب لنفسه: ١٣۔ صحيح مسلم، کتاب الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لإخيه: ٤٥۔

”کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴾ (النساء:۳۲)

”اور جس چیز میں اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو، مردوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انھوں نے کیے اور عورتوں کو ان کاموں کا ثواب ہے جو انھوں نے کیے اور اللہ سے اس کا فضل مانگتے رہو، کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔“

ہر برے شخص کو، وہ حاسد ہو یا نظر لگانے والا یا کسی اور برائی میں مبتلا، اسے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ یہ امراض انتہائی خطرناک اور مہلک ہیں جو افراد کے ساتھ ساتھ پورے معاشرہ کے لیے ضرر رساں ہیں۔ خصوصاً حاسد اور نظر بد والے کو اس کا تدارک اور علاج دوسروں کے مقابل زیادہ کرنا چاہیے۔

باب ہفتم

عرب علماء کے فتاویٰ

اس جگہ عرب علمائے کرام کے جادو ٹونے اور نظر بد وغیرہ سے متعلق فتاویٰ نقل کیے جا رہے ہیں۔ ان میں سے چند فتاویٰ "اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء" کی جانب سے جاری ہوئے ہیں اور کچھ فضیلۃ الشیخ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے خصوصی فتاویٰ ہیں۔

تعویذ باندھنے کا حکم:

سوال کیا قرآن کی کوئی آیت لکھ کر بازو وغیرہ پر باندھی جا سکتی ہے؟ اور کیا اس آیت کی کتابت کو پانی میں حل کر کے اس پانی کو پیا اور جسم پر چھڑکا جا سکتا ہے؟ یا اس پانی سے غسل کیا جا سکتا ہے؟ کیا یہ شرک ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ وضاحت فرمائیں۔

جواب کسی تکلیف سے حفاظت کے لیے جس سے انسان ڈرتا ہے یا کسی آئی ہوئی تکلیف کو دور کرنے کے لیے قرآن پاک کی کسی آیت یا پورے قرآن پاک کو تعویذ بنا کر بازو وغیرہ پر باندھنا، یہ ان مسائل میں سے ہے جن کے بارے میں سلف صالحین کے درمیان اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض نے اس سے منع کیا ہے اور اسے ان تعویذوں میں سے قرار دیا ہے جن کا لٹکانا ممنوع ہے، اس وجہ سے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے عموم میں داخل ہے:

((اِنَّ الرُّقٰی وَالتِّمَائِمَ وَالتِّوَلَةَ شِرْكٌ))[1]

''بے شک (شرکیہ) دم، تعویذ اور محبت کے تعویذ شرک ہیں۔''

تعویذ سے منع کرنے والے علماء کا کہنا ہے کہ اس عموم میں سے غیر قرآن سے تعویذ لٹکانے کو خاص کرنے کی کوئی دلیل نہیں ہے، لہٰذا قرآن سے تعویذ لٹکانے کی ممانعت غیر قرآن سے تعویذ لٹکانے کے سدباب کے طور پر ہے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تعویذ وغیرہ کے طور پر بندھی ہوئی چیز کی توہین کا غالب امکان ہے کیونکہ وہ اس کو پاخانہ، پیشاب اور جماع وغیرہ کے وقت اتارے گا نہیں۔ یہ قول عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں کا ہے اور ایک روایت میں احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے، اسی کو ان کے بہت سے اصحاب نے اختیار کیا اور متاخرین نے اس کو قطعی قرار دیا ہے۔

اور بعض علماء قرآن اور اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات سے تعویذ لٹکانا جائز قرار دیتے ہیں اور اس بارے میں رخصت کے قائل ہیں جیسے عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما اور یہی قول ابوجعفر باقر اور ایک دوسری روایت میں احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کا ہے۔ ان لوگوں نے ممانعت کی حدیث کو شرکیہ تعویذ پر محمول کیا ہے۔ لیکن پہلا قول دلیل کے اعتبار سے زیادہ قوی اور عقیدہ کی حفاظت کے لیے زیادہ بہتر ہے کیونکہ اس میں دائرۂ توحید کی حفاظت اور اس کے لیے بہتری ہے اور ابن عمرو رضی اللہ عنہ سے جو مروی ہے اس کا مقصد صرف بچوں کو قرآن حفظ کرانا ہے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ قرآن کو تختیوں پر لکھ کر اسے بچوں کے گلے میں بطور تعویذ لٹکانا تھا کہ اس سے تکلیف کو دور کیا جائے اور اس کے ذریعے فائدہ حاصل کیا جائے۔

رہا یہ مسئلہ کہ اس تحریر کو پانی وغیرہ میں حل کر کے اس پانی کو جسم پر چھڑکنا یا اس پانی

---

[1] ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی تعلیق التمائم : ۳۸۸۳۔ ابن ماجه : ۳۵۳۰۔ مسند احمد : ۳۸۱/۱۔

کے ذریعے اسے غسل دلانا، اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی حدیث ثابت نہیں ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ قرآن اور دعاؤں سے کچھ کلمات لکھتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ جسے بیماری ہو اسے پلایا جائے لیکن یہ روایت ان سے ثابت نہیں ہے۔ امام مالک نے ''موطا'' میں روایت کیا ہے کہ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو غسل کرتے دیکھا اور کہا: ''میں نے اتنا خوبصورت جسم آج سے قبل کبھی نہیں دیکھا۔'' اس کے بعد سہل رضی اللہ عنہ زمین پر گر گئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے گئے۔ آپ سے کہا گیا: ''یارسول اللہ! کیا آپ سہیل بن حنیف کے بارے میں کچھ کر سکتے ہیں؟ اللہ کی قسم وہ سر نہیں اٹھاتے۔'' آپ ﷺ نے پوچھا: ''تمھیں کس پر شک و شبہ ہے؟'' انھوں نے کہا: ''عامر بن ربیعہ پر۔'' آپ ﷺ ان پر غضبناک ہوئے اور فرمایا: ''کیوں تم اپنے بھائی کو قتل کرتے ہو، تم نے اس پر ''بارك الله'' کیوں نہیں کہا؟ اس کے لیے غسل کرو۔'' چنانچہ عامر رضی اللہ عنہ نے اپنا چہرہ، دونوں ہاتھ، دونوں کہنیاں، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کے اطراف اور ازار کے اندر کا حصہ ایک بڑے برتن میں دھویا پھر اسے ان پر انڈیل دیا گیا پھر سہل رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ چلنے لگے اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئے۔ [1]

اور ایک حدیث میں ہے: ''بے شک نظر حق ہے لہٰذا اس کے لیے وضو کرو۔'' اس واقعہ کو امام احمد اور طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے وسعت پیدا کرتے ہوئے قرآن اور اذکار لکھنے، اسے پانی میں حل کرنے اور مریض پر چھڑکنے یا اس کے ذریعے اسے نہلانے کو جائز قرار دیا ہے، یہ یا تو سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے واقعہ پر قیاس کرتے ہوئے یا اس بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول اثر پر عمل کرتے ہوئے۔ اگرچہ وہ اثر ضعیف ہے اور ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مجموع الفتاوی کی دوسری جلد میں اس کو جائز قرار

---

1. موطا امام مالك، كتاب العين، باب الوضوء من العين : ١۔ ابوداؤد : ٣٨٩٣۔ ترمذی : ٣٥٢٨۔ صحيح الجامع للالبانی : ٤٠٢٠۔

دیا ہے اور کہتے ہیں کہ احمد وغیرہ نے اس کے جواز کی صراحت کی ہے اور ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''زادالمعاد'' کے باب ''طب نبوی'' میں ذکر کیا ہے کہ سلف کی ایک جماعت نے اسے جائز قرار دیا ہے، انہی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد اور ابوقلابہ ہیں۔ بہرحال اس عمل کو شرک قرار نہیں دیا جائے گا۔ ①

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کی حقیقت:

سوال کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا تھا اور وہ اثر انداز بھی ہوا تھا؟

جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے افضل نبی ہونے کے باوجود ایک انسان تھے، دنیاوی معاملات سے سابقہ رہتا تھا، یعنی باقی انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بیماری آتی تھی، بھوک اور پیاس لگتی تھی، تو جادو بھی دنیاوی تکلیف اور بیماری ہے جو عام انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہو گیا تھا۔ یہ وہ بعض دنیاوی معاملات تھے جن کی خاطر نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی اور نہ وہ نبوت کے مقاصد میں سے ہیں۔ لہٰذا آپ کا مرض میں مبتلا ہونا یا کسی کے جادو کے ظلم کا شکار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض دنیاوی معاملات میں حقیقت کے برخلاف وہم ہونا محال نہیں ہے۔ مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آئے کہ بیوی سے جماع کیا ہے حالانکہ نہیں کیا۔ البتہ یہ بات ملحوظ رہے کہ کوئی مرض یا جادو اللہ تعالیٰ سے وحی کو قبول کرنے اور اسے جہان والوں تک پہنچانے میں اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ کتاب وسنت کے دلائل اور سلف صالحین کے اجماع کی رو سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وحی کو اللہ تعالیٰ سے قبول کرنے، اسے لوگوں تک پہنچانے اور دین کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے محفوظ کر دیے گئے تھے اور جادو مرض ہی کی ایک قسم ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوچار ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بنی زریق کے ایک آدمی لبید بن اعصم نے

---

① فتاوی اللجنة الدائمة : ١/١٩٦، ١٩٧۔

جادو کر دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ آپ یہ کام کر چکے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے وہ کام کیا نہ ہوتا تھا۔ ایک دن یا رات کی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی، پھر دعا کی، پھر دعا کی، پھر ارشاد فرمایا: ''اے عائشہ! کیا تمھیں معلوم نہیں کہ میں نے جس چیز کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سوال کیا اس کا جواب مل گیا!! میرے پاس (خواب میں) دو آدمی آئے، ایک میرے سر کے پاس بیٹھا، دوسرا پاؤں کے پاس، سر کے پاس بیٹھنے والے نے پاؤں کے پاس بیٹھے ہوئے سے کہا یا پاؤں کے پاس بیٹھنے والے نے سر کے پاس بیٹھے ہوئے سے کہا: ''اس آدمی کو کیا تکلیف ہے؟'' (دوسرے نے) کہا: ''اس پر جادو کیا گیا ہے۔'' کہا: ''کس نے کیا؟'' کہا: ''لبید بن اعصم نے۔'' کہا: ''کس چیز میں؟'' کہا: ''کنگھی کے دندانوں اور آپ ﷺ کے بالوں کے ساتھ کھجور کے خوشہ میں کیا گیا۔'' کہا: ''وہ کہاں ہے؟'' کہا: ''ذی اروان والے کنویں میں۔'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس کنویں پر تشریف لے گئے، پھر واپسی پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہ! اس کنویں کا پانی مہندی رنگ کا تھا اور وہاں کھجور کے درخت ایسے تھے جیسے شیطانوں کے سر ہوں۔'' میں نے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسول! آپ نے اسے جلا کیوں نہ دیا؟'' فرمایا: ''نہیں اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دے دی، اس لیے میں نے اچھا نہیں سمجھا کہ لوگوں میں اس کی برائی پھیلاؤں۔'' لہٰذا آپ ﷺ نے حکم دیا اور تمام جادو کا عمل دفن کر دیا گیا۔''[1]

اس صحیح حدیث کے آجانے کے بعد جو شخص رسول اللہ ﷺ پر جادو کے واقع ہونے کا انکار کرتا ہے وہ کتاب وسنت، اجماع صحابہ اور سلف صالحین کی مخالفت کرتا ہے۔ حقیقت میں وہ شبہات اور اوہام کا شکار ہے جن پر کسی بھی صورت اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ اس سلسلہ میں

---

❶ بخاري، كتاب الطب، باب السحر : ٥٧٦٦ـ مسلم، كتاب الطب، باب السحر : ٢١٨٩ـ

مزید تفصیل کے لیے علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب ''زاد المعاد'' اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی ''فتح الباری'' کا مطالعہ مفید ہوگا۔ ①

مریض پر قراءت کرنا:

سوال کیا کسی مریض پر اللہ کی رضا کی خاطر یا اجرت کے ساتھ قرآن پڑھنا جائز ہے؟

جواب اگر قرآن کے ذریعے مریض کو دم کرنا مقصود ہو تو جائز بلکہ مستحب ہے کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ اَنْ يَّنْفَعَ اَخَاهُ فَلْيَنْفَعْهُ)) ②

''جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچانے کی طاقت رکھتا ہو تو اسے فائدہ پہنچانا چاہیے۔''

اور آپ ﷺ اور صحابہ کے عمل سے بھی ایسا ثابت ہے۔ افضل یہ ہے کہ بغیر اجرت کے ہو اور اگر اجرت کے ساتھ ہو تو بھی جائز ہے کہ حدیث سے اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے اور اگر تلاوت قرآن کا مقصد مریض کو ثواب پہنچانا ہو تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ شریعت مطہرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ)) ③

''جس نے ہمارے دین میں ایسا کام ایجاد کیا جو دین میں نہیں ہے تو وہ مردود ہے''۔ ④

---

❶ فتاوی اللجنة الدائمة : ١/ ٣٨٠، ٣٨١۔

❷ مسلم، کتاب السلام، باب استحباب الرقية من العين : ٢١٩٩۔

❸ بخاری، کتاب الصلح ، باب إذا اصطلحوا علی صلح فالصلح مردود : ٦٢٩٧، مسلم : ١٧١٨۔

❹ فتاویٰ اللجنة الدائمة فتویٰ نمبر : ٤٠٨٦۔

جادوگر کی سزا:

(سوال) ایک عورت پر ایک جادوگر نے اس سے شادی کے ارادے سے جادو کیا اور وہ عورت دیوانی ہوگئی اور جادوگر کو پولیس نے گرفتار کرلیا، تفتیش کے دوران اس نے اپنے فعل کا اقرار کرلیا ہے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ اس پر کون سی حد بطور سزا نافذ ہونی چاہیے؟

(جواب) اگر جادوگر اپنے جادو کے ذریعے کفر کا ارتکاب کرے تو مرتد کی حد جاری کرتے ہوئے اسے قتل کردیا جائے اور اگر اس کے جادو کے ذریعے کسی معصوم و بے گناہ نفس کا قتل ہونا ثابت ہوجائے تو اسے قصاص میں یعنی بدلے میں قتل کر دیا جائے۔ لیکن اگر وہ اپنے جادو میں کفر کا ارتکاب نہ کرے، نہ اس کے جادو کی وجہ سے کسی معصوم کا قتل ہوا ہو تو صرف جادو کی وجہ سے اس کے قتل کے بارے میں اختلاف ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ ارتداد کی وجہ سے اسے قتل کیا جائے گا۔ یہی امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کا فتویٰ ہے کیونکہ مطلق جادو کی وجہ سے وہ کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ (البقرۃ: ۱۰۲)

"اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جسے شیاطین (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) کی حکومت میں پڑھتے تھے۔ سلیمان (علیہ السلام) نے تو کفر نہیں کیا تھا بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔"

یہ آیت جادوگر کے کفر پر واضح دلیل ہے۔

صحیح بخاری میں بجالہ بن عبدہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

"سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لکھا: "ہر جادوگر مرد و عورت کو قتل کر ڈالو۔" لہٰذا ہم نے تین جادوگر قتل کیے۔"[1]

---

[1] مسند احمد: ۱/۱۹۰۔ ابوداؤد: ۳۰۴۳۔

اور اس وجہ سے بھی کہ ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے کہ انھوں نے اپنی ایک لونڈی کو جس نے ان پر جادو کیا تھا، قتل کا حکم دیا اور وہ قتل کر دی گئی۔ ①

اور سیدنا جندب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ انھوں نے فرمایا:

''جادوگر کی سزا یہ ہے کہ اسے تلوار کے ایک ہی وار میں قتل کر دیا جائے۔'' ②

اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا کہ سچی بات یہ ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔

تو اس جادوگر کا حکم جس کے بارے میں فتویٰ پوچھا گیا ہے، یہ ہے کہ اسے علماء کے صحیح اقوال کی بنیاد پر قتل کر دیا جائے۔ البتہ جادو ثابت کرنے کی اور سزا نافذ کرنے کی ذمہ داری اس حاکم ہی کی ہونی چاہیے جو مسلمانوں کے معاملات کا ذمہ دار ہو تاکہ فساد و فتنہ کا دروازہ نہ کھل سکے۔ ③

قرآنی تعویذ کو پانی میں حل کر کے پینا:

سوال قرآن کریم کی آیات کو لکھ کر پانی میں حل کر کے اس پانی کو پینے کا شرعی حکم کیا ہے؟ میں نے بعض لوگوں کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

جواب ایسا کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے نہ خلفائے راشدین سے اور نہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ لہٰذا اس سے اجتناب بہتر اور اولیٰ ہے۔ ④

---

❶ مؤطا امام مالك، كتاب العقول، باب الغيلة تيسير العزيز الحميد : ص ٣٩٣۔ فتح المجيد : ص٢٤٢۔

❷ ترمذی، كتاب الحدود، باب ما جاء في حد الساحر : ١٤٦٠۔ مستدرك حاكم : ٣٦٠/٤۔ یہ حدیث ضعیف ھے۔ ضعیف ترمذی : ١٤٦۔

❸ فتاوی اللجنة الدائمة : ٣٦٩،٣٦٨/١۔

❹ فتاویٰ اللجنة الدائمة : ٣٦٨/١۔

فضیلۃ الشیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ کے خصوصی فتاویٰ

گردن میں قرآنی آیات لکھ کر لٹکانا:

سوال دم کرنے اور قرآنی آیات لکھ کر مریض کے گلے میں لٹکانے کا کیا حکم ہے؟

جواب سحر زدہ یا کسی مرض میں مبتلا انسان کو قرآن مجید یا مسنون دعا پڑھ کر دم کرنا جائز ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دم کیا کرتے تھے۔ ان ماثور دعاؤں میں یہ کلمات بھی شامل ہیں:

((رَبَّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ، أَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ، كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْأَرْضِ، أَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَآءً مِنْ شِفَائِكَ عَلٰی هٰذَا الْوَجِعِ)) [1]

''ہمارا رب وہ ہے جو آسمان میں ہے، تیرا نام پاکیزہ ہے، تیرا حکم آسمان و زمین پر چلتا ہے، جیسے تیری رحمت آسمان میں ہے اسی طرح تو اپنی رحمت زمین پر بھی کردے، تو اپنی رحمت نازل کردے اور اس تکلیف سے شفا بخش دے۔''

پھر وہ بیمار اس دم کے ذریعے شفایاب ہو جائے گا۔

اور ایک یہ دعا بھی ہے:

((بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيْكَ)) [2]

---

1. ابو داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی: ۳۸۹۲۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ ضعیف ابو داؤد: ۳۸۹۲۔
2. صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطب والمرض والرقی: ۲۱۸۶۔

''میں اللہ کے نام سے تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تجھے ایذا پہنچاتی ہے، ہر نفس کے شر سے اور ہر حاسد کی نظر سے اللہ تجھے شفا دے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھے دم کرتا ہوں۔''

ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنا ہاتھ بدن کے اس حصے پر رکھے جہاں تکلیف ہے اور تین بار بسم اللہ اور پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھے:

((أَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَ قُدْرَتِهِ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ)) [1]

''اللہ اور اس کی قوت کے ذریعے میں ہر اس تکلیف سے پناہ مانگتا ہوں جسے میں پاتا ہوں۔''

اور دعائیں بھی ہیں جنھیں اہل علم نے نبی کریم ﷺ سے ذکر کیا ہے لیکن آیات اور دعاؤں کو لکھ کر گردن میں لٹکانے میں اہل علم کے درمیان اختلاف ہے، بعض اسے جائز قرار دیتے ہیں اور بعض منع کرتے ہیں اور زیادہ صحیح بات ممانعت والی ہے۔ اس لیے کہ یہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ آپ ﷺ سے صرف مریض کو دم کرنا ثابت ہے، آیات یا دعاؤں کو لکھ کر مریض کی گردن میں لٹکانا یا اس کے بازو پر باندھنا یا اس کے تکیے کے نیچے رکھنا وغیرہ راجح قول کی رو سے ممنوع کام ہے۔ کیونکہ یہ رسول کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور انسان شرعی اجازت کے بغیر جس امر کو مطلوب کے حصول کا سبب بناتا ہے تو اس کا یہ عمل شرک کی ایک قسم ہے، اس لیے وہ ایک ایسے سبب کو ثابت کر رہا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سبب نہیں بنایا۔ [2]

---

❶ صحیح الجامع الصغیر للالبانی : ۳۸۹۳۔

❷ فتاویٰ الشیخ ابن عثیمین : ۶۵/۱، برقم : ۳۰۔

تعویذ لٹکانے کا حکم:

سوال تعویذ لٹکانے کا کیا حکم ہے؟

جواب مذکورہ مسئلے کی دو صورتیں ہیں:۔

① تعویذ قرآنی آیات پر مشتمل ہو۔

② قرآن کریم کے علاوہ کسی عبارت پر مشتمل ہو، بسا اوقات اس عبارت کا معنی و مفہوم بھی سمجھ میں نہیں آتا۔

پہلی قسم یعنی قرآن کریم کے تعویذ کے متعلق علمائے سلف وخلف میں اختلاف ہے، بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ ان کی رائے میں یہ اس آیت کریمہ کے مفہوم میں داخل ہے:

﴿ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴾

(بنی اسرائیل : ۸۲)

''اور ہم اتارتے ہیں قرآن پاک میں سے وہ چیز جو ایمان داروں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔''

تو اس کو لٹکانا اور تعویذ بنانا بھی اس کی برکات میں سے ہے تاکہ اس کے ذریعے تکلیف کو دور کیا جاسکے۔ لیکن بعض علماء اس سے منع کرتے ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں کہ یہ کوئی شرعی سبب ہے جس کے ذریعے تکلیف کو دور کیا جاسکے اور ایسے مسائل میں بنیادی اصول توقیف (شرعی حدود پر رکنا) ہے اور یہی راجح قول ہے یعنی تعویذ لٹکانا جائز نہیں ہے، خواہ وہ قرآن کریم ہی سے ہو، نیز یہ بھی جائز نہیں کہ اسے بیمار کے تکیے کے نیچے رکھا جائے یا دیوار وغیرہ پر لٹکایا جائے۔ جائز صرف یہ ہے کہ مریض کے لیے دعا کی جائے اور اس پر دم کیا جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کرتے تھے۔ لیکن اگر لٹکائی ہوئی تحریر قرآن کریم کے علاوہ ہو، بسا اوقات جس کا معنی بھی سمجھ میں نہیں آتا تو یہ کسی حال میں بھی جائز نہیں کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ کیا چیز لٹکا رہا ہے۔ کیونکہ بعض لوگ جادو اور غلط ملط انداز

میں غیر معروف چیزیں لکھ دیتے ہیں جنھیں نہ سمجھا جاسکتا ہے نہ پڑھا جاسکتا ہے۔ یہ بدعت کی ایک قسم ہے جو حرام ہے اور کسی بھی حالت میں جائز نہیں ہے۔ [1]

جانور کے خون میں دلہن کا پاؤں رکھنا:

سوال کیا ذبح شدہ بکرے یا مینڈھے کے خون میں دلہن کا قدم رکھنا جائز ہے؟

جواب اس کی کوئی شرعی حقیقت نہیں ہے، یہ بری عادت ہے، کیونکہ یہ ایک غلط عقیدہ ہے جس کی شریعت میں کوئی بنیاد نہیں ہے اور ناپاک خون میں قدم آلودہ کرنا حماقت ہے کیونکہ شریعت میں ناپاکی کو ختم کرنے اور اس سے دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اس مناسبت سے میں اپنے مسلمان بھائیوں سے کہنا چاہتا ہوں کہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ انسان کو جب نجاست لگ جائے تو اس کو زائل کرنے اور طہارت حاصل کرنے میں جلدی کرنی چاہیے، اس لیے کہ یہی نبی کریم ﷺ کا طریقہ ہے۔ ایک دیہاتی نے جب مسجد نبوی ﷺ میں پیشاب کردیا تھا تو نبی کریم ﷺ نے اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم دیا۔ اسی طرح ایک بچے نے جب نبی کریم ﷺ کی گود مبارک میں پیشاب کردیا تھا تو آپ ﷺ نے پانی منگایا اور کپڑوں کو پاک کیا۔ نجاست کو ختم کرنے میں تاخیر کرنا اسے بھولنے کا سبب بن سکتا ہے اور انسان نجاست کی حالت میں نماز بھی پڑھ سکتا ہے، اگرچہ بھول کر ایسا کرنے والا راجح قول کے مطابق اس سے معذور ہے۔ یعنی اگر اس نے نجاست کی حالت میں نمار پڑھ لی' اسے دھونا بھول گیا تھا تو اس کی نماز صحیح ہے لیکن اگر دوران نماز ہی یاد آجائے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ نماز توڑ دے گا اور طہارت کے بعد دوبارہ شروع کرے گا۔

بہرحال مذکورہ سوال میں عورت کے پاؤں کو ناپاک خون سے آلودہ کرنا حماقت ہے

---

[1] (مجموع فتاویٰ الشیخ ابن عثیمین : ١/٦٦، ٦٧، برقم : ٣٢)

کیونکہ شریعت نے نجاست سے چھٹکارا پانے اور اس سے پاک رہنے کا حکم دیا، پھر مجھے اندیشہ ہے کہ اس کے پیچھے شاید دوسرا عقیدہ بھی ہو یعنی جانور کو جن یا شیطان وغیرہ کے لیے ذبح کیا جاتا ہو اور بلاشبہ یہ شرک کی ایک قسم ہوگی اور شرک کو اللہ تعالیٰ کبھی معاف نہیں کرے گا۔[1]

گھر کا منحوس ہونا:

سوال ایک شخص ایک گھر میں سکونت اختیار کرتا ہے، اس کے بعد اسے امراض اور بہت سے مصائب لاحق ہو جاتے ہیں جس سے وہ اور اس کے اہل خانہ اس گھر سے بدشگونی لینے لگتے ہیں، کیا اس کے لیے اس گھر کا چھوڑ دینا جائز ہے؟

جواب کبھی کبھی بعض گھر یا بعض سواریاں یا بعض بیویاں منحوس ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے ان کے ساتھ رہنے میں یا تو نقصان مقدر کر دیتا ہے یا فائدہ ختم کر دیتا ہے یا اسی طرح کوئی اور چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اس گھر کو فروخت کر کے دوسرے گھر منتقل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ دوسرے گھر میں بھلائی مقدر کر دے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلشُّؤْمُ فِيْ ثَلَاثٍ: الدَّارِ وَالْمَرْأَةِ وَالْفَرَسِ»[2]

''نحوست تین چیزوں میں ہوتی ہے: گھر، عورت اور گھوڑے میں۔''

بعض سواریوں میں نحوست ہوتی ہے، بعض بیویوں میں نحوست ہوتی ہے اور بعض گھروں میں نحوست ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر انسان ایسی چیز دیکھے تو جان لے کہ یہ اللہ عزوجل کی

---

1. فتاویٰ ابن عثیمین: ۱/۶۹، ۷۰، برقم: ۳٤۔
2. صحیح بخاری، کتاب الطب، باب الطیرۃ: ۵۷۵۳۔ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطیرۃ والفال: ۲۲۲۵۔

تقدیر سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اسے مقدر کیا ہے تاکہ انسان دوسری جگہ منتقل ہو جائے۔ ①

پانی میں پھونک مارنے کا حکم:

سوال پانی میں پھونک مارنے کا کیا حکم ہے؟

جواب پانی میں پھونک مارنے کی دو قسمیں ہیں:۔

① پھونکنے والے کے تھوک سے تبرک حاصل کرنا مقصود ہو تو بلاشبہ یہ حرام اور شرک کی ایک قسم ہے۔ اس لیے کہ انسان کا تھوک برکت اور شفا کا سبب نہیں ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور کے آثار سے تبرک حاصل نہیں کیا جا سکتا اور نبی کریم ﷺ کے آثار سے ان کی زندگی میں بلکہ وفات کے بعد بھی اگر وہ آثار باقی رہیں تو تبرک حاصل کیا جا سکتا ہے جیسا کہ سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چاندی کی ڈبیا تھی جس میں نبی اکرم ﷺ کے چند موئے مبارک تھے۔ جب کوئی مریض ان کے پاس آتا تو سیدہ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا ان بالوں کو پانی میں ڈال کر اسے ہلاتی تھیں پھر وہ پانی اس مریض کو دے دیتی تھی۔ ②

لیکن نبی اکرم ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے کے ساتھ یہ بات جائز نہیں ہے کہ اس کے تھوک یا اس کے پسینے یا اس کے کپڑے یا کسی اور چیز کو تبرک سمجھا جائے جو شرعی ہو نہ حسی، ایسا کرنے والا شرک کا مرتکب ہوتا ہے کیوں کہ اس نے اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مسبب بنا ڈالا جو صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے۔

② یہ کہ انسان قرآن کریم کی تلاوت مثلاً سورۂ فاتحہ پڑھ کر تھوک کے ساتھ پھونکے تو اس

---

❶ فتاویٰ الشیخ ابن عثیمین: ۱/ ۷۰، ۷۱، برقم: ۳۶۔

❷ بخاری، کتاب اللباس، باب ما یذکر فی الشیب: ۵۸۹۶۔

میں کوئی حرج نہیں کیونکہ سورۂ فاتحہ ایک دعا ہے بلکہ سب سے بڑی دعا ہے جس سے مریض کو دم کیا جاتا ہے۔ یہ بعض سلف سے بھی ثابت ہے یعنی یہ مجرب اور اللہ کے حکم سے نفع بخش ہے۔ نبی کریم ﷺ سوتے وقت سورۂ اخلاص اور معوذتین (سورۂ فلق اور سورۂ ناس) پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں پھونکتے تھے پھر ان دونوں ہاتھوں کو اپنے چہرۂ مبارک اور جہاں تک ممکن ہوتا اپنے جسم اطہر پر پھیرتے تھے۔[1]

کیا جادو برحق ہے؟:

سوال کیا جادو کی کوئی حقیقت ہے اور کیا نبی ﷺ پر جادو کیا گیا تھا؟

جواب ہاں! جادو ثابت ہے، اس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ قرآن وسنت سے اس پر کئی دلائل ہیں۔ قرآن نے فرعون کے جادو کا ذکر کیا جنھوں نے لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں اور لوگوں کی آنکھوں پر جادو کیا اور انھیں ڈرایا جبکہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی خیال آنے لگا کہ یہ سانپ ہیں جو دوڑ رہے ہیں اور انھوں نے خوف بھی محسوس کیا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی لاٹھی پھینکنے کا حکم دیا، وہ بھی سانپ بن کر دوڑنے لگی اور سب سانپوں کو نگل گئی، متعدد احادیث ایسی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جادو برحق ہے۔

اور نبی ﷺ پر جادو کیے جانے والی بات سچ ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرھا نے بیان کیا کہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا تو آپ کو خیال آتا کہ یہ کام میں نے کیا ہے حالانکہ وہ نہیں کیا ہوتا تھا پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ فلق اور سورۂ ناس اتار کر آپ کو شفا دی۔

جادو کے علاج کا حکم:

سوال کیا جادو کے علاج کے لیے دم کرنا جائز ہے؟

جواب یہ علاج دو قسم کا ہوتا ہے، ایک یہ کہ قرآن کریم، مسنون دعاؤں اور جائز

[1] صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب فضل المعوذات: ۵۰۱۷۔

ادویات سے جادو کا علاج کرنا، اس میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس میں مصلحت ہے، کوئی خرابی نہیں، یہ تو ہونا چاہیے۔ دوسری قسم یہ کہ حرام چیز سے علاج کیا جائے جیسا کہ جادو کا علاج جادو سے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے، بعض ضرورت کی بنا پر اسے جائز قرار دیتے ہیں اور بعض نہیں۔ دلیل میں وہ یہ حدیث پیش کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''یہ شیطانی عمل ہے۔''①

اس لیے جادو کا جادو سے توڑ کرنا حرام ہے، آدمی کو چاہیے کہ اللہ کی طرف رجوع کرے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیۡ عَنِّیۡ فَاِنِّیۡ قَرِیۡبٌ اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلۡیَسۡتَجِیۡبُوۡا لِیۡ وَلۡیُؤۡمِنُوۡا بِیۡ لَعَلَّهُمۡ یَرۡشُدُوۡنَ ﴾ (البقرة: ١٨٦)

''جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق پوچھیں تو بتاؤ میں قریب ہوں، دعا کرنے والے کی دعا سنتا ہوں جب بھی وہ مجھے پکارے۔''

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَیَجۡعَلُكُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِیۡلًا مَّا تَذَكَّرُوۡنَ ﴾ (النمل: ٦٢)

''کون ہے جو مضطر اور بے بس کی پکار سنتا ہے اور اس کی بیماری و پریشانی کو دور کرتا ہے اور تم کو زمین کا جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور الٰہ ہے؟ تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' (واللہ الموفق)②

---

① مسند احمد: ٣/ ٢٩٤۔ ابو داؤد، کتاب الطب، باب في النشرة: ٣٨٦٨۔

② مجموع فتاوى ابن عثيمين: ١/ ٧١، ٧٢، برقم: ٣٨۔

میاں بیوی میں جادو کے ذریعے محبت پیدا کرنا:

(سوال) کیا میاں بیوی میں محبت پیدا کرنے کے لیے جادو کروانا جائز ہے؟

(جواب) یہ کام ناجائز اور حرام ہے، اسے ''عطف'' (مائل کرنا) کہا جاتا ہے اور جو بذریعہ جادو میاں بیوی میں تفریق ڈالی جاتی ہے اسے ''صرف'' (دور ہٹانا) کہا جاتا ہے، وہ بھی حرام ہے بلکہ بعض دفعہ تو کفر اور شرک تک پہنچ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴾ (البقرة : ۱۰۲)

''اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو (ذریعۂ) آزمائش ہیں، تم کفر میں نہ پڑو۔ غرض لوگ ان سے ایسا (جادو) سیکھتے جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈال دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے علاوہ وہ اس (جادو) سے کسی کا کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتے تھے۔ اور کچھ ایسے (منتر) سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتے اور فائدہ کچھ نہ دیتے اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں۔''

جادو کے ذریعے جن حاضر کرنا:

(سوال) کچھ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس کوئی طلسماتی الفاظ ہیں جنھیں پڑھ کر وہ مدت ہوئی جن حاضر کرتے ہیں، وہ ان سے باتیں کرتے ہیں اور زمین میں دفن خزانے نکلواتے ہیں، اس کا کیا حکم ہے؟

جواب یہ عمل بھی جائز نہیں کیوں کہ اس طرح کے طلسماتی الفاظ عموماً شرک سے خالی نہیں ہوتے جن سے وہ جنوں کو بلاتے اور ان سے کام لیتے ہیں اور شرک بہت بڑا گناہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ مَنۡ يُّشۡرِكۡ بِاللّٰهِ فَقَدۡ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ الۡجَـنَّةَ وَمَاۡوٰٮهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴾ (المائدة : ٧٢)

''جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا اور اس کا ٹھکانا جہنم کی آگ ہے اور ظالموں کا کوئی مدد گار نہیں ہوگا۔''

اور جو شخص ان کے ہاں جاتا ہے، یا کسی دوسرے کو ان کے پاس جانے کے لیے کہتا ہے یا ان کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، وہ بھی گناہ گار ہے کہ وہ لوگوں کو دھوکا دیتا ہے کہ وہ حق پر ہیں، لہٰذا ان کا بائیکاٹ ہونا چاہیے، یہ لوگ اٹکل پچو لگاتے اور فضول دعوے کرتے ہیں کہ ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ تقدیر کے ساتھ ہوتا ہے، اگر ان کی کوئی بات تقدیر کے موافق ہو جائے تو اسے لوگوں میں پھیلاتے ہیں اور اگر موافق نہ ہو تو پھر جھوٹے دعوے کرتے ہیں کہ اس وجہ سے نہیں ہوا۔ میں ایسے لوگوں کو جو ان کے پاس جاتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ بچ جاؤ، لوگوں پر جھوٹ بولنے اور شرک کرنے سے باز آ جاؤ اور لوگوں کے مال کھانے سے توبہ کر لو، یہ دنیا بہت تھوڑی ہے، اپنے اعمال کی اصلاح کر کے اللہ کی طرف رجوع کرو۔[1]

کیا نظر کا دم توکل کے خلاف ہے؟:

سوال اگر انسان کو نظر لگ جائے تو اس کا علاج کیا ہے؟ اور کیا اس سے بچنا توکل

[1] مجموع الفتاویٰ ابن عثیمین : ١/١٥٤، ١٥٥، برقم : ١١١۔

کے منافی ہے؟

جواب نظر لگنا حق اور ثابت شدہ حقیقت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ ﴾ (القلم: ٥١)

''یقیناً ان منکروں کی خواہش ہے کہ اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے اس سے نظر بد مراد لی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابِقُ الْقَدْرِ سَبَقَتِ الْعَيْنُ وَإِذَا اسْتُغْسِلْتُمْ فَاغْسِلُوْا)) [1]

''نظر لگ جانا حق ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت لے جانے والی ہوتی تو وہ نظر ہوتی اور جب تم سے (نظر بد کے علاج کے لیے) غسل کا مطالبہ کیا جائے تو غسل کیا کرو۔''

اسی طرح ابن ماجہ اور نسائی وغیرہ میں سیدنا عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ والی روایت ہے کہ وہ سیدنا سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، وہ غسل کر رہے تھے، اس نے انھیں دیکھ کر کہا: ''میں نے آج تک اتنا خوبصورت جسم کبھی نہیں دیکھا، یہ تو پردہ نشین عورت کی مانند ہے۔'' ان کا یہ کہنا ہی تھا کہ سیدنا سہل رضی اللہ عنہ وہیں زمین پر گر گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ سہل رضی اللہ عنہ سر تک نہیں اٹھاتے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمھیں کسی پر شک ہے؟'' انھوں نے کہا: ''ہاں! عامر بن ربیعہ پر۔'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انھیں بلایا اور آپ نے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

((عَلَامَ يَقْتُلُ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ إِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ مِنْ أَخِيهِ مَا يُعْجِبُهُ فَلْيَدْعُ

---

[1] صحيح مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى: (٢١٨٨).

لَهُ بِالْبَرَكَتِهِ)) ①

''تم میں سے کوئی شخص کیوں اس طرح اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے؟ جب اپنے بھائی کی اس طرح کی کوئی اچھی تعجب میں ڈالنے والی چیز دیکھو تو اس کے لیے اللہ سے برکت کی دعا کرو۔''

پھر آپ ﷺ نے پانی منگوایا اور سیدنا عامر کو وضو کرنے کا حکم دیا، تو انھوں نے اپنا چہرہ، ہاتھ اور بازو کہنیوں تک دھوئے اور تہ بند کا اندرونی حصہ دھویا اور آپ ﷺ نے حکم دیا کہ یہ پانی سیدنا سہل پر ڈال دیا جائے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے پیچھے سے پانی انڈیلنے کا حکم دیا۔ تو اس طرح وہ بالکل صحیح ہو گئے گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔ یہ واقع بالکل صحیح ہے جس کا انکار ممکن ہی نہیں۔ تو جب نظر لگ جائے تو اس کے علاج یہ ہیں:۔

① جسے نظر لگ جائے اسے دم کیا جائے، کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''دم صرف نظر بد اور سانپ وغیرہ کے ڈسنے کی وجہ سے ہے۔''

اور جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کو یہ دعا پڑھ کر دم کیا کرتے تھے:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ)) ②

''میں اللہ کے نام سے تجھے دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو تجھے ایذا پہنچاتی ہے، ہر نفس کے شر سے اور ہر حاسد کی نظر بد سے، اللہ تجھے شفا دے، میں اللہ کے نام سے تجھے دم کرتا ہوں۔''

---

❶ مؤطا امام مالك، كتاب العين، باب الوضوء من العين : ١ ـ صحيح الجامع الصغير : ٤٠٢٠ ـ

❶ صحيح مسلم، كتاب السلام، باب الطب والمرض والرقى : ٢١٨٦ ـ

اور زہریلی چیز اور ہر ملاوٹ کرنے والی آنکھ سے پناہ میں دیتا ہوں۔‘‘

اور آپ ﷺ فرماتے تھے: ’’جناب ابراہیم علیہ السلام بھی اسحاق و اسماعیل علیہما السلام کو یہی دعا پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔‘‘

کیا نظر لگنا حق ہے؟:

سوال کچھ لوگ نظر کے بارے اختلاف کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں یہ اثر انداز نہیں ہوتی کیونکہ یہ قرآن کے خلاف ہے، اس مسئلہ میں حق بات کیا ہے؟

جواب حق بات وہی ہے جو نبی ﷺ نے کہی ہے کہ نظر لگ جانا حق ہے، واقعات بھی اس کی شہادت دیتے ہیں اور میرے علم میں کوئی ایسی آیت نہیں جو اس حدیث کے خلاف ہو۔ اللہ نے ہر چیز کا کوئی سبب بنایا ہے، بعض مفسرین نے تو آیت: ﴿ وَ اِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ ...... ﴾ کی تفسیر نظر بد سے کی ہے۔ بہر حال تفسیر نظر بد سے ہو، یا نہ ہو نظر لگنا ثابت ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، عہد نبی سے آج تک واقعات اس پر شاہد ہیں۔

رہا مسئلہ نظر بد کے علاج کا تو جسے نظر لگ جائے اسے چاہیے کہ وہ قرآن اور مسنون دعاؤں سے دم کرے اور جب نظر لگانے والے کا پتا چل جائے تو اس سے وضو کروائے اور وہ پانی اپنے اوپر ڈالے، تو اللہ کے حکم سے شفا ہوگی۔ آج کل نظر لگانے والے کے جسم کے ساتھ لگنے والا کپڑا لے کر پانی میں ڈبو کر نظر والے کو پلاتے ہیں اور وہ ٹھیک ہو جاتا ہے، ہم نے دیکھا ہے کہ یہ چیز مریض کو فائدہ دیتی ہے جیسا کہ تواتر سے نقل ہوتا آرہا ہے، یہ محض ایک سبب ہے اور سبب جب شریعت کے مطابق ہو تو وہ معتبر ہوتا ہے البتہ وہ سبب جو شرعی اور حسی نہ ہو اس پر اعتماد کرنا جائز نہیں جیسا کہ یہ پتھر، منکے اور تعویذ جو باندھ لیتے ہیں ان کی قرآن و سنت میں کوئی دلیل نہیں، البتہ بعض سلف نے قرآنی تعویذات کو لٹکانے کی ضرورت

اور زہریلی چیز اور ہر ملاوٹ کرنے والی آنکھ سے پناہ میں دیتا ہوں۔"

اور آپ ﷺ فرماتے تھے: "جناب ابراہیم علیہ السلام بھی اسحاق و اسماعیل علیہما السلام کو یہی دعا پڑھ کر دم کیا کرتے تھے۔"

کیا نظر لگنا حق ہے؟:

سوال کچھ لوگ نظر کے بارے اختلاف کرتے ہیں، بعض کہتے ہیں یہ اثر انداز نہیں ہوتی کیونکہ یہ قرآن کے خلاف ہے، اس مسئلہ میں حق بات کیا ہے؟

جواب حق بات وہی ہے جو نبی ﷺ نے کہی ہے کہ نظر لگ جانا حق ہے، واقعات بھی اس کی شہادت دیتے ہیں اور میرے علم میں کوئی ایسی آیت نہیں جو اس حدیث کے خلاف ہو۔ اللہ نے ہر چیز کا کوئی سبب بنایا ہے، بعض مفسرین نے تو آیت: ﴿ وَ اِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ ...... ﴾ کی تفسیر نظر بد سے کی ہے۔ بہر حال تفسیر نظر بد سے ہو، یا نہ ہو نظر لگنا ثابت ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے، عہد نبی سے آج تک واقعات اس پر شاہد ہیں۔

رہا مسئلہ نظر بد کے علاج کا تو جسے نظر لگ جائے اسے چاہیے کہ وہ قرآن اور مسنون دعاؤں سے دم کرے اور جب نظر لگانے والے کا پتا چل جائے تو اس سے وضو کروائے اور وہ پانی اپنے اوپر ڈالے، تو اللہ کے حکم سے شفا ہوگی۔ آج کل نظر لگانے والے کے جسم کے ساتھ لگنے والا کپڑا لے کر پانی میں ڈبو کر نظر والے کو پلاتے ہیں اور وہ ٹھیک ہو جاتا ہے، ہم نے دیکھا ہے کہ یہ چیز مریض کو فائدہ دیتی ہے جیسا کہ تواتر سے نقل ہوتا آرہا ہے، یہ محض ایک سبب ہے اور سبب جب شریعت کے مطابق ہو تو وہ معتبر ہوتا ہے البتہ وہ سبب جو شرعی اور حسی نہ ہو اس پر اعتماد کرنا جائز نہیں جیسا کہ یہ پتھر، منکے اور تعویذ جو باندھ لیتے ہیں ان کی قرآن و سنت میں کوئی دلیل نہیں، البتہ بعض سلف نے قرآنی تعویذات کو لٹکانے کی ضرورت

کے مطابق رخصت دی ہے۔ ①

جن کا انسان پر اثر انداز ہونا:

(سوال) کیا جن انسان پر اثر انداز ہوسکتا ہے؟ اگر ہوسکتا ہے تو اس سے بچاؤ کا طریقہ کیا ہے؟

(جواب) بلاشبہ جن انسان پر اثر انداز ہو کر اسے تکلیف دیتے ہیں اور بعض اوقات تو اسے قتل بھی کر دیتے ہیں۔ جن بعض اوقات انسانوں کو پتھر مار کر تنگ کرتے ہیں اور بعض اوقات کسی اور چیز سے انسان کو ڈراتے ہیں۔ یہ سب صحیح احادیث اور تاریخی واقعات سے ثابت ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ غزوۂ خندق کے وقت آپ نے اپنے ایک صحابی کو جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی، گھر جانے کی رخصت دی تو جب وہ اپنے گھر گیا تو اس کی بیوی دہلیز پر کھڑی تھی، اسے یہ دیکھ کر سخت غصہ آیا۔ اس کی بیوی نے اس کا غصہ دیکھ کر کہا: ''پہلے اندر دیکھو کیا ہے۔'' اس نے گھر کے اندر جا کے دیکھا کہ ایک سانپ کنڈلی مارے بستر پر بیٹھا ہے، اس کے پاس نیزہ تھا، اس نے وہ نیزہ مار کر اسے مار دیا اور اسی وقت وہ نوجوان بھی مر گیا، اب پتا نہیں کہ پہلے سانپ مرا یا وہ نوجوان، جب آپ ﷺ کو پتا چلا تو آپ نے گھروں میں رہنے والے سانپوں کو قتل کرنے سے منع کیا سوائے دم کٹے اور دو دھاری والے کے۔

تو یہ واقعہ اس بات کی دلیل ہے کہ جن انسان پر ظلم کرتے ہیں اور انھیں تکلیف پہنچاتے ہیں، کئی ایک واقعات اس کے شاہد ہیں جیسا کہ عام مشہور ہے کہ کوئی شخص غیر آباد جگہ گیا تو اسے پتھر پڑے اور پتھر مارنے والا نظروں سے اوجھل تھا اور کسی انسان کا وہاں نام ونشاں بھی نہیں تھا۔ اسی طرح کبھی کسی کو مختلف آوازیں سنائی دیتی ہیں اور کبھی کسی کو پتوں کی

---

① مجموع فتاویٰ ابن عثیمین: ۱/۱۵۵۔۱۵۶، برقم: ۱۱۳۔

مانند سرسراہٹ سنائی دیتی ہے جس سے وہ دہشت زدہ ہو جاتا ہے اور اسے بخار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی واقعات سننے میں آئے ہیں۔ تو جن انسان میں کئی ایک اسباب کی وجہ سے داخل ہوتا ہے، کبھی عشق کی وجہ سے، کبھی تکلیف دینے کے سبب سے اور کبھی کسی اور سبب سے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِىْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ﴾ (البقرة : ٢٧٥)

"جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔"

جنوں کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان وہ دعائیں پڑھتا رہے جو سنت سے ثابت ہیں، جیسے آیت الکرسی۔ یہ وہ ہتھیار ہے کہ جب انسان اسے رات کو پڑھ کر سو جائے گا تو صبح ہونے تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ اس کے پاس رہے گا اور شیطان اس کے قریب نہ آسکے گا۔[1]

سوال کیا جنوں کی کوئی حقیقت ہے؟ اگر ہے تو کیا وہ اثر انداز بھی ہوتے ہیں؟ اگر ہوتے ہیں تو اس کا علاج کیا ہے؟

جواب جنوں کی زندگی کی حقیقت تو اللہ ہی جانتے ہیں، ہمیں تو اتنا معلوم ہے کہ جن حقیقی جسم رکھتے ہیں، آگ سے پیدا کیے گئے ہیں، کھاتے پیتے ہیں اور شادیاں کرتے ہیں، ان کی اولاد بھی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَ ذُرِّيَّتَهٗۤ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَ هُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ﴾ (الكهف : ٥٠)

"تم مجھے چھوڑ کر اسے اور اس کی اولاد کو دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تمھارے

---

1. مجموع فتاوىٰ ابن عثيمين : ١٥٦/١، برقم : ١١٤۔

دشمن ہیں۔"

وہ بھی عبادات کے مکلّف ہیں کیونکہ نبی ﷺ ان کے بھی رسول ہیں۔ ان کا آپ ﷺ سے قرآن سننا ثابت ہے، جیسا کہ سورۂ جن اور سورۂ احقاف میں مذکور ہے:

﴿ قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ○ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَن نُّشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا ﴾ (الجن: ۱۔۲)

"(اے محمد!) آپ کہہ دیں کہ مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن) سنا اور کہا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی طرف راہ نمائی کرتا ہے۔ ہم اس کے ساتھ ایمان لائے اور ہم ہرگز اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔"

اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ○ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ (الاحقاف: ۲۹۔۳۰)

"اور یاد کرو جب ہم نے جنوں کی ایک جماعت کو تمھاری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنے، پس جب (نبی) کے پاس پہنچ گئے تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے: خاموش ہو جاؤ، پھر جب تلاوت مکمل ہو گئی تو اپنی قوم کو خبردار کرنے کے لیے واپس لوٹ گئے۔ انھوں نے کہا: "اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد اتاری گئی ہے، وہ تصدیق کرنے والی ہے اس کی جو اس سے پہلے ہے (سابقہ کتب سماوی اور انبیاء کی) اور وہ حق

اور سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتی ہے۔''

اسی طرح سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((كُنَّا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَفَقَدْنَاهُ فَالْتَمَسْنَاهُ فِي الْاَوْدِيَةِ وَالشِّعَابِ فَقُلْنَا اسْتُطِيْرَ اَوِ اغْتِيْلَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَلَمَّا اَصْبَحْنَا اِذَا بِهٖ جَاءَ مِنْ قِبَلِ حِرَآءَ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! فَقَدْنَاكَ فَطَلَبْنَاكَ فَلَمْ نَجِدْكَ فَبِتْنَا بِشَرِّ لَيْلَةٍ بَاتَ فِيْهَا قَوْمٌ فَقَالَ اَتَانِيْ دَاعِيَ الْجِنِّ فَذَهَبْتُ مَعَهٗ فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ قَالَ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَانْطَلَقَ بِنَا فَاَرَانَا آثَارَهُمْ وَآثَارَ نِيْرَانِهِمْ وَسَئَلُوْهُ الزَّادَ فَقَالَ: لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِيْ اَيْدِيْكُمْ اَوْفَرُ مَا يَكُوْنُ لَحْمًا وَكُلُّ بَعْرَةٍ عَلَفٍ لِدَوَآبِّكُمْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَنْجُوْا بِهِمَا فَاِنَّهُمَا طَعَامُ اِخْوَانِكُمْ)) [1]

''ایک دن ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے کہ رات کے وقت آپ گم ہو گئے، ہم نے آپ کو پہاڑوں کی وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کیا مگر آپ نہ ملے، ہم نے سمجھا کہ آپ کو جن اڑا لے گئے یا کسی دشمن نے خفیہ طریقے سے آپ کو قتل کر ڈالا۔ بہرحال رات ہم نے بڑی پریشانی کے عالم میں گزاری، جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ آپ حراء (جبل نور پہاڑ جو مکہ اور منیٰ کے درمیان ہے) کی طرف سے آ رہے ہیں، ہم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! رات ہم نے آپ کو گم پایا، بہت تلاش کیا مگر آپ نہ ملے، بڑی پریشانی کے عالم میں رات بسر کی۔'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے جنوں کی طرف سے ایک بلانے والا آیا، میں

---

[1] صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب الجھر بالقرائۃ فی الصبح و القرائۃ علی الجن: ٤٥٠۔

اس کے ساتھ گیا اور جنوں کو قرآن سنایا۔" اس کے بعد نبی کریم ﷺ ہمیں اپنے ساتھ لے گئے اور جنوں کے نشانات اور ان کے انگاروں کے نشان دکھائے۔ جنوں نے آپ ﷺ سے اپنی خوراک کا سوال کیا تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "ہر اس جانور کی ہڈی جو اللہ کے نام پر قربان کیا جائے تمھاری خوراک ہے، تمھارے ہاتھ میں پہنچتے ہی وہ ہڈی گوشت سے پر ہو جائے گی اور ہر ایک اونٹ کی مینگنی تمھارے جانوروں کی خوراک ہے۔" پھر رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فرمایا: "ہڈی اور گوبر سے استنجا نہ کیا کرو، اس لیے کہ وہ تمھارے بھائی جنوں اور ان کے جانوروں کی خوراک ہے۔"

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی کھانا کھاتے وقت "بسم اللہ" نہیں پڑھتا تو اس کے ساتھ شیطان کھانے میں شریک ہو جاتا ہے۔ اور یہی حکم کوئی چیز پینے کا ہے۔

تو ان آیات اور احادیث سے معلوم ہوا کہ جن ایک مخلوق ہیں جن کا وجود بھی ہے، ان کا انکار کرنا قرآن مجید کا انکار کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے کفر کرنا ہے۔ جنات بھی انسانوں کی طرح شرع کے مکلّف اور اوامر و نواہی کے پابند ہیں اور قیامت والے دن دیگر کفار کے ساتھ کافر جنوں کا جہنم میں جانا بھی ثابت ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ہے:

﴿ قَالَ ادْخُلُوا فِيْ أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْإِنْسِ فِي النَّارِ ﴾ (اعراف:٣٨)

"حکم ہوگا کہ تم جنوں اور انسانوں کی ان جماعتوں کے ساتھ مل کر جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں، جہنم میں داخل ہو جاؤ۔"

اور جنوں میں سے مومن جن جنت میں جائیں گے، فرمایا:

﴿ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ ○ فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ ذَوَاتَآ

اَفْنَان ○ فَبِاَيِّ آلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ (الرحمٰن: ٤٦۔٤٩)

''جو بھی اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو جنتیں ہیں۔ (اے جنو! اور انسانو!) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟ دو باغ ٹہنیوں والے ہیں۔ تم اپنے رب کی کون کون سی نعمت کا انکار کرو گے؟''

اس آیت میں خطاب جنوں اور انسانوں دونوں کو ہے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿ يَا مَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ آيَاتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كَافِرِيْنَ ﴾

(الانعام: ۱۳۰)

''اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمھارے پاس تمہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کرتے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیتے؟ وہ سب عرض کریں گے کہ ہم اپنے خلاف شہادت دیتے ہیں اور ان کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈالے رکھا اور یہ لوگ اپنے خلاف شہادت دیں گے کہ وہ کافر تھے۔''

اس کے علاوہ اور بھی کئی ایک آیات اور واضح دلائل ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ جن بھی شرع کے پابند ہیں، اگر وہ مومن ہیں تو جنت میں جائیں گے اور اگر کافر ہیں تو جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

باقی رہا جنات کا انسانوں پر اثر انداز ہونا تو یہ بھی ثابت ہے۔ جن انسان پر کئی طرح سے اثر انداز ہوتا ہے۔ انسان میں داخل ہو کر یا اسے چھو کر دورے وغیرہ کی صورت میں ''بن'' دیتا ہے اور بعض اوقات مختلف طریقوں سے انسان کو خوف زدہ کرتا ہے۔

جنات کے اثر سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم مسنون وظائف کا ورد جاری رکھیں جیسے آیت الکرسی۔ یہ وہ آیت ہے کہ جسے اگر کوئی شخص رات کو پڑھ کر سو جائے تو صبح ہونے تک ایک محافظ فرشتہ اللہ کی طرف سے اس کے پاس رہتا ہے اور شیطان اس کے قریب بھی نہیں آتا۔

جادو سیکھنے کا حکم:

سوال جادو کسے کہتے ہیں اور اسے سیکھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب علمائے کرام کہتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کا سبب لطیف اور مخفی ہو اسے جادو کہتے ہیں۔ یعنی اس طرح کہ اس کا اثر اتنا مخفی و پوشیدہ ہو کہ لوگوں کو اس کا پتا بھی نہ چلے۔ جادو کے اس مفہوم میں علم نجوم اور کہانت بھی شامل ہے بلکہ جادو کا لفظ زبان و بیان کی تاثیر کے لیے بھی بولا گیا ہے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا)) [1]

''بے شک بعض بیانات میں جادو کا سا اثر ہوتا ہے۔''

لہٰذا ہر وہ چیز جس کا اثر مخفی ہو وہ سحر ہی سے ہوگی۔ اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ ہر وہ تعویذ، دم اور گرہیں جو دلوں، عقلوں اور جسموں پر اثر انداز ہو کر عقل چھین لیتے ہیں، محبت اور بغض پیدا کرتے ہیں، میاں بیوی کی علیحدگی کا سبب بنتے ہیں، بدن میں بیماریاں پیدا کرتے ہیں اور سوچ بچار کی صلاحیتوں کو چھیننے کا سبب بنتے ہیں، وہ سحر کہلاتا ہے۔

جادو کا سیکھنا حرام ہے اور اگر یہ شیطانوں کے ساتھ مل کر ہو تو پھر کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ

---

[1] صحيح بخاري، كتاب الطب، باب إن من البيان سحرا : ٥٧٦٧۔

وَلٰكِنَّ الشَّيَاطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَا اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهٗ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖ اَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (البقرة: ۱۰۲)

''اور وہ اس چیز کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان (علیہ السلام) کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان (علیہ السلام) نے تو کفر نہیں کیا بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر جو اتارا گیا اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں، تم کفر میں نہ پڑو۔ غرض لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند اور بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ یہ لوگ وہ کچھ سیکھتے جو ان کو نقصان ہی پہنچاتا اور فائدہ کچھ نہ دیتا اور وہ جانتے تھے کہ جو شخص ایسی چیزوں (یعنی سحر اور منتر وغیرہ) کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور جس چیز کے عوض انھوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بری تھی، کاش وہ اس بات کو جانتے۔''

اس قسم کے جادو کو سیکھنا جو شیطانوں کے واسطے سے ہوتا ہے، اور اسے استعمال کرنا کفر ہے اور انسانوں پر ظلم و زیادتی ہے۔ اسی لیے جادوگر کی سزا قتل ہے، یہ جادو کی سزا سمجھ لیں یا اس کے مرتد ہونے کی۔ یعنی اگر جادوگر نے اس جادو کی وجہ سے کفر کا ارتکاب کیا ہے تو اسے مرتد ہونے کی بنا پر قتل کر دیا جائے گا لیکن اگر یہ جادو اسے کفر کی حد تک نہیں پہنچاتا تو

پھر بھی جادوگر کو قتل کر دیا جائے گا اس کے شر کی وجہ سے اور مسلمانوں کو اس کی تکلیف سے نجات دینے کی وجہ سے۔[1]

جادو کی اقسام:

سوال جادو کی کتنی قسمیں ہیں اور کیا جادوگر کافر ہے؟

جواب جادو کی دو قسمیں ہیں:

① گرہیں باندھ کر اور دم کے ذریعے سے یعنی ایسی جھاڑ پھونک اور منتر جس میں جادوگر پھونکیں مارتے ہیں اور طلسم (نقش) کے ذریعے سے شیطان سے اشتراک عمل کرتے ہیں پھر اس کے ذریعے انسانوں کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُوا الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ ﴾ (البقرۃ: ۱۰۲)

''اور وہ ان (ہزلیات) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان (علیہ السلام) کے عہد سلطنت میں شیاطین پڑھا کرتے تھے اور سلیمان (علیہ السلام) نے مطلق کفر کی بات نہیں کی بلکہ شیطان ہی کفر کرتے تھے کہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔''

② ایسی جڑی بوٹیاں اور ادویات جو مسحور پر اثر انداز ہو کر اس کی عقل، بدن، ارادہ اور میلان کو جکڑ لیتی ہیں، اسے ''عطف وصرف'' (یعنی مائل ہونا اور دور ہونا) کہا جاتا ہے۔ ''عطف'' کی وجہ سے انسان اپنی بیوی یا کسی اور عورت پر اس طرح گرتا ہے گویا جانور ہے جس کی رسی کسی اور کے ہاتھ میں ہے اور وہ جدھر چاہے اسے لے جائے۔ ''صرف'' یہ ہے کہ اس میں نفرت دلانے والا عمل ہوتا ہے اور انسان اپنی بیوی سے دور بھاگتا ہے۔ اس طرح مسحور کو مسلسل کمزور بھی کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ ہلاک

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن عثیمین: ۱/۱۵۹، ۱۶۰، برقم: ۱۱۶۔

ہو جائے اور اس کے تصور کو بھی خراب کر کے مختلف چیزیں دکھانے کے وہم میں ڈالا جاتا ہے۔

اور جادو گر کے کافر ہونے میں اہل علم کا اختلاف ہے، بعض نے کافر کہا، بعض نے نہیں لیکن جو تقسیم ہم نے اوپر کی اس سے بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر جادو شیطانوں کی مدد سے ہو تو جادوگر کافر ہے، اگر جڑی بوٹیوں کے ذریعے سے ہو تو وہ کافر تو نہیں لیکن نافرمان اور باغی ہے۔[1]

جادوگر کے قتل کی وجہ:

سوال کیا جادوگر کا قتل مرتد ہونے کی وجہ سے ہے یا جادو کی حد کے طور پر ہے؟

جواب جادوگر کا قتل کبھی حد کے طور پر ہوتا ہے اور کبھی مرتد ہونے کی وجہ سے، جیسا کہ پہلے ہم تفصیل بیان کر چکے ہیں۔ اگر اسے کافر ہونے کا حکم دیں تو پھر قتل ارتداد و کفر کی وجہ سے ہوگا اور اگر کفر کا حکم نہ لگائیں تو پھر جادو کی حد کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ قتل ہر صورت میں ہوگا کیوں کہ معاملہ بہت خوفناک ہے، یہ لڑائی ڈالنے پر آئیں تو میاں بیوی میں ڈال دیں اور صلح کروانے پر آئیں تو دشمنوں کو بھی جوڑنے کا سبب بن جائیں۔ اسی طرح جادوگر کبھی عورت پر جادو کر کے اسے بدکاری پر مجبور کر دیتا ہے۔ لہٰذا حکمران پر واجب ہے کہ وہ اسے توبہ کے مطالبے کے بغیر ہی قتل کروا دیں۔ کیوں کہ حد میں توبہ کا مطالبہ نہیں ہوتا، توبہ کا مطالبہ کفر (ارتداد) میں ہوتا ہے۔ اس سے ان لوگوں کی غلطی بھی واضح ہوگئی جو مرتد کے حکم کو حد میں شامل کرتے ہیں اور انھوں نے حدود ہی میں ارتداد حد کا ذکر کر دیا ہے، جبکہ مرتد کا قتل حد نہیں، اس لیے کہ اگر وہ توبہ کرے تو قتل نہیں ہوگا، جبکہ حد ختم نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح حدود کفارہ ہوتی ہیں لیکن کافر کے لیے نہیں، جبکہ قتل ارتداد کفارہ نہیں بنتا، اسی لیے

---

[1] مجموع فتاویٰ ابن عثیمین: ۱/۱۶۵۔۱۶۶، برقم: ۱۲۲۔

اس کا جنازہ اور غسل نہیں اور مسلمانوں کے قبرستان میں تدفین بھی نہیں ہوگی۔ جادوگروں کے قتل والا قول ہی شریعت کے قواعد کے موافق ہے اور سکھلانے کی روک تھام ہے۔ ①

نجومی سے سوال کرنے کا حکم:

سوال غیب دانی کا دعویٰ کرنے والے سے کچھ پوچھنے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

جواب نجومیوں یعنی غیب دانی کا دعویٰ کرنے والوں سے سوال پوچھنے کی تین صورتیں ہیں:۔

① اس کو سچا اور اس کی بات کو معتبر سمجھتے ہوئے پوچھنا، یہ حرام بلکہ کفر ہے کیونکہ اس کی تصدیق تو قرآن کی تکذیب ہے۔

② امتحان لینے کے لیے کہ یہ سچا ہے یا جھوٹا، اس لیے نہیں کہ اس کی بات کو قبول کر لے۔ یہ جائز ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے ابن صیاد سے سوال کیے تھے اور پوچھا تھا: ''میں نے (اپنے دل میں) کیا چھپایا ہے؟'' اس نے کہا: ''دخ'' (آپ ﷺ نے سورۂ دخان کی ایک آیت چھپائی تھی) تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''دفعہ ہوجا، تو اپنی اوقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔''

③ اسے عاجز اور بے بس ثابت کرنے بلکہ جھٹلانے کے لیے سوال کرنا، یہ تو ہونا چاہیے۔ ②

کہانت کیا ہے؟:

سوال کہانت کیا ہے اور کاہنوں کے پاس جانا کیسا ہے؟

جواب لفظ کہانت ''التھکن'' سے لیا گیا ہے جس کا معنی ہے اندازہ لگانا اور ایسی چیزوں سے حقیقت تلاش کرنا جن کی کوئی بنیاد نہ ہو۔ زمانہ جاہلیت میں یہ ان لوگوں کا فن

---

❶ مجموع فتاویٰ ابن عثیمین: ۱/ ۱۳۱ - ۱۳۰، برقم: ۱۳۰۔

❷ مجموع فتاویٰ ابن عثیمین: ۲/ ۱۳۵، ۱۳۶، برقم: ۲۳۵۔

ہوتا تھا جن سے شیاطین کا رابطہ ہوتا، وہ آسمان سے باتیں چراتے اور انھیں اضافے کر کے بتاتے، پھر اگر کوئی بات سچی ثابت ہو جاتی تو لوگ اس سے دھوکا کھا جاتے اور ان سے اپنے فیصلے کرواتے اور مستقبل کے حالات دریافت کرتے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ کاہن اس کو کہتے ہیں جو مستقبل کی خبریں دیتا ہے۔ جو لوگ کاہنوں سے سوال کرتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:۔

① پہلی قسم یہ ہے کہ انسان کاہن سے محض ہنسی مذاق میں سوال کرتا ہے، اس کا مقصد اس کی تصدیق کرنا تو نہیں ہوتا لیکن اس کا امتحان لینا اور اس کی اصل صورت حال لوگوں کو بیان کرنا بھی نہیں ہوتا۔ یہ کام حرام ہے، ایسا کرنے والے کی سزا یہ ہے کہ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً)) [1]

''جو شخص کسی کاہن کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تو اس کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔''

② دوسری قسم یہ ہے کہ وہ کاہن کے پاس جا کر اس سے سوال کرتا ہے اور اس کی تصدیق بھی کرتا ہے جو وہ کہتا ہے، تو یہ کفر ہے، کیوں کہ کاہن کو غیب دانی کے دعویٰ میں سچا سمجھنا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو اس دعویٰ میں جھوٹا سمجھنا ہے جو اس نے قرآن میں کہا ہے:

﴿ قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ ﴾

(النمل : ٦٥)

''کہہ دیں آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔''

اسی طرح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب تحریم الکھانۃ وإتیان الکھان : ۲۲۳۰۔ صحیح الجامع الصغیر للالبانی : ۵۹٤۰۔

((مَنْ أَتٰی کَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا یَقُوْلُ فَقَدْ کَفَرَ بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)) ①

''جو کاہن کے پاس گیا اور اس کی بات کو سچا سمجھا تو اس نے محمد (ﷺ) پر اترنے والی شریعت کے ساتھ کفر کیا۔''

③ تیسری قسم یہ ہے کہ اس کی حقیقت لوگوں کے سامنے واضح کرنے کے لیے پوچھنا کہ یہ محض شعبدہ باز اور جھوٹا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس کی دلیل وہی حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے ابن صیاد سے سوال کیا تھا کہ میں نے اپنے دل میں کیا چھپایا ہے تو اس نے کہا: ''درخ۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ذلیل ہو جا تو اپنی اوقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔''

علم نجوم کا حکم؟:

سوال علم نجوم اور اس کا حکم کیا ہے؟

جواب ''التنجیم'' نجم سے ماخوذ ہے، اس کا مطلب ہے کہ فلکی حالات سے زمینی حوادث کا پتا چلانا یعنی نجومی زمین کے واقعات کو ستاروں کی حرکات، طلوع وغروب اور آپس میں ملنے اور دور ہونے کے ساتھ جوڑ کر حساب لگاتا ہے، یہ بھی جادو و کہانت کی ایک صورت ہے اور یہ حرام ہے کیوں کہ اس کی بنیاد ایسی وہمی چیزوں پر ہے جن کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی کیونکہ زمینی واقعات کا آسمانی واقعات سے کوئی ربط و تعلق نہیں۔ زمانہ جاہلیت کے لوگوں کا عقیدہ تھا کہ سورج اور چاند گرہن کسی بڑے آدمی کی موت کی وجہ سے ہوتا ہے اور آپ کے بیٹے ابراہیم کی موت والے دن کہا گیا کہ ابراہیم کی موت کی وجہ سے گرہن لگا

---

① ابو داوٗد، کتاب الطب، باب فی الکهان: ٣٩٠٤۔ ترمذی، کتاب الطهارة، باب ما جاء فی کراهیة إتیان الحائض: ١٣٥۔

ہے۔ تو آپ ﷺ نے خطبہ دیا، نماز کسوف پڑھائی اور فرمایا:

« اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللّٰهِ لَا يَنْخَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَيَاتِهِ »①

''سورج اور چاند کو کسی کی موت و حیات کی وجہ سے گرہن نہیں لگتا، یہ تو اللہ کی دو نشانیاں ہیں۔''

آپ ﷺ نے زمینی و آسمانی واقعات کے درمیان کسی بھی ربط و تعلق کو باطل قرار دیا، پھر جس طرح یہ سحر و کہانت کا ایک حصہ ہے اسی طرح یہ اوہام و نفساتی پریشانیوں کا بھی باعث ہے۔ اس سے انسان وہم و پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے۔ ہاں علم نجوم کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ستارے کے طلوع سے وقتوں، زمانوں اور موسموں کا پتا چلایا جاتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلاں ستارہ اس جگہ آئے گا تو گرمی شروع ہو جائے گی، فصلیں پک جائیں گی، بارش ہوگی، اس میں کوئی حرج نہیں۔②

علم نجوم اور کہانت کا آپس میں تعلق:

سوال علم نجوم اور کہانت میں کیا تعلق ہے اور ان میں سے زیادہ خطرہ ناک کون ہے؟

جواب دونوں میں تعلق یہ ہے کہ دونوں کی بنیاد وہم و فریب اور لوگوں کے مال باطل طریقے سے کھانے اور انھیں غم اور پریشانی میں مبتلا کرنے پر ہے۔ ان میں زیادہ خطرناک کون سی ہے؟ اس کا معاملہ اس پر ہے کہ لوگوں میں کون سی چیز عام ہے، بعض علاقوں میں

---

❶ بخاری، کتاب الکسوف، باب الصدقة فی الکسوف: ۱۰۴۴۔ مسلم، کتاب الکسوف، باب صلاة الکسوف: ۹۰۱۔

❷ مجموع فتاوىٰ ابن عثیمین: ۲/ ۱۳۸۔۱۳۹، برقم: ۲۳۷۔

علم نجوم نہیں ہوتا، وہاں لوگ نہ تو اس کا اہتمام کرتے ہیں اور نہ اس کی تصدیق کرتے ہیں لیکن کہانت وہاں عام ہوتی ہے تو وہاں کہانت زیادہ خطرناک ہوتی ہے، کہیں معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے۔ تاہم جہاں دونوں ہوں وہاں کہانت زیادہ خطرناک ہے۔[1]

جنات کا انسانوں کی خدمت کرنا:

سوال اگر کوئی جن کسی انسان کی خدمت کرے تو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ کی گیارھویں جلد میں اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے، جس کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کی جنوں سے خدمت لینے کی تین صورتیں ہیں:۔

① یہ خدمت اللہ کی اطاعت میں ہو، مثلاً جن مومن ہو تو یہ شخص اسے علم سکھلا کر تبلیغ کا کام لے اور وہ دوسرے جنوں کو شریعت سکھلائے یا ان کاموں پر مدد لے جو شرعاً جائز و درست ہوں، تو یہ درست ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جن آئے، آپ نے انھیں قرآن پڑھایا اور وہ اپنی قوم کو ڈرانے سمجھانے چلے گئے۔

② جن سے جائز معاملات میں خدمت لینا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اس خدمت کا وسیلہ یعنی ذریعہ بھی جائز ہو، اگر ذریعہ حرام ہوا تو پھر یہ خدمت بھی حرام ہے۔ جیسے جن یہ شرط لگا دے کہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر یا کسی جن کے نام پر کوئی جانور ذبح کر یا رکوع وسجدہ کر تو ایسی صورت میں خدمت لینا حرام ہے۔

③ حرام کاموں میں خدمت لینا مثلاً لوگوں کا مال اٹھوا لینا، انھیں ڈرانا، تو یہ حرام ہے کیونکہ یہ ظلم و زیادتی ہے۔ پھر اگر اس میں شرط بھی حرام ہو تو پھر تو یہ صورت بہت بھیانک ہے۔[2]

---

❶ مجموع فتاویٰ ابن عثیمین: ۲/۱۳۹، برقم: ۲۳۸۔

❷ مجموع فتاویٰ ابن عثیمین: ۲/۲۳۹۔۲۴۰، برقم: ۳۱۸۔

جنات کا غیب جاننا:

(سوال) کیا جن غیب جانتے ہیں؟

(جواب) جن غیب نہیں جانتے بلکہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی غیب نہیں جانتا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴾ (سباء: ١٤)

''پھر جب ہم نے ان (سلیمان علیہ السلام) کے لیے موت کا حکم صادر کیا تو کسی چیز سے ان کا مرنا معلوم نہ ہوا، مگر گھن کے کیڑے سے جو ان کے عصا کو کھاتا رہا، جب عصا گر پڑا تب جنوں کو معلوم ہوا (وہ کہنے لگے) کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے۔''

جو کوئی دعویٰ کرے کہ وہ غیب جانتا ہے تو وہ کافر ہے اور جو اس کی تصدیق کرے وہ بھی کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللّٰهُ ﴾

(النمل: ٦٥)

''کہہ دیں آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔''

غیب دانی کے دعوے کہانت ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً)) [1]

---

[1] صحيح مسلم، كتاب السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان: ٢٢٣٠ ـ صحيح الجامع الصغير للالباني: ٥٩٤٠)

''جو کاہن کے پاس آیا اور اس سے کسی چیز کے بارے میں سوال کیا تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

اور اگر اسے سچا سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا کیوں کہ اسے اگر سچا سمجھے گا تو اللہ کو جھوٹا قرار دے گا، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''کہہ دیں آسمانوں اور زمینوں میں اللہ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا۔''

(النمل : ٦٥)

خاتمہ

الحمدللہ! یہ کتاب جسے لکھتے وقت ہم نے بہت سی مشقتیں برداشت کیں اور بہت سا وقت صرف کیا، اب اللہ کے فضل و کرم سے ہم اس سے فارغ ہو رہے ہیں، بہتر ہے کہ ہم پڑھنے والے کے سامنے پوری کتاب کا خلاصہ رکھ دیں۔ تو اس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:۔

① اس موضوع پر لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کو ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جو اس موضوع پر قدیم و جدید ان نظری و تطبیقی پہلوؤں کو جامع ہو جنھیں ہر زمانہ میں اور ہر جگہ انسانی زندگی کے ساتھ تعلق ہے۔

② اس کتاب میں چند ایسے مرکزی نکات ہیں جن کا اہتمام کرنا ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے کیوں کہ زندگی کے میدان میں ان کا گہرا تعلق ہے، مثلاً ایمان بالغیب، قضا و قدر پر ایمان اور مصائب پر صبر وغیرہ۔

③ جن آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور یہ انسان سے پہلے کے ہیں۔ یہ بھی شریعت محمد ﷺ کے مکلف ہیں، ان میں سے جو ایمان لائے اور عمل صالح کرے اور اسی پر مرے وہ جنت میں جائے گا اور جس نے کفر و انکار کیا اور صراط مستقیم چھوڑ دیا وہ آگ میں جائے گا اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

④ جنات کا عالم ایک غیبی عالم ہے، ان کا وجود کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے، جو ان کا انکار کرے گا وہ کتاب و سنت سے ثابت شدہ ایک حکم کا انکار کرے گا اور وہ اپنے آپ کو (کفر کے) خطرے میں ڈالے گا۔

⑤ جنات بہت سی جگہ رہتے ہیں، مثلاً خلا، صحرا، ٹیلے اور غیر آباد جگہیں، تو انسان کو چاہیے کہ اذکار و وظائف کی مدد سے قلعہ بند رہے تا کہ وہ اسے تکلیف نہ دے سکیں۔

⑥ جنات کے شر اور تکلیف سے بچاؤ کے کئی طریقے ہیں، جو ان کی پابندی کرے گا، وہ اللہ کے حکم سے محفوظ رہے گا اور جو کوتاہی کرے گا وہ اپنے آپ کو خطرے میں ڈالے گا۔

⑦ جن کا انسان کو چمٹ جانا اور دورے ڈالنا عقلاً، شرعاً اور واقعتاً ثابت ہے اور اس کی واضح علامات ہوتی ہیں، مثلاً جھٹکے لگانا، بے ہوشی، چیخ پکار اور بغیر ظاہری سبب کے کسی جگہ درد وغیرہ ہونا۔

⑧ جن چمٹنے کے کئی اسباب ہوتے ہیں، کبھی اللہ کی طرف سے آزمائش، کبھی اللہ سے دوری کی وجہ سے، کبھی جن کا کسی انسان پر عاشق ہو جانا، کبھی جن کا ظلم و زیادتی کی بنیاد پر ایسا کرنا اور کبھی کسی انسان کا جن کو تکلیف پہنچانا۔

⑨ علاج کروانا کتاب و سنت کے مطابق جائز ہے، اللہ تعالیٰ نے خود کئی علاج بتائے اور ہر بیماری کی دوا بھی اتاری اس دوا کو کچھ لوگ جان لیتے ہیں اور کچھ جاہل رہتے ہیں۔

⑩ ہر شخص دم کرنے کا اہل نہیں ہوتا بلکہ کچھ ایسے اوصاف اور ایسی شرائط ہیں جو دم کرنے والے میں، جسے دم کیا جا رہا ہے اس میں اور جو چیز بطور دم پڑھی جا رہی ہے اس میں ہونی چاہییں، جب تینوں میں وہ اوصاف و شرائط ہوں تو علاج اللہ تعالیٰ کے حکم سے نفع بخش ہوگا۔

⑪ کچھ ادویات بھی ایسی ہیں جو مرگی میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فائدہ دیتی ہیں جو تجربہ سے ثابت ہیں۔

⑫ نماز، صبر اور مسنون دعاؤں کے اثرات بھی علاج میں بہت نفع دیتے ہیں، ہم نے خود ان کا مشاہدہ کیا، مرض خواہ کیسا ہی ہو۔

⑬ جادوئی منتر اور جھاڑ پھونک نیز شرکیہ تعویذات میں جادوگر شیطانوں سے مدد لیتا اور ان کے بتائے ہوئے حلال و حرام کام کرتا ہے۔

⑭ جادو ایک حقیقت ہے اور یہ کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے۔

⑮ کسی بھی حالت میں جادو سیکھنا حلال نہیں، جس کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ یہ جادوگر ہے، تو اس کی حد یہ ہے کہ اس کی تلوار سے گردن اڑا دی جائے۔

⑯ جادو سے بچنے کے کئی طریقے ہیں، جنھیں جو بندہ جادو ہونے کے بعد بھی اور پہلے بھی اللہ پر بھروسا رکھ کر شروع کرے گا اللہ اسے شفا دے گا۔

⑰ نظر لگ جانا حق ہے، یہ قرآن وسنت سے ثابت ہے اور اگر کوئی چیز تقدیر پر غالب آنے والی ہوتی تو وہ نظر ہوتی۔

⑱ حسد پہلی قوموں کی ایک بیماری ہے جو لوگوں میں عام پائی جاتی ہے، اس کی وجہ سے لوگ مختلف گروہوں اور پارٹیوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں، گھر اور خاندان اس کے برے اثرات سے محفوظ نہیں رہتے۔ حسد صرف شر پسند طبیعتوں میں جنم لیتا ہے، جنھیں بھلائی سے نفرت اور برائی سے محبت ہوتی ہے۔

⑲ نظر بد سے بچاؤ کے چند ایک طریقے ہیں جو شرعی دم اور طبعی وسائل پر مشتمل ہیں، جن سے نظر بد کا شکار اپنے علاج میں مدد لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ ٹھیک ہو جاتا ہے۔ ہم نے اس کا کئی دفعہ تجربہ کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فائدہ دیا ہے۔ (وللہ الحمد)

⑳ کبھی ایسے شخص کی بھی نظر لگ جاتی ہے جو نظر بد والا نہیں ہوتا، اس کی وجہ اس شخص کا کسی چیز کو تعجب، خوشی اور تمنا وغیرہ کی نگاہ سے دیکھنا ہے۔

آخری گزارش

اے میرے مسلمان بھائی! یہ وہ علاج ہے جو کتاب وسنت اور سلف صالحین کے افعال سے ثابت ہے، یہ علاج مجرب اور یقینی فائدہ بخش ہے، جسے اس سے فائدہ نہ ہو وہ اپنے حالات کو درست کرے۔ کیا آپ ارادہ کرتے ہیں کہ آپ صرف اللہ ہی سے بچاؤ طلب

کریں گے اور اسی پر بھروسا رکھیں گے اور ان دجالوں، کذابوں اور شعبدہ بازوں کے پاس نہیں جائیں گے، جو آپ کے دل کو حسرت و ندامت سے بھر کر آپ کا مال ہتھیاتے اور آپ کو اللہ سے دور کرتے اور حرام کاموں میں مبتلا کرتے ہیں، ہم اس کی امید رکھتے ہیں اور اپنے لیے اور آپ کے لیے دنیا و آخرت میں اللہ سے معافی و صحت کا سوال کرتے ہیں۔ (آمین!)

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله و صحبه أجمعين!



Dar-ul-Andlus

دار الاندلس

4-لیک روڈ چوبرجی لاہور
042-37230549

6-غزنی سٹریٹ نزد رحمن مارکیٹ اردو بازار لاہور
+92-42-37242314

Head Off: +92-42-37150891 Fax:+92-42-37150889